

حاج بابا

مترجمہ اردو

مترجمہ

جناب شیخ محمد شوکت علی صاحب بی۔ اے ویل

حسب فرمایش

ممبران انجمن ہلال احمر لکھنؤ

باہتمام پنڈت منوہر لال بھارگوہی اے سپرنٹنڈنٹ

ماہ اکتوبر ۱۳۱۹ھ

مطبع فنی فکشن و واقعہ لکھنؤ میں چھپا

رجسٹر شدہ

بار اول

قیمت پچھتہ پیر

دودھی ٹکرس ان ٹیمپولی
مصنفہ سٹری - این - مینٹ - نامہ نگار خفا
انجمن کارڈین و سابق مسکب پاپائینٹ و غیرہ

Checked 1976

تہدیہ

میں اپنے اس ناچیز ترجمہ کو شیران ترک و عرب و افسران عثمانی یعنی غازیان اسلام
موجودہ ملک طرابلس و شمد اسے عسا کر عثمانیہ و مجاہدین عرب کی اُس مخلصانہ سرفروشی
و ایثار نفس و حب اسلام و بے نظیر شجاعت کی یادگار میں جسکی مثال قرون اولی اسلام
کے سوا تاریخ عالم میں ملنا نامکن ہو نام نامی کے ساتھ معنون کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں
کہ خدا سے قادر و توانا اپنے اُن بیکس و بے بس و بے یار و مددگار مگر موجد بندوں کو وہ دل
عطا کر دے جو کبھی وحشی عربوں کو قفویض ہوا تھا اور مادہ پرست دشمن کو اپنی قدرت کاملہ
کا وہ تماخہ دکھا دے جو ایک بار خاک نشین عربوں کے ہاتھوں دنیا دیکھ چکی ہو۔ آمین یا
رب العالمین۔

ندار دیہج غم آن کس کہ دارد چون تو پشتیبان
چہ پاک از موج بحر آن را کہ باشد لوح کشتیبان

خادم
محمد شوکت علی

فہرست مضامین کتاب

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ مترجم مع دیباچہ مصنف	۱
۷	باب اول۔ موجودہ حالات و آئندہ کی بابت قیاسات	۲
۳۱	باب دوم۔ سفر طرابلس کے حالات	۳
۷۰	باب سوم۔ حالات جنگ	۴
۱۰۶	باب چہارم۔ ترکی کیمپ کے حالات	۵
۱۶۶	باب پنجم۔ جبل غاریان کی سیر	۶
۲۰۶	باب ششم۔ واپسی	۷

فہرست نقشہ جات

صفحہ نمبر	اسم نقشہ	صفحہ نمبر
۷	نقشہ بحر روم	۱
۷۰	نقشہ مضائقہ طرابلس	۲
۱۶۵	نقشہ سرنیکا	۳
۲۰۶	نقشہ طرابلس حصہ مغرب	۴

دیباچہ چہم

اس کتاب کے لیے کسی طویل دیباچہ کی ضرورت نہیں ہو صرف یہ تحریر کرنا ہی کہ اسکا ترجمہ انجمن ہلالِ احمر کے لیے کیا گیا ہے۔ یہ انجمن لکھنؤ میں بغرضِ مددِ مجروحین و یتامی و دیگر پس ماندگان شہیدانِ طرابلس بعد شروع ہونے جنگِ طرابلس کے قائم کی گئی تھی اور اسوقت تک مالِ جمعہ پورٹ تقریباً دو ہزار روپیہ خاص اس انجمن کی طرف سے قسطنطنیہ روانہ کیا جا چکا ہے لیکن چندہ کی کمی دیکھ کر انجمن نے یہ طے کیا کہ اس کتاب کا ترجمہ کلا کے شائع کرایا جائے تاکہ پبلک کو بوجہ کتاب کی خوبی کے خریدنا ناگوار نہ ہو نیز منافع سے انجمن مستفید ہو اور خریدارانِ کتب معنا چندہ ہونے کا مین شریک ہو جائیں اور ثواب دارین حاصل کریں چنانچہ مصنف کتاب کو اوائلِ اہلِ حقین انجمن کی جانب سے بغرض حصولِ جازت ایک تحریر لکھی گئی جس کا جواب مصنف کتاب نے کمالِ مہربانی نہایت عمدہ الفاظ میں دیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۲ء

باتھ کلب نمبر ۴۴ ڈوور سٹریٹ۔ لندن

حضرات!

میں آپ کی محبت آمیز تحریر کا بہت مشکور ہوں آپ کا خط پڑھ کر مجھے بڑی خوشی ہے بات سے ہوئی کہ آپ نے میری کتاب پسند کی اور جو حالات میں نے طرابلس کے متعلق اپنے تجربہ سے لکھے ہیں نظر پسندیدگی دیکھے اگر میری کتاب کا ترجمہ اردو میں ہو جائے اور

ہندوستانی مسلمانوں کو میری تحریر سے واقفیت کا موقع مل سکے تو مجھے بیدار ہو گئی۔
مگر ترجمہ کرنے کی اجازت میں بذات خود آپ کو نہیں دیکھتا تھا کیونکہ میں نے حق تصنیف
فروخت کر ڈالا ہو لہذا جس کا رخا نے میری کتاب خرید کر چھاپی ہو اس کی اجازت لینا ضروری
تھی پس میں نے بذریعہ ٹیلیفون کمپنی سے دریافت کیا۔ مجھے جواب ملا کہ کمپنی خوشی ترجمہ کی
اجازت دینے پر راضی ہو اور اپنی جانب سے کمپنی نے مجھے اختیار دیا ہو کہ میں آپ کو
ترجمہ شائع کرانے کی اجازت دوں مگر کارخانہ چند شرائط پیش کرتا ہے جن سے آپ کو مطلع
کرتا ہوں۔ کمپنی چاہتی ہو کہ جتنی کتابیں آپ فروخت کریں ان کی قیمت کا چھ فی صدی حصہ
کارخانہ کو عنایت کریں اس طریقہ سے جو قیمت پس انداز ہوگی اس میں آپ کی لاگت مکمل ہوگی
اور لاگت منہا کرنے کے بعد جو نفع بچے گا اس سے انجن ہلال حمہ مستفید ہو سکیگی میری
راے میں کارخانہ کا مطالبہ بہت قلیل ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنی انجن کے لیے
بہت معقول رقم پس انداز کر سکیں گے۔ جس زمانہ میں کہ میں دربن دراق جنوبی افریقہ میں تھا
تو مجھے رائل سوسائٹی کی جانب سے لکچر دینے کا اتفاق ہوا اس لکچر میں تقریباً آٹھ سو
ہندی مسلمان شریک ہوئے اور جو روپیہ داخلہ کا ٹکٹ لگانے سے وصول ہوا تقریباً
چھ سو یا ساٹھ سو سات سو ہو گا میں نے انجن مذکور کو نذر کر دیا یہ کل رقم مسٹر دادو نے
جو دربن کے سربراہ اور وہ ہندی سوداگر دن میں میں استقبال بھیج دیے۔

میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کو اپنی تصویر بھیجوں گا لیکن جو تصویر کہ آپ نے طلب کی تھی
اور جس میں گل نامہ نگاروں کی تصویریں تھیں اور ترکی کمپ کے اندر بھینچی گئی تھی وہ
کمپن کھو گئی ہو اس لیے شاید آپ کے پاس نہ روانہ کر سکوں۔

مجھے امید ہے کہ آپ اس کتاب کا ترجمہ جلد شروع کر دیں گے تاکہ آپ کے ہم وطن ہندی مسلمان
بہت جلد اس مختصر کتاب کو پڑھ کر حالات سے واقفیت حاصل کریں۔ آخر میں میں
آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔
میں ہوں آپ کا مخلص امی۔ این۔ نیٹ

غرض یہ خط پڑھ کر ہر شخص جسے انجمن ہلال احمر کے مقاصد کے ساتھ ہمدردی ہو مصنف کا مشکور ہو گا اور تم ہندوستانی ایسے انگریزوں کو غنیمت سمجھو گے جنکے خیالات ایسے شریفانہ ہیں اور جنکو غیر ملک والوں کے ساتھ ایسی ہمدردی ہو جسکا اظہار مصنف کی تحریر کے ہر لفظ سے ہوتا ہے۔

نفس کتاب کے متعلق مجھے چند باتوں کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جہاں تک جنگ کا تعلق ہو اس کتاب کے پڑھنے والوں کو بعض باتیں ایسی ملینگی جو کسی اخبار میں جنگ شائع نہیں ہوئی ہیں اور نفس جنگ کی بابت یہ اندازہ ہو جائیگا کہ غازیان عرب ترک کس طریقہ سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں اور اُنکے پاس کیا سامان ہے۔ نیز باوجود عظیم مشکلات کے کس صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کے سامنے اڑے ہوئے ہیں اور اُسکا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ نیز ترک افسروں کی قابلیت و تندہی و جانفروشی کی تصویر آنکھوں میں پھر جائیگی اور معلوم ہو جائیگا کہ ترک سپاہی اور ترک افسر باوجود قلت تعداد کے اس بھاری بوجھ کو کس طرح سر پر اٹھائے ہیں۔ سامان رسد و سامان جنگ کے حالات مصنف نے اکثر مقامات پر لکھے ہیں لہذا ان سب حالات کو پڑھ کر ہندوستان کے مسلمانوں کو کم و کم یہ تشفی ہو جائیگی کہ جو واقعات اُنھوں نے اس وقت تک پڑھے ہیں غلط نہیں ہیں۔ نیز جنگ کی بابت جبکہ حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سب کی تصدیق مصنف کے بیانات سے ہو جائیگی و ایطالی دروغ بانی اور یورپ کی جابلبازی کی ساری قلعی کھل جائیگی بعض حالات مصنف نے ایسے تحریر کیے ہیں جنکو اگر کوئی مصری اخبار چھاپتا یا شام و قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع ہوتے تو کبھی یقین نہ کیا جاتا۔ لیکن مصنف اس پایہ کا شخص ہے جسے اہل یورپ بھی چھوٹا نہیں کہہ سکتے یعنی اول تو پورے ہندوستان کے سابق نمبر پڑھ کر و تجربہ کار نامہ نگار ہو پس ان حالات کو پڑھ کر ناظرین ضرور محفوظ ہوئے اور اس لیے کہ یہ کی صداقت کو متنبہ دیتے۔ قَاتِلُکَ غَلَبَتْ قِتَّةٌ کَثِیرَةٌ وَنَشِینَ ہُو جَائِیگی اَللّٰہُمَّ اَنْصُرْنَا عَلٰی

الْفَقْدِ الْكَافِرِينَ۔

دوسری بات کتاب کے متعلق یہ لکھنا ہے کہ جنگ کی بابت اگر زیادہ حالات نہیں پائے جاتے ہیں تو انکا بدل دیگر واقعات سے جو کتاب میں بیان ہوئے ہیں ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان واقعات کے مقابلہ میں جنگ کے حالات دلچسپ نہیں معلوم ہوتے میرے نزدیک کتاب ہذا کو یہ مضامین مکل تحریروں سے جو اس وقت تک طرابلس کی بابت شائع ہوئی ہیں ممتاز بنانے کے لیے کافی ہیں مصنف کتاب نے جتنے حصہ ملک میں سفر کیا ہے اس حصہ کے جغرافی حالات نیز اہل ملک کی طرز معاشرت جنگ کی بابت اُن کے خیالات اور جوش و حکومت عثمانیہ کے ساتھ اُن کے تعلقات غرض کل کیفیتیں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ ترکوں کا جنگی انتظام۔ رسد کی درآمد و آمد۔ سامان جنگ کے وسائل۔ کیمپ کے اندر بود و باش۔ شفا خانوں کا انصرام۔ بازاروں کا لگنا۔ سودے کا فروخت ہونا۔ اشیاء تجارت سال غنیمت کی بہنات اور خرید و فروخت غرض ان سب کی جمیعی جاگتی تصویروں کا نقشہ مصنف نے اپنی کتاب میں کھینچا ہے۔ جو اس قدر دلچسپ ہے کہ انسان اُسے دیکھ کر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ خود طرابلس کے اندر مجاہدین کے ساتھ چلتا پھرتا سوتا جاگتا اُٹھتا بیٹھتا اُنکی خوشی سے خوش اور اُنکے رنج سے رنجیدہ ہوتا ہے حقیقت میں اس حصہ کتاب کی تصنیف پر مصنف قابل مبارکباد ہے اور کتاب پڑھنے والوں کے لیے معلومات کا ایسا بیش بہا ذخیرہ ہے جسکا مثل اُنھیں مشکل سے دستیاب ہو سکتا ہے کیونکہ لڑائی کے پہلے بجز نام کے اکثر لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ طرابلس دنیا کے کس حصہ میں واقع ہے البتہ اگر کسی شخص نے سفر نامہ ابن بطوطہ پڑھا ہے تو اُسے پانچ چھ سو برس پہلے کے حالات جو سیاح مذکور نے چند سطروں میں لکھے ہیں معلوم ہونگے۔ ورنہ زمانہ محال کی کتابوں میں جو کچھ پایا جاتا ہے وہ چند ساحلی مقاموں کے حالات ہیں یا اُن راستوں کی کیفیت ہے جو ہر سے ہو کر قافلہ جاتے ہیں۔

آخر میں کتاب ہذا کے پڑھنے والوں سے یہ التجا ہو کہ اس کتاب کی فروخت میں اُسی صورت سے کوشش فرمائیں جس طرح کسی قومی یا اسلامی مقصد کے لیے چندہ وصول کرنے میں سعی فرماتے ہیں کیونکہ میں نے اس کتاب کا اپنے ذاتی نفع کے لیے ترجمہ نہیں کیا ہر بلکہ شہیدان طرابلس یا یوں کہیے کہ شہیدان اسلام و ذبیحان خیر تسلیم و رضا نے اپنی جان فدا کر دی و لیری کی جو تصویریں صفحہ زمانہ پر نوک شمشیر اور اپنے پاک خون سے کھینچی ہیں ان کی نقل کا خاکہ اتار کر ان کے ہیکس تین پچون اوزلا وارث بیواؤں کے لیے فروخت کی غرض سے آپ کے سامنے پیش کیا ہے خریدنا یا نہ خریدنا آپ کا کام ہو و ما علینا الا البلاغ۔

اس کتاب کی تیاری میں مجھے چند عزیزوں اور دوستوں سے بہت مدد ملی جن کا میں دل سے مشکور ہوں منجملہ ان کے عزیز سی ریاض الرحمن طالب علم علی گڑھ کالج جنھوں نے اس کتاب کے نقشے نہایت محنت سے تیار کیے ہیں خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ آخر میں ان غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں جو ممکن ہو کہ ترجمہ میں رہ گئی ہوں اور بوجہ عجلت کے نظر انداز ہو گئی ہوں فقط محمد شاکت علی عفی عنہ ۳ جولائی ۱۹۱۲ء

دیباچہ مصنف

زیادہ حصہ اس کتاب کا میں نے کیمپ کے اندر خیمہ میں بیٹھ کر لکھا جس کے چاروں طرف اونٹوں کے بلبلائے آدمیوں کے باتیں کرنے اور قسم قسم کی آوازیں جو عربوں کے کیمپ میں پیدا ہوتا تھا سُنیں آیا کرتی تھیں بعض مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میلوں پیدا ہو کر سفر کرنے یا گھوڑے پر راہ طے کرنے کے بعد کچھ وقت مل گیا اور میں نے دو ایک صفحہ لکھ لیے طرابلس سے واپسی کے بعد میں بنجامین مبتلا ہو گیا اس وجہ سے کتاب کی طرف زیادہ توجہ نہ کر سکا حتیٰ کہ مجھے کتاب کی صحت کرنے کا بھی موقع نہیں ملا اس لیے اس سیدھی سادھی مختصر کتاب کی بابت میں دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ اس میں عبارت آرائی ہو گئی یا اس

کتاب کے صفحات انشا پر دازی کا عمدہ نمونہ بن سکیں گے۔ اگر میرے ناظرین کو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس شہر والے مختصر فوج کی کامیابیوں مشکلات اور اسکی آئندہ امیدوں کا کچھ بھی اندازہ ہو جائے جو کہ حق پر اپنی جان دے رہی ہو تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہو گئی۔

میں نے بجز ترکی فوج اور ان مقامات کے جہاں ترکوں کا قبضہ ہو اور کوئی مقام نہیں دیکھا لہذا مجھے وہاں کے تمام حالات تحریر کرنا چاہیے تھے مگر بوجہ اس کے کہ ہنوز لڑائی جاری ہے ترکی فوج کی تقسیم اور اسکی تعداد یا عساکر عثمانیہ کے فوجی منصوبوں کے متعلق میں کچھ نہیں لکھ سکتا اور نہ میری رازداری میں فرق آئے گا اور لوگ مجھ پر حسرت رکھیں گے کیونکہ جو حالات میں طرابلس سے نہیں لکھ سکتا تھا اس وقت ظاہر کرنا ایمانداری کے خلاف ہو میں آپس در دیگر اخبارات کے آڈیٹروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنکے باعث سے مجھے ایطالیوں کی طرف کے حالات معلوم ہوئے ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ترکوں کو باوجود ہر جانب سے گھرے ہونے کے تمام واقعات کی خبر ہو اور باوجود سلسلہ پیغام رسانی قطع ہو جانے کے اپنے خاص دائرہ کے علاوہ دنیا کے دیگر مقامات کے حالات معلوم ہیں۔

ای۔ این۔ فبٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”محاربات طرابلس“

باب اول

موجودہ حالات و ائندہ کی بابت قیاسات

اس مختصر کتاب میں یہ امر ناممکن ہو کہ تفصیل کے ساتھ موجودہ جنگ کے وجوہات بیان کیے جائیں لیکن ظاہر ہو کہ جب سے فرانس نے ٹیونس پر سلاسلہء مین قبضہ کیا تھا اس وقت سے اٹلی نے یہ خیال کر لیا تھا کہ انجام کار وہی ولایت طرابلس کی قابض ہوگی۔ کرسی (سابق وزیر ایطالیہ) کو ٹونس نکل جانے کا بہت صدمہ ہوا تھا کیونکہ ایطالیوں کی آمدی و ہان بہ نسبت فرانسیسیوں کے بہت زیادہ تھی یہ دیکھ کر اُس نے اس امر کی کوشش سرگرمی سے شروع کی کہ طرابلس اُس کے ہاتھ لگ جائے اگر اسکی وزارت چند ماہ اور قائم رہتی تو کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ حملہ بیس برس پہلے کیا جاتا۔

اس سے قبل سلاسلہء مین پولین سوم سابق فرمانروائے فرانس نے بوقت ملاقات شہزادہ البرٹ سے مقام آذربین میں کہا تھا کہ طرابلس کا کچھ حصہ سردانیہ کو دیدینا چاہیے بعد ازاں جب کرسی کا وقت آیا تو اُس نے جان توڑ کوششیں کرنا شروع کیں کہ اُس کے ملک کے حقوق یعنی ایطالیہ کے عثمانی ولایت طرابلس پر دول یورپ تسلیم کر لیں۔ ٹیونس پر فرانس کے بلا مزاحمت اعلان سیادت نے جسیر پہلے سے وہ قابض بھی ہو چکا تھا کہ کرسی کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا کر دیے تھے اُس سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں فرانس

۱۲ شہر جنوور ملک و کٹوریا آجمنائی
۱۳ بحیرہ مین ایک جزیرہ فرانس کے جنوب اور اٹلی کے جانب مغرب واقع ہے پہل سلطنت اٹلی کے قبضہ میں ہے جس نے اندک
۱۴ ذکر یہ کہ اس زمانہ میں ٹیونس آف سپواشی شاہ سردانیا بھی کہلاتا تھا اس سبب سے سلطنت سردانیا کے ساتھ الحاق طرابلس کی تجویز تھی

اپنے مقبوضات کو شمالی افریقہ میں اور وسیع نہ کرے اور رفتہ رفتہ بحر روم (مڈیٹیرینین) فرانسیسی مقبوضات سے گھر کر فرانسیسی تالاب نہ بن جائے یعنی فرانس کی ملک نہ ہو جائے۔

یہاں پر بعض اقتباسات کر سہی کے مراسلات سے درج کیے جاتے ہیں جن سے اُسکی امید و ہم کا صاف حال کھل جائیگا۔ ایک خط میں جو کہ اُس نے اطالین سفیر متعینہ برلین (جرمنی) کو لکھا تھا تحریر کرتا ہوں چونکہ فرانسیسی سیادت بلا کسی مخالفت کے ظہور میں آگئی ہو اسی صورت سے طرابلس کا قبضہ بھی معرض شک میں نہ رہنا چاہیے۔ پس ہم کو ایسے ذرائع دریافت کرنا چاہئیں جنکی وجہ سے فرانس کو ٹیونس میں کامل اقتدار حاصل ہو سکے یا ہم کو یہ طور کر لینا چاہیے کہ طرابلس ہم کو مل جائے کیونکہ فرانس کی بری و بحری قوت کی روز افزون ترقی کو دیکھتے ہوئے یہی ایک صورت ہے جس سے ہم اپنی محافظت کر سکتے ہیں۔

ایک تحریر میں جو کر سہی نے لارڈ سالسبرری (سابق وزیر برطانیہ) کو بھیجی تھی لکھا تھا ”جمہوریہ (فرانس) کی روش سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس ملک (طرابلس) پر قبضہ کرنا چاہتی ہے کیونکہ وہ روز بروز اپنی سرحد آگے بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ اگر طرابلس ہم کو مل جائے تو یہ نتیجہ ہو گا کہ بزرگ ایتالیہ و انگلستان دونوں کے لیے یہ خطر نہ رہیگا۔“ اس تحریر کا جواب بذریعہ سفیر ایتالیہ متعینہ لندن ان الفاظ میں دیا گیا۔ آپ کی تحریر کا لارڈ سالسبرری پر بہت اثر ہوا اُنھوں نے مجھے مندرجہ ذیل مضمون کا تار دینے کی ہدایت کی ہے۔ ”اُنکو اس امر سے اتفاق ہو کہ جب بحر روم (میدٹیرینین) کی موجودہ بین الاقوامی حالات میں معمولی یا اہم تبدیلی کا وقت آئیگا اُس موقع پر یہ امر ناگزیر ہو گا کہ اٹلی طرابلس پر قبضہ کرے۔“ ایک بات میں لاسبرری کو آپ سے البتہ اتفاق نہیں ہے۔ اُنکا خیال ہے کہ طرابلس پر قبضہ کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ لارڈ سالسبرری نے اپنی رائے ذیل کے جملہ پر ختم کی ہے وہ کہتے ہیں ”گوٹنبرٹ ایتالیہ کو

۱۵ بزرگا۔ یہ مقام ساحل ٹیونس پر ہے تقریباً ۲۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے و مانہ سلف میں بہت نفیس بندرگاہ تھا لیکن بعد کو بوجہ مرعی کے حراب ہو گیا تھا اب فرانسیسیوں نے اُسکو درست کر کے بحری قلعہ بندی کر لی ہے اور بحری ضروریات کے لیے محفوظ مقام کا کام دے سکتا ہے۔“

طرابلس میں جا بیٹھا لیکن ایک شرکاری کو جو چاہتا ہو کہ ہرن کو مار کر شکار کرے اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک کہ اسکا شکار بندوق کی زد پر نہ آجائے تاکہ اگر نشانہ پورا نہ پڑے اور خالی زخم آجائے جب بھی گرفتار ہو جائے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت یہ خط لکھا گیا تھا اس وقت دولت عثمانیہ کی حالت نہایت مایوسی کی تھی اور ترکوں کے بڑے سے بڑے ہمدردوں کا یہ خیال تھا کہ اس سلطنت کے منتشر ہونے میں صرف وقت کا انتظار ہو۔ دولت عثمانیہ کی حالت مرویہ کی سی تھی اور یورپین ٹرکی کے حصے بخرے ہونے والے تھے ایسی حالت میں یہ امر یقینی تھا کہ صوبہ طرابلس کا جو سلطنت سے جدا شمالی افریقہ میں واقع ہے یہی انجام ہو۔

زمانہ حال میں ترکوں کے قومی جوش کا از سر نو تازہ ہونا دنیا کو صحت بین ڈال رہا ہو اور طرابلس میں باب عالی نے پانچ لاکھ فوج جنگ یونان و دیگر ضروریات کے لیے جمع کی تھی اور اب تو عثمانی فوج ایسی حالت میں ہے جسکی قوت کوئی سلطنت نظر انداز نہیں کر سکتی اب ٹرکی میں پارلیمنٹ کی حکومت کی جر مضبوط ہو گئی ہے اور باوجود بعض اہم مشکلات و بعض سخت غلطیوں کے بہت سی مفید و نتیجہ خیز اصلاحیں عمل میں آئی ہیں۔ یورپ کے نیک دل و شریف مزاج لوگوں نے دولت عثمانیہ کے مدبرین اور انکی مخلصانہ کوششوں کے بہت تعریف کی ہے لیکن یورپ کی چالبازیوں نے انکا کام خراب کر دیا ایک جانب صوبہ جات بوسینا و ہرزیگوینا ڈاکہ زنی کی بدولت نکل گئے دوسری جانب اٹلی کو موجودہ شرمناک لٹیرے پن میں نہ دی گئی۔ مجھ سے ایک ترک افسر نے بہت صحیح کہا ”جس وقت ہم اپنی اصلاح کی سعی کرتے ہیں یورپ ہماری کوششوں میں حائل ہو جاتا ہو“ اُسے بیان کیا ”تم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ تم بچہ کا پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیتے ہو اُسے زندگی کا موقع نہیں دیتے۔“

اُن بیوہ و دجوات پر جو اٹلی نے موجودہ جنگ کی بابت پیش کیے ہیں اس موقع پر

بحث کرنا فضول ہے۔ ہمارے (انگریزی) فارن آفس (محکمہ خارجہ) کی پالیسی چونکہ کم و بیش ایک حالت میں رہتی ہے اور ہر کام کا ایک سلسلہ قائم کیا جاتا ہے لہذا مجبوراً ماننا پڑیگا اور نہایت افسوس کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچنا ہوگا کہ دول یورپ کو جس میں انگلستان بھی شامل ہے اٹلی کے ڈاکہ زنی کے ارادوں سے واقفیت تھی اور انھوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ ان ارادوں کے پورا کرنے میں شہ دی۔ ہمارے یہاں خارجہ تعلقات کی یہ حالت ہو کہ جس طرح ملک شام کے کاشتکاروں کو باب عالی کے معاملات میں کوئی دخل نہیں اُسی طرح عوام انگریزوں کا اپنے محکمہ خارجہ پر کوئی اثر نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسا واقعہ کبھی دل خوش کن نہیں ہو سکتا جسے ہمارے ملک کے ۹۰ فی صدی باشندے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اور جسے بین الاقوامی ڈاکہ کھنا نہایت موزوں ہو اور طرہ یہ ہو کہ ہمارا محکمہ خارجہ بلاخفیہ مخالفت کے ایسی ڈاکہ زنی جائز رکھے درحالیکہ ملک میں لبرل پارٹی کی گورنمنٹ ہو۔ آخرین کیور کے قول کو ماننا پڑتا ہے کہ ہم سلطنت کے لیے وہ کام کرتے ہیں اور وہ تدابیر عمل میں لاتے ہیں جو اپنی ذات کے واسطے خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتے۔“

میں زمانہ حال کے معاہدات کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس زمانہ میں صرف عہد و پیمان اس لیے لکھے جاتے ہیں کہ جو وقت آنکی وجہ سے کسی فریق کو تکلیف پہنچنے لگے تو فوراً چاک کر ڈالے جائیں بشرطیکہ وہ فریق اس قدر قوت رکھتا ہو کہ بلاخرشہ اپنے عہد کو توڑ سکے۔ ۹ جون ۱۹۱۱ء کو مارکوش لیگیا نو (وزیر خارجہ ایطالیہ) نے پارلیمنٹ میں کسی سابق وزیر خارجہ اٹلی کے مفصلہ ذیل الفاظ دہرائے اور بیان کیا ”ایطالیہ کے محکمہ خارجہ کی ہمیشہ یہ ناقابل ترمیم پالیسی رہی ہے کہ خواہ یورپ میں خواہ افریقہ میں دولت علیہ عثمانیہ کی بقا اور سلامتی کو سنبھال رکھیں اور ممالک ترکی میں دولت عثمانیہ کی حکومت کا

برقرار رکھنا اپنا مقدس فرض خیال کر لیا، اسکے بعد ذیل کے الفاظ اور شامل کر کے بیان کیا ”اپنے پیشرو کے الفاظ دہرانے کی مجھے یہ ضرورت ہو کہ جو وجوہات متذکرہ بالا اعلان کے وقت تھے اس وقت بھی موجود ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی“ لیکن اسی وزیر نے ۹ ستمبر ۱۹۱۱ء کو متذکرہ بالا تقریر کے تقریباً چار مہینے بعد ترکی کو اس مضمون کا اعلان جنگ دیا کہ ایطالیہ کا قصد صوبہ جات سرنیکا و طرابلس پر قبضہ حاصل کرنے کا ہو۔

علاوہ ان کارروائیوں اور پیشندیوں کے جو کہ سب سے پہلے سے ہوتی چلی آتی تھیں اور اسباب بھی تھے جو موجودہ جنگ واقع ہونے کے معاون ہوئے اٹلی میں کنستولی پارٹی کے لوگ و نیز امریکی دلی خواہش تھی کہ قوم کی توجہ جمہوریت (وزیر اعظم اٹلی) کے سوشل اصلاحات کی طرف سے کسی اور جانب مبذول ہو جائے گو ان اصلاحات کی ملکیت بہت ضرورت تھی اور نتیجہ ان لوگوں کی حسب خواہش ہو ا کیونکہ جب سے یہ لڑائی چھڑی اس وقت سے ملک میں ”شخصی حق انتخاب“ یا ”ملکی بیمہ“ کے مسائل کا ذکر کہیں نہیں سنا جاتا علاوہ اسکے اٹلی والوں کو بھی ہماری طرح شکست اڑودہ کا مصعبہ دور کرنے کا جنون پیدا ہوا جس طرح ہم پر شکست مجبور کے انتقام کا بھوت سوار ہوا تھا اسی طرح اٹلی میں ادودہ کا خبط شروع ہوا لیکن یہ جوش و نشاط امینیا (جیش) والوں کے خون کے بجائے طرابلس والوں کا خون بہا کر ٹھنڈا کرنے کا خیال پیدا ہوا اٹلی کے مہاجنوں نے بڑے بڑے جلسے کیے جس میں جب الوطنی کا جوش جی بھر کے ظاہر کیا گیا اور ملک طرابلس کی فرضی ذرخیزی

۱۰ یہ مقام ملک امینیا (جیش) میں مصوع کے قریب واقع ہو۔ آخر الذکر پر ایطالیوں کا قبضہ ہو۔ دس بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ ایطالیوں کو ایک بار فاتحانہ جوش جیش کے خلاف پیدا ہوا تھا چنانچہ اس مقام پر بہت بڑا معرکہ ہوا اور تقریباً پانچ چھ ہزار ایطالی فوج کام آئی کل بارہ ہزار آدمی تھے باقی بمشکل بنی جان بچا کر بھاگ گئے ۱۲

۱۱ جو یہ ملک شمال (جنوبی افریقہ) کے اندر ایک پہاڑی کا نام ہو۔ شہرت کی وجہ یہ کہ یہاں پر مسیحیوں میں یوہنہ کے انگلیزوں کو سخت شکست دی تھی ۱۳

بہت شدہ مد کے ساتھ بیان کی گئی اور اس چالاکی سے اپنے ذاتی اغراض و حوصلے مطمع پر پردہ ڈالا گیا۔

ایک زمانہ سے اٹلی کے اخبارات سرزمین طرابلس کی شادابی اور وہاں کے معدنیات کی تعریف کرتے چلے آتے ہیں اور اس قسم کے مصنامین کئی برس سے نکل رہے ہیں حتیٰ کہ اٹلی میں سب سے زیادہ رائج اور عام پسندیدہ گیت ہو گیا ہے جو ”اچھے طرابلس“ سے شروع ہوتا ہے وہاں کی خوبیوں میں کیا شک ہو! میرے نزدیک اس سے زیادہ ناموزوں لفظ ایسے ملک کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا جہاں خشاک ریگستان اور بے آب و گیاہ میدانوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا ہو مجھے امید ہے کہ جسوقت جنگ کا سودا کم ہو گا تو اٹلی والوں کو معلوم ہو گا کہ انکو کس پیرحمی کے ساتھ دھوکا دیا گیا اور طرابلس کی زرخیزی کے قصے سارے ہوا ہوا سوقت بھی سمجھ دار لوگوں میں چھبیگونیان شروع ہو گئی ہیں کہ اس مہم میں عقل و ردوراندیشی سے کام نہیں لیا گیا۔

مثلاً ہم اخبار ”گلوبل سلسلی“ مطبوعہ، و جنوری کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہیں جس سے یہ پتہ چلیگا کہ اہل ریٹالیہ کے سامنے طرابلس کے متعلق کس قسم کی شہادت پیش کی گئی ہو۔ اس مضمون کی سرخی حسب ذیل ہے ”اٹلی کو حیثیت مالی فوائد کے قبضہ طرابلس کی ضرورت“ اور اس مضمون کا گھننے والا ایک شخص فلس نامی ہے جو جزیرہ سلسلی کی طرف سے ایٹالین پارلیمنٹ کا ممبر ہے اور سوشلسٹ پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس شخص کی لٹرائیون نے اور ایسی ظالمانہ جنگ کی حمایت سے ہر سچے سوشلسٹ کے دل میں اسکی جانب سے نفرت اور حقارت پیدا کر دی ہے۔ اس شخص کے بیان کے بموجب اس کے

سلسلہ یورپ کے ایک پوائنٹل فرقہ کا نام ہے جس کے اصول یہ ہیں کہ ہر شخص ایک دوسرے کے مساوی حیثیت رکھتا ہے دولت یا عہدہ کے لحاظ سے جو امتیاز انسانوں کے درمیان ہو جاتا ہے وہ نہ ہونا چاہیے ایک کی دولت دوسرے کے کام آنا چاہیے ذاتی ملک کوئی شخص نہیں ہو سکتا ہے جو بین الاقوامی مفاد رکھتا ہو اس کے بجائے ایک کو دوسرے کی مدد کرنا چاہیے وغیرہ غرض مساوات اصل اصول ہے ۱۲

تین دوست محض زمین کی شادابی دریافت کرنے کے لیے طرابلس کو جنوری کے مہینے میں لگے۔ نیز یہ تحقیقات بھی مد نظر تھی کہ آیا اس ملک میں زراعت کو کمان تک ترقی دیا جاسکتی ہو اس وفد میں متذکرہ بالا تین شخصوں کے نام۔ لوگھی۔ گیلونی۔ بلوگنسی تھے جن میں سے کم سے کم دو شخص سوشلسٹ پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ فلس کا بیان ہو کہ جب اُس نے ان تینوں کو قائل کر دیا کہ طرابلس میں زراعت کو ترقی دینے سے کیا کیا نفع ہونگے تب اُنکو بالکل اطمینان ہو گیا اور اُن لوگوں نے حامی جنگ جماعت کی طرفداری پر آمادگی ظاہر کی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حضرات نے سوشلینزم کے کیا معنی سمجھ رکھے ہیں تعجب ہو کہ اُنکو مطلق اس امر کا خیال بھی نہ آیا کہ اخلاقاً ان پر کیا الزام عائد ہوگا جو بات ان حیرت انگیز سوشلسٹ جماعت والوں کے ذہن میں آئی وہ یہ تھی کہ ”اُنکو نفع کیا ہوگا“

اب میں اُس مشاہدہ کا ذکر کرونگا جسکی بنا پر ان محققین نے متذکرہ بالا ارے قائم کی یہ کہ طرابلس پر قبضہ ہونے کے بعد چاروں محققان زراعت پہلے بمقام سیدی مصری آئے بعد ازاں اپنی فوج کے خندقوں سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر معائنہ کیا لیکن کیا دیکھا۔ ریگستان میں کچھ سبز و نظر آیا۔ یا جب اپنی گاڑی پر اور دور نظر دوڑانے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہی ریتلا میدان اور خاردار جھاڑیوں کے جنگل دکھائی دیے غرض ساری دیکھ بھال یہیں پر ختم ہو گئی کیونکہ ملک طرابلس کے اندر جبکہ اُنکے ہموطنوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ الحاق کیا تھا معدودے چند مقامات کے سوا اور کوئی سیرگاہ نہ تھی لہذا کسی اور مقام کی سیر کرنا محال تھا۔ میں نے خود اُن خاردار جھاڑیوں کے جنگل کو دیکھا ہے میدان کے میدان چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں سے بھرے ہیں جنگلی بلندی ۱۸-۱۹ فٹ سے زائد نہیں ہوتی اور صرف اُن کا یہ ہو کہ اونٹ سا جانور بھی شاید ہی مرنے لگے تو کھائے ورنہ جانور تک نہیں چھوٹے۔ ان فوق العادہ معلومات حاصل کرنے کے بعد چاروں معزز عہدہ داروں نے

ذرائع آبپاشی پر بحث شروع کی اور اپنے رہنما کے ذریعہ سے یہ دریافت کر لیا کہ آگے
 نخلستان میں پانی کی بہت کثرت ہو اور یہ بھی پتہ چلا لیا کہ ہر عرب کے گھر میں ایک کنواں ہو نیز
 یہ بھی معلوم کر لیا کہ نخلستان کے باہر آبپاشی کی کمی بکثرت شبنم گرنے سے پوری ہو جاتی ہے
 شبنم باری کے بے سرو پا بیان کے علاوہ اس وفد کو عام ذرائع آبپاشی کے متعلق ایسے
 ملک کی بابت جو ان کے وطن اٹلی سے بیچگو نہ وسعت میں زائد ہو کافی اطمینان ہو گیا اور اس
 تشفی کی بنا صرف یہ تھی کہ نخلستان طرابلس میں پانی کی کثرت ہو جس کا خاص سبب یہ ہو کہ
 شہر طرابلس کی مٹی چکنی ہو اس وجہ سے وہ پانی کو سمندر کی طرف چٹانوں سے گزرنے کے بعد
 بہنے سے روکتی ہو اور جذب کر لیتی ہو۔ فلس صاحب اپنی تحقیقات کا مزید ثبوت یہ دیتے ہیں
 کہ طرابلس میں پانی کی کثرت اس بات سے ثابت ہوتی ہو کہ الجزائر میں ۶۸ کنوؤں سے
 فی منٹ ایک لاکھ سترہ ہزار لائٹ پانی نکالا جاسکتا ہو۔ لیکن یہ بیان کرنے کے وقت انکو
 اس بات کا مطلق خیال نہیں رہا کہ شمالی افریقہ کا وہ حصہ جس میں مراکش - الجزائر اور ٹیونس
 واقع ہیں طرابلس سے جدا کا حیثیت رکھتا ہو کیونکہ ملک طرابلس صحرائے عظیم کے کنارے
 پر واقع ہو اور بقول ہجران جغرافیہ لمحاظ حیوانات کے یہ خطہ دیگر ممالک افریقہ سے اپنے
 حالات کے لحاظ سے فرق رکھتا ہو اور اس حصہ دنیا میں شامل کیا جاسکتا ہو جس میں یورپ
 واقع ہو۔ مثلاً ممالک مراکش - الجزائر - اور ٹیونس کا اوسط بارش ۲۰ سے لیکر ۴۰ - انچ
 تک فی سال ہو بخلاف اسکے بقول فرانسیسی کانسٹنٹین بنی غازی واقعہ سرنیکا کے
 جو طرابلس کا سب سے شاداب صوبہ ہو وہاں کا اوسط بارش ۱۱ - انچ سے زائد نہیں ہو
 فلس صاحب کے دلائل پر جو غصوں نے دیکر ممالک کا مقابلہ کر کے پیش کیے ہیں تنقید
 کرنے کے بعد ہم اس قدر کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ اس کل در دوسری تحقیقات کا جسکی نعت
 ”الف لیله“ کے قصوں سے زائد نہیں ہو اس حل خوش کن تاریخ پر خاتمہ ہو گیا جس کا مضمون

حسب ذیل ہڈی ہم سب نے صحرا کا معائنہ کیا وہاں کی کل راضی قابل زراعت پانی“ قصہ مختصر جب سے فرانس نے ٹیونس پر قبضہ کیا ہوا سوقت سے طرابلس کے متعلق اٹلی والوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ وہ کسی امیر کا سچا سچا یا باغ کے مثل ہو۔ طرابلس کی شادابی کے قصے اس طور سے بیان کیے گئے کہ وہاں کا نقشہ انکی آنکھوں کے سامنے حرکت کرتے والی تصویروں کی طرح پھرنے لگا۔ اٹلی کے خفیہ نویس کے بعد دیگرے طرابلس کے متعلق عموماً اور سرزمین کی بابت خصوصاً نہایت مبالغہ آمیز حالات لکھتے رہے ہیں لیکن بقول ڈاکٹر گرگوری کے ان بیانات کو بھی اگر نظر تعمق دیکھا جائے تو ملک کی عام ویرانی و غیر شادابی کا پتہ چل سکتا ہو۔ اس سرزمین کے متعلق اپنے ذاتی تجربہ سے جو کہ مجھے جبل اور ساحل سمندر کے درمیان کا حصہ ملک کے دیکھنے سے حاصل ہوا ہے بیان کر سکتا ہوں کہ مجھے اس قوم پر حیرت ہوگی جو ایسے ویران اور بے آب و گیاہ خطہ کے لیے اپنی دولت اور جانین ضائع کرے۔

اگر اٹلی کے کاشتکاروں نے ان نا تجربہ کار نامہ نگاروں کی دل خوش کن تحریروں پر اعتبار کر لیا اور ترک وطن کر کے طرابلس کی سکونت اختیار کر لی تو یقین رکھنا چاہیے کہ بقول لارڈ سائبرے کے ”اس زمین کو ہلکا پائینے“ یعنی اگر نفع بھی ہوا تو بہت ہی قلیل ہوگا۔

ڈاکٹر گرگوری کی تحقیق جو نہایت واضح اور صحیح معلومات پر مبنی ہے ہرگز اٹلی والوں کے بیانات کی تصدیق نہیں کرتی انکا مضمون کا نظیری رویہ مطبوعہ دسمبر میں ”سرخ طرابلس“ سے کیا نفع ہو سکتا ہے“ چھپا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نہایت منصف مزاج ہیں اور انکی رائے اسوجہ سے صائب ہے کہ انھوں نے مسطر زنگول کے وفد کے ساتھ سرزمین کا سفر کیا ہے جبکہ موصوف نے اس امر کی تحقیقات کرانی چاہی تھی کہ آیا صوبہ مذکور یہودیوں کی نو آبادی کے لائق ہو یا نہیں۔ اس کمیٹی میں پانچ ممبر تھے ایک ان میں مسٹر ڈونچینیر تھے

جنکو آہپاشی کے علم میں خاص مہارت ہو دوسرے ڈاکٹر ٹراٹر تھے جنھوں نے فن زراعت کی اعلیٰ ڈگری اڈنبرا یونیورسٹی میں حاصل کی ہو اور ملک سوڈان میں آخر الذکر نے کاشتکاری بھی کی ہو لہذا یہ لوگ بمقابلہ اوروں کے صحیح راے دینے کی زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اس تحقیقات کا نتیجہ نہایت مایوسانہ نکلا ڈاکٹر گریگوری اپنی رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں کہ ”سرنگیا کی بابت گوتام ملک میں نہایت شاداب صوبہ ہو لیکن بوجہ کثیر رقبہ ناقابل زراعت آراضی کے و نیز بوجہ کمی پانی وغیرہ مستقل ذرائع آب رسانی کے ہم کو مجبوراً لکھنا پڑتا ہو کہ یہ ملک وسیع پیمانہ پر زراعتی نوآبادیوں کے لائق نہیں ہو“

شمالی افریقہ کے ذرائع آب رسانی دل چسپی سے خالی نہیں ہیں پرانے زمانہ کا قصہ ہو کہ اسکندر یہ سے غلہ کے جہاز کے جہاز لدے ہوئے اٹلی جایا کرتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہو کہ انھیں میں سے ایک بید پال حواری رومہ پہنچے تھے۔ سرنگیا جسے پیشتر سائرن کہتے تھے رومہ و نیز نیٹیم (قسطنطنیہ) کا بیوتات خانہ بنا ہوا تھا اور اس صوبہ سے ان ملکوں کو غلہ جاتا تھا۔ کوئی زمانہ وہ تھا کہ اگر کبھی اس غلہ کی درآمد برآمد میں خلل واقع ہونے کا ذرا بھی اندیشہ ہوتا تھا تو روم کا شہنشاہ اور اسکے عمال نہایت پریشان ہو جاتے تھے خصوصاً ایسے وقتوں میں جبکہ کسی شہنشاہ کی قوت و اقتدار کا دارم دار ان حوارج کے ہم پونچانے اور ان کے عمدہ انصرام پر ہوتا تھا ایک مرتبہ یہ واقعہ ہوا کہ غلہ کے چند جہازوں کے آنے میں تاخیر ہو گئی پس اس تاخیر کا الزام حکیم سوفیٹر پر لگایا گیا کہ اُس نے اپنے جادو کے زور سے غلہ کے جہازوں کی دین چنانچہ شہنشاہ قسطنطنین نے اس الزام میں حکیم مذکور کو فرائض قتل کر دیا اور اسپر مصر صاقدی آگیا کہ ”ایروشنی طبع تو برسن بلا شندی۔ یہی الزام آتھنسیس اعظم پر لگایا جانے والا تھا اور وہی سزا ملنے والی تھی لیکن بیچارہ بال بال بچ گیا۔

منذکہ بالاحالات پڑھ کر سوال پیدا ہوتا ہو کہ اب وہ کھیت اور پیداوار کہاں گئے؟ کیا شمالی افریقہ کی آب و ہوا میں ان بیس صدیوں کے اندر کوئی عظیم تبدیلی واقع ہوئی؟

بادی النظر میں تو یہی معلوم ہوتا ہوتا ہے نہ اس کے سوا کوئی اور نتیجہ نکالا جاسکتا ہو یہ اسے شہر وں کے کھٹے بھی جیل میں انون میں نظر آتے ہیں مثلاً ٹکاؤں ایک پر اسے شہر کا نام کے عجیب کھنڈرون میں وہاں کے تھیل کی عمارت ہو جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ چار ہزار آدمیوں کی جگہ ہوگی وہاں کی بازار اور عید کا ہوں سے معلوم ہوتا ہو کہ وسیع پیمانہ پر تعمیر کیے گئے ہونگے۔ تعجب انگیزہ امر ہو کہ آخر اتنی بڑی آبادی کے لیے پینے کا پانی کہاں سے آتا ہوگا جس کے باعث سے کبھی اس شہر کی سنان اور خاموش دیواروں کے اندر چل پہل ہوگی۔ سب سے زیادہ حیرت اس امر پر ہو کہ وہاں کے حمام افریقہ بھر میں سب سے بڑے مشہور تھے آخر ان کے حصوں کے لیے پانی کن ذرائع سے مہیا کیا جاتا ہوگا۔ طرابلس سے چھ سو میل جانب جنوب ایک مقام غاٹانامے واقع ہو جس کا قدیم نام رپسہ تھا اس مقام کی بابت یہ پایا جاتا ہو کہ رومیوں کے زمانہ میں بہت بڑی تجارت کی منڈی اور فوج کی چھاؤنی تھی۔ کیا ساری فوج اور شہر کی آبادی کو انھیں کنوؤں سے پانی پہونچایا جاتا تھا جو کہ قوت نہایت کس مہر سی کی حالت میں موجود ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں عظیم تغیرات ہو سے ہیں مثلاً ملک عرب جو کبھی آباد اور خوش حال ملک تھا اسی طرح وسط ایشیا کے ریگستانوں میں ریت کے ہٹنے سے کئی شہروں کے کھنڈرات دریافت ہو سے ہیں جن کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہو کہ یہاں تقریباً سات سو برس دھڑکھی آبادی ہوگی۔ کیا ہمارے کرہ زمین کی قوانین کا بجا فضا ہوتی جاتی ہیں؟ کیا ہماری آئندہ نسلوں کو انھیں مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا جو بقول پروفیسر لودل کے اس وقت میرج کی آبادی کو درپیش ہیں اور وہ فضا ہوتی جاتی ہو۔

باوجود ان تمام سب حالات کے طرابلس میں مقامی تحقیقات، و نیز تاریخی شواہد سے اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ اس ملک میں دو ہزار برس کے اندر کوئی عظیم تغیر واقع ہوا ہو

رومیوں نے پانی کے محفوظ اور جمع کرنے اور نیز تقسیم میں بہت جانفشانی کی تھیں اپنے سفر میں مجھے کئی بار اتفاق ہوا کہ میدان میں چلتے چلتے رومیوں کے زمانہ کا بنا ہوا حوض یا اس کے کھنڈ نظر آگئے علاوہ اسکے ڈاکٹر گریو نے بھی لکھا ہے کہ ٹولمائی میں باوجود بندرگاہ ہونے کے پانی کسی باندھ کے ذریعہ سے اتنا تھا جو کہ اندرون ملک میں کسی جگہ تعمیر کیا گیا ہوگا۔ نیز ڈاکٹر مذکورہ سٹریبو کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ مارکس کیٹو کے زمانہ میں طرابلس کے جغرافیہ حالات ہو ہو یہی تھے جو اس وقت موجود ہیں یعنی سخت گرمی اور گرمی ریت والے میدان جنکے درمیان میں جا بجا غلستان اور کنوین واقع ہیں انکو چاہیے تھا کہ ہر دو ٹوس کی تقریب بھی شہادت میں پیش کر دیتے وہ لکھتا ہے کہ ”ملاک لیبیا طرابلس کا قدیم رومی نام“ کے بالائی حصہ میں درندوں کی کثرت ہو اور آگے بڑھ کر بحر الیگستان کے اور کچھ زمینیں ہو جو بالکل خشک و سنسان و بے آب و گیاہ ہو ”اسی صنف نے ایک قصہ لکھا ہے جسکی صحت میں وہ بھی شبہ ظاہر کرتا ہے اور یوں شروع کرتا ہے کہ ”یہ قصہ بقول اہل لیبیا طرابلس بیان کیا جاتا ہے“ قصہ یوں ہے کہ ایک بازنطینی ہو اچلی جسکو طرابلس میں ”خمیسین“ یا ”غملی“ کہتے ہیں تو سیلی (غالبا کوئی دیوتا ہوگا) نے چاہا کہ ہوا کے ساتھ جنگ کرے کیونکہ ہوائے سب تالاب اور حوض خشک کر دیے تھے لیکن جب وہ ریگستان کے کنارے پہونچا تو جنوبی ہوا پھر چلی اور وہ ریت کے اندر فنا ہو گیا۔

قصہ کوتاہ یہ بات قیاس میں آسکتی ہے کہ انتہائے محنت و استقلال و رہنمائی و پیہ لگانے کے بعد زمانہ حال کے رومی (اہل ایطالیہ) پانی محفوظ کرنے کے لیے بڑے بڑے تالاب کھودیں اور نئی چال کے گھرے گھرے کنوئیں بنائیں تو ممکن ہو کہ طرابلس کے بعض فکر و ن میں ایک حد تک وہ پیداوار ہونے لگے جیسی کہ پرانے قصوں میں سننے میں

لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ زمانہ بحال میں سمندر کے ذریعہ سے مال دھوا دھو جانے میں کس قدر کم خرچ ہوتا ہو اور کتنا کم وقت لگتا ہو پس اس امر کو دیکھتے ہوئے ایسی رعیت کی کامیابی میں جسکا دار و مدار انسان کی حکمت اور بصیرت کثیر ذرائع آبپاشی پر ہو اور جس رعیت کو موسموں کی عجیب و غریب تبدیلیوں کا سامنا کرنا پڑے بمقابلہ ان ملکوں کے جہاں قدرت نے آسانیاں پیدا کر دی ہیں بہت مشتتبہ معلوم ہوتی ہے۔ اٹلی میں نئے صوبہ (طرابلس) کے اندر زیتون کی کاشت کی بڑی دھوم تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ طرابلس میں پھل لانے والے زیتون کے درخت بہت کم ہیں دوسری بات یہ ہے کہ زیتون بہت دیر میں پھلنا ہوا اور پھل دینے پر بھی فی درخت ۱۲ ار سے زیادہ روغن زیتون نہیں نکل سکتا۔ ڈاکٹر گریوری کی رائے میں زیادہ سے زیادہ اس کم نصیب ملک کی بابت یہ کہا جاسکتا ہو کہ وہاں جو کی پیداوار میں اعنافہ ہونا ممکن ہے۔ جو کی موجودہ پیداوار یہاں کے باشندوں کو کفایت کر جاتی ہو اور انکی ضروریات سے جو بچ جاتا ہو وہ ہاٹھانڈ میں ولسکی (دشرب) کے کارخانوں کو بھیج دیا جاتا ہے۔

ماہ دسمبر میں اہل ایطالیہ کو دو واقعات سے بہت تکلیف پہونچی اول یہ کہ فریسی فوج نے نخلستان و جنت پر قبضہ کر لیا دوم یہ کہ مصری حکومت نے شہر سلوم مع خلیج سلوم کے باہر اے سلطان المعظم اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ اٹلی والوں کو فرانس و برطانیہ کے غیر مخلصانہ رویہ پر غصہ اور نفرت پیدا ہوئی اور وہ قوم جو اپنی ڈاکر زنی کی حمایت میں سرگرم تھی دوسروں پر اعتراض و ناراضی کا اظہار کرنے کو تیار ہو گئی جنکا صرت اسی قدر قصور تھا کہ انھوں نے نہایت خاموشی سے اس ملک کے نہایت قلیل حصوں پر قبضہ کر لیا جسے دیکھ کر اٹلی والوں کے منہ میں پانی بھرا یا تھا۔ اس قسم کے بہت سے مراسلات اخباروں میں بھیجے گئے منجملہ انکے ایک مضمون کو مینی کا جو اٹلی کا مشہور شخص ہے لکھا ہوا تھا وہ تحریر کرتا ہے ”چونکہ سلوم فرانس و برطانیہ کا ایک

جزد ہو اور اٹلی نے اسپر اعلان الحاق کر دیا ہی پس ایسے ملک کو جس پر اٹلی کی کامل حکومت کا اعلان ہو چکا ہو مصر یا برطانیہ کیونکر عطیہ سلطانی سمجھ سکتے ہیں۔ آخر مصر کے حدود کی تبدیلی بار بار صوبہ ہسرنیکا کے علاقہ کو گھٹا کر کیا معنی رکھتی ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اٹلی اور ٹرکی کے درمیان جنگ چھڑی ہو۔ اول تو برطانیہ نے نہایت کامیابی کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے جہازوں کی ناکہ بندی اُس علاقہ سے ہٹائی جائے جسے مصر میں شامل کر نیکا اُسے پہلے خیال ہو چکا تھا حالانکہ ہماری ناکہ بندی اہل مصری سرحد تک تھی جیسی کہ نقشون میں مندرج ہو اور آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سلطان کی فیائی سے مصری سرحد سلوم تک بڑھائی گئی حالانکہ سلطان کو اُس ولایت کی ایک گز زمین جدا کر نیکا اختیار نہیں تھا جو اُنکے ہاتھ سے جا چکی ہو۔ انگلستان کو کیا حق حاصل تھا کہ جنگ درمیان اٹلی اور ٹرکی کے ہو اور نفع خود اٹھائے؟

میرے نزدیک کسی کو اٹلی کی ناراضی پر تعجب نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُسکی حملہ آور فوج چند ہند رگا ہون میں محصور پڑی ہو باوجود صرف کثیر برداشت کرنے اور ہزاروں جانیں ضائع کرنے کے اب تک اپنے جہازوں کی پناہ یعنی تین میل سے زائد آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکی اور یہ دیکھ کر ساری دنیا کا یہ حال ہو کہ اعلان الحاق پر مضحکہ اُڑاتی ہو برخلاف اسکے فرانس و برطانیہ بلا کسی تکلیف یا خرچ برداشت کرنے کے ایک نے ایسا حصہ جانب جنوب اپنے قبضہ میں کر لیا ہے جس میں آگے بڑھنے کی بہت گنجائش ہو اور دوسرے نے جانب شمال مشرق دو سو میل سمندر کے کنارے کی اراضی اسی طرح اپنے زیر حکومت کر لی ہو۔

خلستان و جنت پراس طور سے قبضہ کیا گیا کہ ۲۴ نومبر کو سوجوان دیسی فوج کے الجریا کی جنوبی چھاؤنی سے فرانس نے مجبوریے اور ایک دستہ عرب بے قاعدہ رسالہ کو بوقت ضرورت تیار رہنے کا حکم دیدیا اور اس طرح جبریہ قبضہ حاصل کرنے کا دہی بھیجی

برمانہ کیا جیسا کہ اکثر ایسی حالتوں میں کیا جاتا ہو یعنی یہ کہ جب سے لڑائی چھڑی ہو اس
ضلع میں بد امنی کا دور ہو گیا ہو، کیونکہ ترکی فوج 'غاط' و 'شہر غدیم' خالی کر کے جنگ میں
شامل ہونیکے لیے ساحل سمندر کی طرف ہٹ گئی تھی۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ فرانس کی حکومت
کو غاط کے قرب و جوار میں ترکی دستوں کی موجودگی سلسلہ میں دیکھ کر استعجاب و زنگواری
پیدا ہو چکی تھی اس لیے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وجنت اپنے قبضہ میں لے لیا ظاہر ہو
کہ دولت عثمانیہ اس وقت بوجہ دیگر مشکلات کے مداخلت نہیں کر سکتی تھی لہذا اس سے
بہتر موقع نہیں ہاتھ آ سکتا تھا۔

حال کے نقشوں کے بموجب جو کہ ملک طرابلس کے نوارہ میں شائع ہوئے ہیں
یہ پایا جاتا ہے کہ وجنت غاط سے تقریباً ۹ میل جانب جنوب و غرب واقع ہو اور گردو
نواح کی زمین پر زراعت ہوتی ہو جس کا سلسلہ کوہ ٹیسی تک چلا گیا ہو۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ
فرانس کو اس دور دراز اور تقریباً غیر آباد خطہ پر قبضہ حاصل کرنے سے کیا فائدہ پہونچے گا
کاروانوں کے راستہ سے یہ مقام نزدیک ہو یعنی تقریباً ۶۰ میل کے فاصلہ پر ہو گا جو کہ
غدیم و غاط سے گزرتا ہوا جنوب کی جانب مغربی صحرا کی طرف چلا گیا ہو۔

یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ غلاموں کے ہم پہونچانے کے لیے ہمیں جو مراکش کو جانے والے
ہوتی تھیں نخلستان وجنت میں جمع کی جاتی تھیں اور وہیں سے انصرام پانی تھیں اور
یہ جیلہ اس وقت بھی پیش کیا گیا تھا جبکہ کپتان ٹوشارڈ نے ۱۹۰۵ء میں فرانس کی جانب
سے قبضہ کیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء میں سلطانی فرمان اس مضمون کا نافذ ہوا تھا
کہ یہ خطہ اس وقت تک بلا تصفیہ حیثیت سے مانا جائے جب تک کہ سہرہ کی
حد بندی نہ ہو جائے۔ اب اس موقع پر فرانسیسی حکومت یہ وجہ پیش کرتی ہے
کہ ترکوں نے خود اس فرمان کی پابندی کرنے سے ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء میں انحراف
کیا، اس سبب سے اسے ہمیشہ کے لیے اس ہٹے دن کا جھگڑے کو

چکا دیا۔

فرانس کے اس بیقاعدہ طریق عمل کے مقابلہ میں جو کہ وجہت کے معاملہ میں ظاہر ہوا ہمارے الحاق سلوم کا طریقہ زیادہ پسندیدہ و قرین انصاف ہی کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کو سلطان نے خود عطا کیا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اس واقعہ کے بہت پہلے دولت عثمانیہ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ حکومت برطانیہ کل طرابلس پر قبضہ کر لے لیکن ہماری جانب سے یہ تجویز اور ذمہ داری بعد شکریہ کے نام منظور کی گئی۔

خلیج سلوم کے متعلق باب عالی و حکومت مصر کے درمیان ایک زمانہ سے دوستانہ مباحثہ چلا آتا ہے۔ حدیثیہ عظم کی سلطنت اور طرابلس کے درمیان حد بندی ہمیشہ غیر مستقل رہی مسئلہ کے سلطان فرما میں جب کی بنا پر محمد علی کو مستقل حکومت مصر کی عطا ہوئی تھی یہ ذکر تھا کہ نقشہ منسلک میں حد بندی صاف طور سے ظاہر کر دی جائیگی۔ لیکن فرمان تذکرہ بالا کے ساتھ کوئی نقشہ شامل نہ تھا۔ بہر حال باب عالی کی جانب سے ہمیشہ یہ کہا گیا کہ اس لکھنئیس سے مصری حد شروع ہوتی ہے برخلاف اسکے مصر کی جانب سے یہ اصرار رہا کہ وہاں کی مغربی حد خلیج سلوم ہے۔

ان دونوں دعویٰ میں تقریباً دو سو میل کا فرق پڑتا ہے بندر گاہ سلوم میں یہ بہت بڑی صفت ہے کہ علاوہ بطریق کے اس ریگستانی اور ویران ساحل پر صرف وہی ایک مقام ہے جہاں عمدہ لنگر گاہ تیار ہو سکتی ہے۔ اگر سمندر کے اندر ایک باندہ تعمیر کر دیا جائے تو نہایت مفید بندر گاہ بن جائیگی اور نہایت آسانی سے قلعہ بندی بھی ہو سکیگی۔ لہذا اہل ایطالیہ کے حال پر افسوس آتا ہے کیونکہ وہ بطریق جسکا کہ بہت شہرہ تھا اوجیکلی بابت کہا جاتا تھا کہ آئندہ بحری ضروریات کے لیے نہایت محفوظ اور مضبوط مقام ثابت ہوگا ایسی صورت میں بالکل بیکار ہو جائیگا جبکہ اس سے اتنی میل کے فاصلہ پر ایسا مقام موجود ہوگا جیسی کہ سلوم کی گہری بندر گاہ ہے اور جہاں کہ برطانیہ کا مشفقہ طریقہ بحفاظت قیام کر سکیگا

ایک اور طریقہ یہ جسکی بنیاد پر امید ہو کہ خدیو معظم کے جدیدہ سلطنت میں جو کہ خلیج فارس کے گرد واقع ہو آئندہ یہودی و ترقی کی صورت پیدا ہو جائے وہ یہی کہ جزیرہ مالطہ کی کثرت آبادی وہاں کی حکومت کے واسطے مدت سے باعث وقت و پریشانی تھی لہذا کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا کہ بندر گاہ سلوم میں وہاں کے باشندے اگر آباد نہ ہوں اور اہل مالطہ جو بحیثیت ایک سلطنت کی رعایا ہونے کے ہمارے ہم بلکہ ہیں یہاں نو آباد قائم نہ کریں اور وہاں کی زائد از ضرورت آبادی کے واسطے مقام سلوم عمدہ جای قیام نہ ثابت ہو۔ سلوم کے اندر کبھی کاروانوں کی گزرگاہ نہیں رہی لیکن سنا جاتا ہے کہ دہان بیٹھے پانی کی بہت کثرت ہو اور آئندہ چل کر زراعت کو ترقی ہونا امکان پذیر ہو۔ لہذا یہ امر ممکن ہو کہ تھوڑے دنوں میں مالطہ کے نیک چلن اور حفاکش باشندوں میں سے بعض کے لیے خلیج میں جا بجا روزی کمانے کے ذرائع نکلیں خدیو معظم کی ساحل والی ریلوے لائن سلوم تک ضرور بڑھائی جائیگی اور اگر سلوم اور بندر گاہ سوڈاں بدریہ کو مل جوتی ہوئی ملا دیے جائیں تو سلوم کی مرفع الحالی کی کوئی انتہا نہ رہیگی۔

لڑائی کے پیشتر کا حال یہ ہو کہ دولت عثمانیہ اس جنگ کے لیے بالکل تیار نہ تھی اور اس فرد گزاشت کا سارا الزام اہل میں حقی پاشا کے سر لگا نا چاہیے آج کل کا وہ زمانہ ہو کہ ٹرکی سے زائد دو متمند سلطنتیں بڑے پیمانہ پر بحری و بری قوت کے قائم رکھنے میں اخراجات کے بوجھ سے پھلی جاتی ہیں بلکہ پس جانے کے قریب ہیں لہذا ٹرکی نے ٹرکی و انانی سے کام لیا کہ اسے بحری قوت کے درست کرنے میں کثیر مصارف جو کہ اس کے لوازمات سے ہیں نہیں برداشت کیے بلکہ اس خیال کو ذہن سے نکال دیا اور اپنی ساری قوت بری فوج کی درستی اور اسکو کام کے قابل بنانے میں صرف کی۔ اس فوج کے تیار کرنے سے ٹرکی کا منشا یہ ہو کہ بلغاریہ اور روس کے مقابلہ میں جن سے ایک نہ ایک دن لڑائی ہونا لازمی ہو کام آئے۔ اسی سبب سے گزشتہ مین کی بغاوت میں شوکت پاشا (وزیر جنگ) عساکر

متعینہ اڈر یا نوپل و قسطنطنیہ سے عرب کی جانب مدد بھیجنے پر راضی نہیں ہوئے لیکن طرابلس میں پندرہ ہزار فوج موجود تھی جن میں اکثر اہل عرب بھرتی تھے اور سلطانی فوج متعینہ یورپ کے مقابلہ میں کم درجہ کے ہتھیاروں سے مسلح تھے مدد کے لیے بھیج دیے گئے حقیقی پاشا اور وزیر جنگ کے درمیان اس معاملہ میں ایک بار گفتگو ہوئی جو بعد کو بہت مشہور ہو گئی بیان کیا جاتا ہے کہ اس گفتگو میں حقیقی سے وزیر جنگ نے سوال کیا کہ آیا وہ اس امر کے ذمہ دار ہوتے ہیں کہ اٹلی کی طرابلس کے متعلق کوئی بُری نیت نہیں ہو؟ حقیقی نے جو کہ اٹلی کے کلب گھروں کو ابھی ابھی چھوڑ کر آیا تھا اور جس کے دل سے قمار بازی کے فرس خونیں ہوئے تھے اور اٹلی والوں سے بوجہ اپنی بیوی کے رشتہ رکھتا تھا نہایت وثوق کے ساتھ علانیہ جواب دیا کہ وزیر جنگ بلا خشرخہ طرابلس سے بڑا حصہ فوج ہٹا کر یمن روانہ کر سکتا ہے۔ لہذا اس صلاح پر عمل کیا گیا بلکہ عرب کے علاوہ وہاں کی فوج سے یورپ میں بھی کمی پوری کی گئی۔ مگر یہ دولت عثمانیہ کی خوش نصیبی کہنا چاہیے کہ فوج کا میگزین جو طرابلس میں جمع تھا فوج کے ہمراہ نہیں روانہ کیا گیا اور آخر کار بہت کام آیا۔ نیز اعلان جنگ کے چند روز پہلے جہاز در نہ ناسپور سید و قون اور کارتوسون کی تازہ امداد پہنچ گئی۔ میری رائے میں اٹلی کے جنگی بیڑہ سے جسپر اسکو اسقدر ناز ہو دو بہت بڑی غلطیان وقوع میں آئیں اول یہ کہ اسنے ٹرکی کے کمزور جہازوں کو صحیح سلامت بیروت سے دورہ وانیال میں داخل ہونے دیا۔ دوم یہ کہ در نہ ناسے جہاز کو طرابلس تک پہنچنے میں مزاحمت نہیں کی کیونکہ اگر اٹلی سے ایسا فعل سرزد ہوتا تو بحری ڈاکہ زنی کی روش سے مخالفت نہ تھا صرف یہ ہوتا کہ اگر در نہ طرابلس کے باہر گرفتار ہو جاتا تو جنگ ذرا جلدی شروع ہو جاتی۔

اس عجیب و غریب جنگ کے نتیجہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی اٹلی نے اپنی ایک لاکھ بیس ہزار فوج اپنے تیار کردہ مورچوں سے نہیں ہٹا سکتے نہ ٹرکی کا

رجحان ایسے شرائط پر صلح کرنے کا پایا جاتا ہو جسے اٹلی والے قبول کر سکیں وہ مشکلات جنکا سامنا ہر دو فریق کو ہو گا حسب ذیل ہیں۔ اولاً اٹلی کو جو دو قسین پیش آنے والی ہیں منجملہ
 اُنکے ایک روز یہ ہونے والا ہو کہ صحرائین کوئی فاش شکست اٹھانا پڑے نیز یہ کہ اگر لڑائی
 نے طویل کھینچا تو فوجی امداد پہونچانے اور مالی بار اٹھانے کے ذرائع مسدود ہو جائیں
 نیز یہ بھی ممکن ہو کہ ملک کے خیالات میں لڑائی کا کوئی بین و مفید نتیجہ نہ نکلتے دیکھ کر
 باہم تبدیلی واقع ہو جائے اور اہل ملک میں لڑائی کے خلاف جوش پیدا ہو جائے۔

ثانیاً ٹرکی کے لیے یہ مشکلات درپیش ہیں کہ آیا عرب آخر تک ساتھ دینگے یا نہیں؟
 فی الحال عرب پھرتے ہوئے نہیں معلوم ہوتے کیونکہ عربوں کے لیے نومبر کے مہینے میں جب
 بارش ہوئی ہو ٹری سخت آدما نش کا وقت تھا لیکن عربوں کو لغزش نہیں ہوئی چنانچہ
 طرابلس کا واقعہ ہو کہ جب شملہ سے لیکر خلافت تک بوجہ اساک باران کے قحط پڑا
 تھا تو ہزاروں عرب فاقہ کشی کی مصیبت سے تنگ آکر ٹیونس وغیرہ ترک وطن کر کے
 چلے گئے تھے۔ لیکن اس موقع پر جبکہ باران رحمت کا نزول ہوا تو وہ میدان جنگ
 میں تھے اور اپنے کھیتوں سے منز لوں دور تھے بعض اُن میں سے تھوڑے
 دنوں کے لیے کھیتی کی غرض سے گئے لیکن اکثر لوں نے اپنے آئندہ نفع کو حسب
 وطنی پر قربان کر دیا اور باوجود اس اندیشہ کے کہ آئندہ اُنھیں اور نیز اُنکے بال
 بچوں کو رزق میسر آنا نامکن ہو گا اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

نیز اٹلی والے رشتہ میں دیکر اپنا کام لگانا چاہیں گے جس کام کو وہ بروز شہر انجام دینے
 کے ناقابل ہیں لیکن میرے خیال میں اسلامی قوت دیکھتی عربوں کے فطرتی لالچ پر
 غالب آئیگی۔

ان مشکلات کے علاوہ میرے نزدیک عثمانیوں کے پیسے سب سے زیادہ خطرناک
 اُنکے آپس کا نفاق ہو اگر آپس کی مخالفتوں اور ریشہ دوانیوں کو نہ کر لیں اور یک جہتی

کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں تو بہت ممکن ہو کہ جنگ مدتوں جاری رہے اور ترکوں اور عربوں سے پہلے اٹلی کا دیوالہ نکل جائے۔ کیونکہ اسوقت تک اٹلی نے جنگ پر ایک کروڑ پچاس لاکھ پونڈ خرچ کیے ہیں اور باوجود سرکاری دل خوش کن رپورٹوں کے پیرس میں قرضہ نہ مل سکا۔ خلافت اسکے جنگ میں ٹرکی کو بہت کم صرف برداشت کرنا پڑا اسوقت تک ٹیونسٹا اور مصر کی معتد بہ رقم چندہ سے عربوں کو تنخواہ دی گئی جنہیں ۶ یومیہ عموماً دیا جاتا ہے اور اسی قدر بہت کافی ہو۔

ہمارے نزدیک اہل ایطالیہ کی کارروائیاں حسب ذیل ہو سکتی ہیں یعنی یہ کہ اٹلی والے کسی پرانے قلعہ پر گولہ باری کریں یا کسی جزیرہ پر قبضہ حاصل کر لیں مگر ہماری رائے میں ان کارروائیوں سے ترکوں پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا البتہ اگر یورپ اور ایشیا میں فوج اتاری جائے تو نتیجہ حسب خواہش نکل سکتا ہے مگر اٹلی والوں کی یہ مجال نہیں ہو کہ یورپ یا ایشیا میں قلم و عثمانیہ کے اندر کسی مقام پر قدم رکھ سکیں البتہ یہ ممکن ہے کہ بحر احمر میں ترکوں کے خلاف برہمنی سے جو ہو چلتی رہتی ہے اپنا رخ بدلے اور چند ملینین آرتھر یا مین آرتھر وہاں کی کایا پلٹ کر دین حقیقت میں اسوقت بڑا ہی لطف ہوا اور عجب تماشا ہو جبکہ عساکر عثمانیہ اٹلی والوں کی دنیا بھر میں فقط ایک نوآبادی یعنی آرتھر یا کا الحاق کر لیں۔

ہوئی جہاز اور فوجی غبارے ممکن ہے کسی زمانہ میں جس قدر پروانہ کرنے والوں کا تجربہ اور مشق بڑھے نہایت مضرت رسان ثابت ہوں لیکن اسوقت تک حملہ کرنے کے لیے زیادہ کار آمد نہیں ثابت ہوئے گو دیکھ بھال میں ان سے بہت مدد ملی۔ ہر غبارے پر ۲۵ بم کے گولے جن میں تیز اور خود مشتعل ہونے والی بارود دی جاتی ہے باریکے جاسکتے ہیں اور چند گولے ہوائی جہاز سے بھی پھینکنا ممکن ہے لیکن ہر صورت میں یہ وقت ہے کہ پروانہ کوئی دالے کو ایک ہاتھ سے جہاز کا بخن سنبھالنا پڑتا ہے اور ایک ہاتھ سے ٹھٹھون میں دبا کر گولے میں فلیٹ لگانا پڑتا ہے کیونکہ جو بارود ان گولوں میں دی جاتی ہے وہ ساڑھے تین انچ

قطر کے فولادی خانوں میں بند ہوتی ہی۔ با اینہم دونوں میں سے ایک بھی مفید نہیں پایا گیا۔ میری رائے میں طرابلس کے اندر غیر مفید ہونے کے وجوہات یہ ہیں کہ صحرا میں صحیح سمت دریافت ہونا نہایت دقت طلب امر ہو کیونکہ سطح زمین پر کوئی ایسے میز نشانات نہیں ہوتے جنکی بنا پر سمت کا اندازہ کیا جاسکے مزید برآں تو پین سر ہونے کی وجہ سے ہوا کے موج سے محفوظ رہنے اور گولیوں کی باتش سے بچنے کے لیے پر واکر نے والوں کو مجبوراً سطح زمین سے دو ہزار گز بلند رہنا پڑتا ہو لہذا سمت بلند صفا مشکل ہو جاتا ہو۔ ہوائی جہازوں کو دیکھ کر عربوں میں کچھ بھی گھبراہٹ نہیں پیدا ہوئی اور وہ زمانہ بہت قریب ہی جبکہ ترکوں کے ہاتھ میں ہوائی جہاز آجائیں اور اس طریق جنگ میں بھی دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے۔ غور کرنے کا مقام ہو کہ قوانین جنگ بھی کس قدر متضاد اور مضحکہ آئین ہیں ایک جانب تو یہ ممانعت ہو کہ پھٹنے والی گولیاں بند وقوں میں استعمال نہ کی جائیں دوسری جانب یہ جائز رکھا گیا ہو کہ پھٹنے والے گولے بلا لحاظ کسی شو کے ایسے مقام پر بیدھڑک پھینکے جائیں جہاں مرد و عورت بچے رہتے ہوں اور بیمار و بچے کے لیے شفا خانے واقع ہوں۔

ایک اور اہم مسئلہ جسکے حل ہونے پر غالباً اٹلی و ترکی کے درمیان جنگ کا قطعی فیصلہ ہو جائے سنوسیوں کا طرز عمل ہی۔ ہم نے یہاں آکر اس عجیب و غریب وفد کا حال کچھ بھی نہیں سنا جو کہ اٹلی کی طرف سے سنوسیوں کو روانہ کیا گیا ہو جسکی بابت یہ بیان کیا جاتا ہو کہ اٹلی والوں نے سنوسیوں کو مذہبی آزادی و انعامات و نیز دیگر رعایتوں کے وعدے اس بنا پر کیے ہیں کہ سنوسی ترکوں کے مقابلہ میں اٹلی والوں کا ساتھ دین۔ اس قسم کی سفارت اگر دراصل بھیجی گئی ہو تو قبل نتیجہ ظاہر ہونے کے ہم اس کے ناکام واپس ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ کیونکہ بقول ڈاکٹر گرگوری کے سنوسیوں اور دولت عثمانیہ کے درمیان صرف اسی قدر مباحثہ تھا کہ سنوسی اپنے عقائد میں بہت سخت ہیں لیکن اب

کفاروں کا حملہ اسلام پر دیکھ کر آپس کے قضیے آئندہ کے لیے اٹھار کھ گئے ہیں۔
 مندرکۃ بالا مسئلہ کے خلاف بھی سنوسیوں کے متعلق لوگوں کی رائے ہو اور اس مسئلہ
 پر کہ سنوسیوں کی امداد واقعی کس قدر قابل وقت ہو متضاد رائیں قائم کی گئی ہیں چنانچہ
 فرانسسی خفیہ نویسوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلحاظ فوجی انتظام و تیاری کے اس
 فرقہ کی مدد کوئی وقت نہیں رکھتی۔ الغرض ایک طرف تو یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ بات جو مشہور
 کی جاتی ہو یعنی سنوسیوں کے پاس آراستہ فوج ہو اور بہت سامان جنگ ہو صرف قصہ ہی
 قصہ ہو دوسری جانب نہایت اعتماد کے ساتھ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انکے پاس سیدانی
 توپوں نئی چال کی ہندو قون اور کار تو سون وغیرہ کے بڑے ذخیرے موجود ہیں لیکن یہ
 یاد رکھنا چاہیے کہ عرب لوگ اپنے راز کو نہایت چالاک سے پوشیدہ رکھ سکتے ہیں جسکا
 کہ تجربہ بہت نقصان اٹھانے کے بعد اہل ایطالیہ کو نخلستان میں ہوا لہذا بہت ممکن ہے
 کہ سنوسیوں کے پاس سامان جنگ کے ذخیرے انکے بود و باش کے مقامات میں چھپے ہو
 حال ہی کا واقعہ ہو کہ فرانس کے خلاف وادائی میں جو ہتھیار استعمال کیے گئے تھے انکے
 متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ کفرہ سے آتے تھے۔ جنگ کی موجودہ حالت کے لحاظ سے
 میں سنوسیوں کی فوجی قوت اور انکے انتظامات کی بابت بیان کرنے سے مجبور ہوں لیکن
 حال میں مجھے ایک ایسے مسلمان سے ملاقات کا موقع ملا جو بہت دنوں تک سنوسیوں میں
 رہے ہیں اور میرے نزدیک انکا بیان پر نسبت کسی سلطنت کے گونیدون کے زیادہ
 قابل اعتبار ہے پس میں صرف اسی قدر بتا سکتا ہوں کہ سنوسیوں کا قوت و فرقہ دولت
 عثمانیہ سے حفاظت طرابلس کے مسئلہ میں موافقت رکھتا ہے اور سرنیکا میں انور پے کی مدد بھی
 کر رہا ہے۔

اب اس مسئلہ کی بابت کہ آئندہ چل کر سنوسی بہت بڑی مدد پہونچانے والے ہیں مجھے
 صرف دو باتیں کہنا ہیں اول یہ کہ سمندر سے کفرہ بہت دور واقع ہے یعنی بنی غازی سے

تقریباً ایک ہزار کیمیلو میٹر ہو گا اور نشاط بے کے مرکز واقع عزیزہ سے دو گنا فاصلہ سمجھنا چاہیے۔ دوم یہ کہ عربوں کی جمعیت اُن اصول کی پابند نہیں ہو جو باقاعدہ بھرتی کی ہوئی فوج کے لیے لازمی ہیں۔ اسوقت بھی عربوں کی تعداد جو ترکوں کے ساتھ جنگ میں شامل ہیں بلحاظ انکی آبادی کے بہت کم ہو میرے نزدیک یہ مبالغہ نہ ہو گا کہ ایک لاکھ عرب جو لڑائی میں شرکت کر سکتے ہیں اور ہتھیار اٹھانے کی قابلیت رکھتے ہیں طرابلس میں قوت ضرورت مہیا کیے جاسکتے ہیں اور اپنی اس قوت پر دولت عثمانیہ کو بھی اعتماد ہو۔ اسوقت حالت یہ ہو کہ عربوں کی مسلح ٹکڑیاں مع دیگر ساز و سامان کے موقع جنگ پر پہنچ جاتی ہیں اور اُن روزانہ حملوں میں شریک ہوتی ہیں جنکے باعث سے حملہ آور فوج چند بندر گاہوں میں محصور پڑی ہو چند روز کے بعد یہ لوگ اپنے گھروں کو گاٹوں میں واپس جاتے ہیں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ مویشیوں اور کھیتوں کی نگہداشت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور انکی جگہ پر دوسری لگا آ جاتی ہو۔

عربوں کی اس حالت کا مقابلہ قحوظاً بہت بونہیروں کے حالات سے کیا جاسکتا ہو بونہیروں بھی یہی کرتے تھے کہ انکی ٹکڑیاں آتی تھیں اور پھر چند ہفتوں کے لیے اپنی کھیتی باڑی دیکھنے بھانسنے چلی جاتی تھیں گو اس طریقہ سے فوج کے جنرلوں کو تکلیف ہوتی تھی اور اکثر اپنے منصوبے بدلنا پڑتے تھے مگر اس میں حرمیم نامکن تھی۔ پس سنو سیو کے متعلق یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ علاوہ اُس مدد کے جو انھوں نے سرنیکا میں بھیجی ہو انکی جمعیت کو روز بروز یعنی وظیفہ خواہیہ جو بوقت ضرورت طلب کیے جاسکتے ہیں) فوج سمجھنا چاہیے جس سے بوقت ضرورت طرابلس کی حفاظت میں کام لیا جاسکتا ہو۔

سنو سیو کی ہمدردی ایک اور صورت سے ترکوں کے حق میں مفید ثابت ہو سکتی ہو کیونکہ اس فرقہ کا مذہبی اقتدار بہت بڑھا ہوا ہو انکے واعظا فریقہ کے کل حصوں میں شمال مغرب مشرق۔ اوگا لڈا۔ نابجبر یا غرض فریقہ میں ہر سمت موجود ہیں پس بموجب بیان

اس شخص کے جس سے مجھ کو اطلاع ملی بھاؤ جس نے سنو سیوں کے درمیان رہنے کے دوران
 افریقہ میں بہت سفر کیا ہو اگر ستوسی ایطالیہ کے خلاف جنگ کے لیے مستعد ہو جائیں
 اور اپنے فرقہ سے یا دیگر مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو افریقہ کے ہر گوشہ سے مسلمان ہر
 کو آئینگے یہ مدد جنوبی افریقہ تک محدود نہ رہے گی بلکہ یونٹس اور مصر میں بھی مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے
 آخر میں اخباروں کے متعلق میری یہ رائے ہو کہ اٹلی کے ان اخباروں کو جو
 اپنے ملک کے لیے شہنشاہی اقتدار چاہتے ہیں اور حصول کے حامی ہیں اپنی قوم کو
 موجودہ دیوانہ وار معرکہ میں پھنسانے سے پہلے ایک اور امر کا لحاظ رکھنا لازمی تھا وہ
 یہ ہو کہ اگر اٹلی کو کبھی کامیابی ہو گئی اور شیمارو پیہ و نیز جانین مصالح کرنے کے بعد
 طرابلس پر چھوڑا بہت اقتدار حاصل ہو گیا جب بھی اس کے نئے مفتوحہ ملک کا قیام محض
 فرانس و انگلستان کی مہربانی پر موقوف رہیگا۔ اگر یہ دونوں طاقتیں کسی یورپین جنگ
 کے موقع پر اٹلی کے خلاف مقابلہ میں آئیں تو سلوم ویزرٹا کے بحری قلعہ نیز فرانس
 کی فوجی قوت جو ٹیونس سے ہم پونج ہو سکتی ہے یہ سب مل کر چند ہفتوں میں اٹلی سے
 طرابلس خالی کر لیں گی اور اٹلی کی ساری جانفشانی بیکار ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ سپہو کی اولاد
 باوجود اپنی سپہگری کے اپنی کمزوری سمیت جنوبی افریقہ سے کان پڑ کے نکال دی جائے گی
 اور غالباً مصر کے حصہ میں سرنیکا آئیگا اور ٹیونس کے ساتھ طرابلس مع شہر غدیم جن پر
 ٹیونس کا دانت مدت سے لگا ہوا ہے شامل کر لیا جائیگا۔

باب دوم

سفر طرابلس کے حالات

وسط طرابلس کی حالت اس وقت ظلمات کی سی ہو۔ ایسے بہت سیاح ہیں کہ جنھوں نے سواحل کے مقامات سے اہگے سفر نہیں کیا چند آگے بھی بڑھے لیکن ایسے ایسے مشہور سیاح جیسے کہ ڈکسن۔ بارٹھ وغیرہ تھے بجز ان مقامات کے جنکے اندر سے ہو کر صحرائے اعظم و سوڈان کی طرف قافلہ جاتے ہیں کسی اوطن نہ جاسکے۔ پس گذشتہ ماہ اکتوبر میں جبکہ میں نے سفر طرابلس کا ارادہ کیا اور راستوں و طریق سفر یعنی سواریوں اور اہل ملک کے طرز معاشرت کا حال دریافت کرنا چاہا تو کچھ پتہ نہیں چلا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سواحل طرابلس پر ایسا ملک واقع ہو جہاں لندن سے انسان چھ روز زمین پہونچ سکتا ہو مگر اس ملک کے حالات اس قدر غیر معلوم ہوں جیسے کہ لیبی و ڈار و وسط عرب کے بہر فیع باوجود اس کس میرسی کے کچھ حالات خصوصاً سواحل کی بابت کانسٹون کی رپورٹوں سے دریافت ہوئے اور کچھ اپنے تجربہ سے جو مجھے دیگر ممالک عرب میں سفر کرنے سے معلوم تھے ان سب کا اندازہ کر کے میں نے یہ یقین کر لیا کہ اس سفر میں ہر مصیبت اور سختی برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور یہی ظہور میں آیا چنانچہ ہم لوگوں نے نشاطِ بے سے لے کر غریب بد و تک ہر طرح کی سختیاں جھیلیں۔ روانگی کے قبل مبران سفارت عثمانیہ نے میرے ساتھ نہایت اخلاق و مہربانی کا برتاؤ کیا اور اخبار مینچسٹر گارڈین کے آڈیٹر نے اپنی عنایت سے مجھے اپنے اخبار کی نامہ نگاری کی عزت بخشی۔

میری رائے میں ان مسافروں کو جنھیں طرابلس جانا ہو جمعرات کے روز سفر نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس روز کثیر التعداد مسافر مع اپنے ڈھیر کے ڈھیر اسباب کے لندن سے

روانہ ہوتے ہیں اور اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ مارسیلیا پہنچ کر پی آؤ کمپنی یونین کیسل
 وغیرہ کمپنیوں کے جہازوں پر سوار ہوں۔ میرے روانہ ہونے کے وقت اتفاقاً سمندر میں
 اسقدر طوفان تھا کہ اُن جہازوں کو جنھیں کیٹے میں ٹھہرنا چاہیے تھا مجبوراً وہ لوگ وہیں
 لنگر انداز ہوئے جہاز اور ریل میں کثرت اسباب و مسافروں کی وجہ سے جو تکلیف پہنچی
 وہ مزید برآں تھی۔ ان اتفاقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سب انتظام بگاڑ گیا اور مجھے مجبوراً مارسیلیا
 سے اپنا اسباب بغیر ہلٹی کر اے روانہ ہونا پڑا۔ خیر مجھے تو زیادہ دقت نہیں اٹھانا پڑی
 کیونکہ جو بھاری اسباب میرا چھوٹ گیا تھا وہ چار روز کے اندر ٹیونس میں مل گیا لیکن اُن
 لوگوں کو ہمیشہ سخت مشکلات پیش آنے کا اندیشہ ہی جو ہندوستان یا جاپان کا سفر کرتے
 ہیں بعض مسافروں کی جو صورت ایک سینڈویچ لیگر اور ایک جوڑا کپڑا پہن کر میرے ساتھ
 سوار ہوئے تھے دقتوں کا خیال کر کے مجھے بہت افسوس ہوا۔ مارسیلیا تک میرے ہم سفر
 ۸ نوجوان تھے جو اگدا چار ہے تھے یہ لوگ کلج سے نئے نئے نکلے تھے اور شاید
 اُن میں سے کسی نے انگلستان کے باہر قدم نہیں رکھا تھا۔ معلومات کی یہ حالت تھی
 کہ زیتون کا درخت بھی نہیں پہچانتے تھے۔ باوجود اس لاعلمی کے اپنی رائے نہایت
 صائب سمجھتے تھے اور اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے تھے جو انکو لندن کے کلب گھروں
 اور کلج کی انجمنوں میں سیکھنے کا اتفاق ہوا تھا یعنی جہاں پر طالب علموں کے درمیان مشابہ
 و تبادلہ خیالات جاری رہتا ہی اُنکی رائے تھی کہ نوآبادیوں کے معاملات میں وہاں کے
 باشندوں کو کامل اختیار حاصل ہونا چاہیے اور یہ کہ کالے آدمی پر مہربانی کرنا گویا اُس
 صفت کو رائگان کرنا ہی لیکن ان خیالات کے ماورائے ان میں ایک اخلاقی صفت یعنی
 استقلال پایا جاتا تھا۔

۱۲ بندرگاہ واقع ملک فرانس

۱۳ یعنی وہ کمپنی جسکے جہازوں پر ڈاک جالی ہو پس جہاز عموداً تیز رفتار ہوتے ہیں ۱۲

۱۴ بندرگاہ واقع فرانس یہ دونوں بندرگاہیں انگلستان کے محاذی واقع ہیں ۱۳

انہی یہ بھی راے تھی کہ اگر فردون نے یہ بڑی غلطی کی کہ ایسے جہاز راں کمپنی بنانے کے واسطے سرمایہ ہم پہونچانے کے لیے زائد محصول داکر نامنظور نہیں کیا جو جرمن کا مقابلہ کر سکے جس فروگزاشت کی وجہ سے جرمن والوں نے ایک کمپنی قائم کر کے مشرقی افریقہ کی تجارت اپنے ہاتھ میں لیلی۔ اُنکے نزدیک مسٹر کول کو سزاے جلا وطنی دینے میں غلطی کی گئی غرض یہ باتیں سن کر ان نا تجربہ کار نوجوانوں کے حق میں میری دعا ہو کہ آئندہ چل کر خدا انھیں عقل دیدے۔ میرے خیال میں ہمارے نوجوان سپاہی اور رسول ملازمین اپنی حماقتوں سے سلطنت کو بہت نقصان پہونچاتے ہیں۔ اُنکے دلوں میں عام ہمدردی کے خیالات کے بجائے غیر ملکوں کی سرکاری رعایا سے نفرت ہوتی ہے جو بحیثیت ہماری سرکار کے رعایا ہونے کے اُنکے مساوی ہیں اگر یہ رویہ خطرناک نہ بھی ثابت ہو جب بھی حکم کے لائق ضرور ہے۔

قدیم زمانہ میں لوگ کہتے ہیں کہ ہسپیرئید راہل یونان کی بکا ولی کا باغ ملک طرابلس کے سوا حل پر واقع تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اُنکے چاروں طرف مہیب درندے رہتے تھے جنکے خوف سے کوئی اندر نہیں جاسکتا تھا مگر میرے نزدیک اب بھی قدیم لیبیا کے حصہ سیرین و شہر طرابلس کی حفاظت اسی طرح ہوتی ہے کیونکہ اُٹلی کے جنگلی جہاز مہیب درندوں کی طرح سوا حل کی پاسبانی کرتے ہیں اور مغرب و مشرق کے بعض مقامات کی چوکیداری اُن درندوں کے سپرد ہے جنھیں مصری صائبیہ اور فرانسیسی صافی کے نام سے موسوم کرتے ہیں الغرض دونوں معرکہ آرا فوجوں میں سے کسی تک پہونچنا نہایت مشکل ہے حال میں فرانس کے عمالوں نے ایطالیہ کی متواتر شکایات پر کہ ممنوعات جنگ کی درآمد برآمد پر پابندیوں

۱۵ ملک طرابلس کا قدیم نام لیبیا تھا ۱۴

۱۶ قدیم اہل رومہ صوبہ سیرینیکا کو سیرین کہتے تھے ۱۳

۱۷ مصر کے اندر پولیس کے جوان صائبیہ کہلاتے ہیں اسی طرح ٹیونس و الجزائر میں صافی کے نام سے

۱۸ شہر رہیں ۱۲

جاری ہو سرحد کی نگرانی بہت سخت کر دی ہو اسوجہ سے میں نے سنا کہ بعض اوقات نامہ نگاروں کو بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور اکثر بہت انتظار کرنا پڑا لیکن میں دل میں ٹھان کر چلا تھا کہ حدود یونٹس کے عبور کرنے میں جس قدر تکلیفیں پیش آئیں گی برداشت کروں گا۔ یہ ارادہ ایک نامہ نگار کی تحریر سے جو اسے حال میں بھیجی تھی قائم ہوا تھا لیکن مجھے بعد کو دریافت ہوا کہ اس نامہ نگار نے یونٹ تکلیف اٹھائی کہ قبل روانگی کے فرانسیسی فوجی افسروں سے مشورہ نہیں کیا نہ صلاح لی کہ کس راہ اور کس طریقہ سے سرحد کو عبور کرنا چاہیے بخلاف نامہ نگار مذکور کے سیرا حال یہ ہوا کہ فرانسیسی افسر نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور سفر بھی بہت پر لطف رہا کیونکہ اچھے اچھے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا مثلاً مسٹر نرل ٹونس کے رہنے والے مسٹر مارسل امریکن جو شکار کھیلنے یونٹس آئے تھے اور جنوب کی طرف جانے والے تھے ویز مسٹر بٹ سے جو ایک عالم و فاضل شخص ہیں اور میری طرح طرابلس جاتے تھے ملاقات ہوئی حتیٰ کہ آخر الذکر کی ہمراہی میں میں ترکی کیمپ پہنچ گیا۔ البتہ یونٹس میں ایک وقت پیش آئی کہ سونے کے سگلے بالکل کیا اب تھے سنا تھا کہ شہر میں بعض ترک افسروں نے کسی چندہ کی فرست کھولی تھی جس میں ستر ہزار پونڈ جمع ہو گیا تھا۔ وہ یہ جب بنکوں سے لیکر دیا گیا تو سب سونے کے سگلے لیے گئے سارے بنک خالی ہو گئے کیونکہ طرابلس میں نوٹ وغیرہ نہیں چلتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کے دلی تعلق کا حال جو ترکوں کے ساتھ ہو دریافت کرنا ہو تو اسی چندہ پر غور کر لینا چاہیے کہ فرانس کی مسلمان رعایا کو دولت عثمانیہ کے ساتھ کتنی ہمدردی ہے۔

یونٹس کے سفر میں مجھے منجملہ ان پانچزار رابطہ والوں کے جو پہلے طرابلس میں رہتے تھے اور اب یونٹس آگئے ہیں اکثر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اپنی سرکار سے ان لوگوں کو بہت حاض پایا اور کچھ ناراضی جاسے بھی تھی ان لوگوں کو شکایت تھی کہ جب اٹلی والوں نے طرابلس پر گورنری کی ہو یا دیگر لب ساحل مقالات پر قبضہ کیا ہو تو ان بیچاروں کو بڑی مصیبتیں

اٹھانا پڑیں مگر سرکار کی جانب سے کسی نے خبر نہیں لی اُن کا بیان تھا کہ یہودیوں کو اپنی ہم نواؤں کا خیال آیا لیکن سرکار نے اپنی رعایا کو اپنے حال پر چھوڑ دیا وہ کہتے تھے کہ اُن کے مکانات اور دوکانیں گولوں سے تباہ ہو گئیں یا کٹ گئیں اور اٹلی کی گولہ باری سے اٹھ آدمی بھی مر گئے بعض کو تو بہت غصہ تھا اُن کا مقولہ تھا کہ اُنھوں نے برطانیہ کے زیر حکومت رہنے میں بڑی غلطی کی جس کا اُنھیں افسوس ہی میں بھی اس بات کو مانتا ہوں کہ وزیر خارجہ نے ماؤس آٹ کا متر (مجلس عوام) میں اہل مالطہ کے مارے جانے پر دریافت حال کے وقت جس طرح جوابات دیے ہیں اُس طریقہ جواب سے اہل مالطہ کا غصہ مہرگز کم نہیں ہو سکتا غرض اپنے سفر میں میں نے دیکھا کہ ٹیونس سے مدنائین تک راستہ بہت دلچسپ ہی شوشہ اور ہوا کس کے درمیان ریل نکل جانے سے یہ بڑا فائدہ ہوا ہے کہ سفر جلد طو ہو جاتا ہے اور ریل کے اوقات اس خوبی سے مرتب کیے گئے ہیں کہ الہ جم کا اکھاڑا دیکھنے کے لیے کافی وقت مل جاتا ہے۔ اس اکھاڑے کے آثار بہت وسیع اور عجیب ہیں اور انٹونائٹین طرز عمارت کے بہترین یادگار ہیں۔ ہمارے ملک والے ٹیونس کا حال بہت کم جانتے ہیں میں کہتا ہوں کہ بعض باتوں میں ٹیونس بہ نسبت مصر کے بہتر ہے جہاں لوگ بمقابلہ ٹیونس کے کثرت سے سہارے کرنے جاتے ہیں ٹیونس میں ریل کا انتظام بھی مصر سے زیادہ وسیع و پیمانہ ہے یہ موسم بہت خوشگوار رہتا ہے اور آثار قدیمہ کے لحاظ سے ٹیونس کا کوئی ملک مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تھوڑے دن ہوئے کہ ٹیونس میں بیضہ پھوٹنے کی خبر اڑی تھی اور واقعی شکایت پیدا بھی ہو گئی تھی لیکن بہت جلد دور کر دی گئی میں خیال کرتا ہوں کہ شاید اس مرتبہ اسی سبب سے سیاح لوگ

۱۱ سفاکس - شوشہ - مدنائین - کل مقامات ملک ٹیونس کے اندر واقع ہیں۔ اس ملک کا حکم براے نام ایک مسلمان فرمانروا ہے جو سب کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن دراصل کل قندار فرانس کا ہے۔ یہ ملک بھی کسی زمانہ میں ترکی صوبہ تھا مگر فرانس نے غصب کر لیا۔ آبادی کل اہل عرب کی تھی مگر اب فرانسیسی و ایطالی وغیرہ نوآبادیان قائم کر رہے ہیں اور پچاسے عرب بحر اہل عرب سے بیدخل کیے جا رہے ہیں ۱۲

۱۳ قدیم زمانہ میں شاہ روم تھا ۱۴

ٹیونس میں آئے لیکن اس جگہ بیماری کا خون بالکل بچا ہی کیونکہ وہاں کا وجود بھی نہیں ہے۔
اگر کسی شخص کو عجلت نہ ہو اور رات کے وقت سفر کرنے کی خواہش ہو تو سفاکس
سے غیر زور مدنائین جاتے کے لیے گاڑیاں ملتی ہیں مگر بہت آہستہ چلتی ہیں اور بے حد
کھڑکھڑاتی ہیں لیکن ہم کو دو موٹر میں بکرا یہ حساب فی موٹر بارہ پاؤنڈ مالٹہ، بنی غردان
پہونچانے کے لیے مل گئیں۔ ہماری موٹر میں فرانس کی تعمیر کی ہوئی کوفیسٹر کون پرفرائٹ
بھرتی ہوئی چل کھڑی ہوئیں اور غیر میں جہان و باکا دور تھا سہ پہر کا ناشتہ کھا کر ہم
شام کے کھانے کے وقت مدنائین پہونچ گئے طرابلس میں ہمیں یہ بڑی بہت یاد
آئیں۔ مدنائین پہونچ کر عربوں کا ناچ دیکھنے میں آیا۔ ناچنے والے اپنے قدیم طریقہ کے
موافق جسم کو جھٹکے دے دیکر ناچتے تھے اور وہی ایک طرح کے بھاؤ بتلاتے تھے
میرے خیال میں ایک ہی قطع کے حرکات اور بھاؤ دیکھتے دیکھتے آدمی کا دل اکتا جاتا ہو
مگر مجھے تعجب آتا ہو کہ مشرق کے لوگ اب تک اسی طرح کا ناچ پسند کرتے ہیں جس کو ایک بار
ہوے زمانہ گذر گیا اور ہزاروں مرتبہ دیکھ چکے ہونگے۔ بسکرہ میں میں نے دیکھا ہو کہ انگریز
سیاح بھی عربوں کے گندہ قوہ خانوں میں اس قسم کا ناچ گھنٹوں دیکھا کرتے ہیں تعجب
یہ ہو کہ وہ اپنی نظر کیوں کو یہ ناچ دکھاتے ہیں بلکہ انکو دلالتی کی ناچنے والیوں کے
پہلو پہ پلوٹھاتے ہیں جو بوجہ اپنی آوارگی کے مصر میں بہت بدنام ہیں درحالیکہ یہی انگریز
اپنے ملک میں اپنی لڑکیوں کو حتی الوسع برائیوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں
مدنائین پہونچنے کے کچھ پہلے مجھ سے اور تین ترکوں سے ملاقات ہوئی جو طرابلس
سے ٹیونس جاتے تھے ان میں دو بیچارے زخمی تھے ران میں زخم لگا تھا۔ یہ لوگ بڑے
چکر کے واسطے یعنی مصیبت ہو کر بنی غردان پچیس روز زمین پہونچے تھے جس وقت ہم ملے
ہیں اس وقت سفاکس جاتے کے لیے وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور سفاکس سے ان کا

ارادہ جہاز پر قسطنطنیہ جانے کا تھا۔ ایطالی قبضہ طرابلس سے ان تینوں کا بہت نقصان ہوا تھا جو کچھ اُنکے پاس تھا سب چھین گیا تھا لیکن میں نے سب کو بشاقل و زناہت مستقل مزاج پایا جسوقت اُنھیں معلوم ہوا کہ مجھے اُنکی قوم سے ہمدردی ہوا وہیں اُنکی ہم قوموں کے پاس جاتا ہوں اُسوقت اُنکی صورت دیکھنے کے قابل تھی ہر شخص کے چہرہ پر سخی خوشی کے آثار پائے جاتے تھے۔ سفاکس سے لیکر جہان ناک میں نے سفر کیا مجھے معلوم ہوا کہ عرب میرا کل حال مثلاً میں کہاں جاؤں گا اور کہاں سے آیا ہوں سب جانتے ہیں اور ہر موقع پر میرے ساتھ خلوص پیش آئے۔

جسوقت مدنائین سے ہم موٹر پر چلے ہیں دھوپ تیز ہو گئی تھی اور سفر نہایت خوشگوار معلوم ہوتا تھا ہمارے راستے کی طرف جبل مططہ کا سلسلہ اس وسیع میدان کی حد پر نظر آتا تھا۔ مارس صاحب نے غیبر کے اندر قیام کے وقت شکار کا انتظام کر لیا تھا اور اُنھیں پہاڑیوں میں شکار بازی کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اُنکی بند و قین نہیں پہنچیں ہو سچے سے اُنکا ساتھ بنی غروان میں چھوٹ گیا۔ مارس صاحب کو اسید تھی کہ ان پہاڑوں میں بارہ سنگھے بہت ملینگے لیکن اُنھوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہاں جانے کے لیے کوئی عرب ساتھی ملنا بہت مشکل ہے کیونکہ اُن پہاڑیوں میں زہریلے سانپوں کی بہت کثرت ہے۔ مدنائین سے چلنے کے پہلے دو ترک افسر سیاحوں کے بھیس میں ہڑکون پہنٹتے نظر آئے غالباً یہ لوگ اس گھاٹ میں تھے کہ جب موقع ملے سرحد کے پار ہو جائیں میرے خیال میں اس طریقہ سے تقریباً ۶۰ فوجی افسر طرابلس جا چکے ہیں۔ سرحد کے قریب ہیٹ یعنی انگلیزی ٹوپوں کا ایک ڈھیر نظر آیا معلوم ہوا کہ ترک فوجی افسروں کو جب اپنی حد میں پہنچکر اطمینان ہو جاتا ہے کہ اب کوئی روک ٹوک کرے والا نہیں ہے تو وہ قفقہ لگا کر انگلیزی ٹوپیاں اپنے سروں سے پھینک دیتے ہیں اور اپنی جیبوں سے ترک ٹوپیاں نکال کر پہن لیتے ہیں۔ مدنائین پہنچکر مجھے بہت خوشی و انگیزہ ہوا کہ اس فوج کو دیکھوں جسے اہل فرانس

”جواو“ کہتے ہیں اور یہ سنا تھا کہ کچھ حصہ اس فوج کا مدنائین میں تعینات ہو۔ اس فوج کا سرکاری نام ”افریقہ کی تعلیمی پلیٹن“ ہو اور اس پلیٹن کے سپاہیوں میں قاتل چوٹے اور او باش بھرتی کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو فرانسیسی پلیٹون کی معمولی لالہ ورنیلی وردیا پنھائی جاتی ہیں لیکن دن بھر قواعد سکھانے اور دور تک باقاعدہ مایج کرانے کے بعد شام کو یہ لوگ نہایت احتیاط سے بند کر دیے جاتے ہیں۔ یہ فوج جس کو ”جواو“ کہتے ہیں اور اس فوج کے درمیان جسے فارن لیجن (غیر ملکی فوج) کے نام سے موسوم کرتے ہیں بہت بڑا فرق ہے۔ آخر الذکر فوج الجزائر کے جنوبی حصہ میں رہتی ہو اور اس میں آدھے سے زیادہ جرمن قوم کے سپاہی ہیں لیکن آجکل انگریز کوئی نہیں ہے سبزی ایک صاحب کے جو کسی زمانہ میں بڑے پادری یعنی شہب تھے اور اب سپاہیوں میں نوکر ہیں۔

میں نے میونسپلٹی کے ایک انگریز سیاح کی بابت عجب لطیفہ سنا وہ یہ کہ ان حضرت کو غلطی کے غاروں سے چمکا ڈر منگووانے کا شوق ہوا اور فی چمکا ڈر آپ نے پونے پانچ آنے قیمت لگادی کہا جاتا ہے کہ یہ غار ٹراکلوٹراٹ قوم کے زمانہ کے ہیں غرض ایک عرب صاحب ہم بورے بھر کر چمکا ڈر لے آئے اور عام قیمت مانگی ان عقلمند کو بڑی پریشانی ہوئی اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑی آخر وہ یہ دینا پڑا اور علم حیوانات میں تحسب کا ذوق ٹھنڈا پڑ گیا۔ سرکاری ہتھیار میں بنی غروان کی سڑک کو پکڑ لٹکی کہتے ہیں لیکن سفر کے بعد معلوم ہوا کہ موٹر کا کرایہ مجھے ہرگز زیادہ نہیں دینا پڑا کیونکہ ایسی بیٹرز میں جسپر برسات میں سفر کرنا محال ہے جو حالت مشین اور ریڑ کے پیوں کی ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے چنانچہ حال کی بارش میں ادھر ادھر جو غار پڑ گئے تھے وہ ہر طرف نمایاں تھے ایک جگہ پر ایک نالہ میں اتنے زور کا پانی آیا تھا کہ وہ چاہل بہ گیا تھا اور میں چکر کاٹ کر آگے جانا پڑا تھا پس ان حالات کو دیکھتے ہوئے کرایہ کچھ نہ تھا۔

بنی غروان ایسے حصہ ملک میں واقع ہے جہاں کے شیوخ خود مختار ہیں لیکن فوجی

انتظام فرانس کے ہاتھ میں ہوا سوچے سے فوجی افسر کا حکم ہوتے ہی ہم کو ضرورت کے موافق گھوڑے اور اونٹ مل گئے گو ہم دوپہر کے قریب پہونچے تھے مگر خوش نصیبی سے ہم کو ایک جماعت طرابلس جانے والوں کی تیار مل گئی اس میں ۶ ترکہ ڈاکٹر بصرہ کی ڈاکٹر عبد الکریم سباطیرے شامل تھے یہ صاحب نہایت خلیق آدمی ہیں اور استنبول یونیورسٹی میں ڈاکٹر کی پروفیسر ہیں انکی ہمراہی میں اسپتال کے کئی اردلی اور تیمار دار تھے بھلے آنکے ایک شخص عثمان نامے البلیا نیا کا رہنے والا تھا یہ شخص بھڑکی کھال کا کوٹ اور سفید رنگ کی اونچی انگریزی ٹوپی پہنے تھا۔ دُ بلا پتلا بہت اچھا شمسوار تھا اور ڈھراہی پر مذاق آدمی تھا یونانی اور ترکی دونوں زبانیں بولتا تھا۔

اس ہلال احمر کی جماعت کے ساتھ کمرل ٹھیکر بھی تھے جنھوں نے جنرل فریچ کے ساتھ جنوبی افریقہ میں جنگ کا تجربہ حاصل کیا تھا۔ مجھے کمرل صاحب سے لندن میں ملنے کا اتفاق ہوا تھا لہذا انھیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ ڈاکٹر مع اپنے ہمراہیوں اور سامان کے قسطنطنیہ سے براہ راست سبیل آتے تھے اور بہت پریشانی اور انتظار کی تکلیف اٹھانے کے بعد ایک مہینہ میں نظام جنگ تک پہونچے تھے۔ ان لوگوں نے قسطنطنیہ سے اکسپرس ٹرین (ڈاک گاڑی) پر سفر کیا تھا اور اسکے مزے اٹھائے تھے لیکن بتدریج سفر کا لطف کم ہوتا گیا اور آخر کار قافلہ کے ساتھ رگستان کا مکلف سفر اور صعوبت برداشت کرنا پڑی جب یہ جماعت ٹیونس پہونچی تو تیمار داروں کی غیر سمری کثرت مشتبہ خیال کی گئی اور انکے پر وانا مے راہداری لیکر سخت تحقیقات کی گئی آخر یہ نتیجہ ہوا کہ بارہ ترکوں کو مجبوراً واپس جانا پڑا اور یہی وجہ ہوئی کہ یہ جماعت نو عمرین روانہ ہوئی۔ اس موقع پر میں سوال کرتا ہوں کہ ہماری انجمن صلیب احمر کیا کر رہی ہے اگر چند انگریز ڈاکٹر مع تیمار داروں کے بھیج دیے جائیں تو عثمانی فوج انکو خدا کی رحمت سمجھ لی اور اس نیک کام سے ہماری کرداروں مسلمان رعایا کے دل میں بھی جگہ ہو جائیگی۔

مقام غیر بین بہین ایک عرب ملا جس کا پیشہ سیاحوں کی رہنمائی کرنے کا تھا اس شخص نے میری اور ابٹ کی نوکری کر لی اور عزیز تک ساتھ چلنے کا وعدہ کیا اس شخص کا نام محمد تھا اور اپنی نفیس پوشاک میں نہایت شاندار معلوم ہوتا تھا ارٹھی عبا پہنے تھا جس کی قیمت تیس روپیہ کے قریب بتاتا تھا اور اپنی ترکی ٹوپی و بھاری پھندے کے دام چار پانچ روپیہ کے قریب ظاہر کرتا تھا روانگی کے وقت یہ شخص اپنے چھوٹے سے گھر کے اندر جھپٹ کر گیا اور اپنی بیوی اور چچا زاد بہن سے رخصت ہو کر روزمرہ کے کپڑوں کی گٹھری ہاتھ میں لیے ہوئے ہمارے نکلا اور اس مختصر رخصتی اور سامان سفر ساتھ لینے کے بعد محمد اپنے انوکھے سفر کے لیے تیار ہو گیا اور میرے چمڑے کے صندوق پر حواونٹ پر مار کیا گیا تھا جا بیٹھا اس وقت ہم سب چل کھڑے ہوئے مجھے اس امر کا اندیشہ تھا کہ محمد بغیر اجازت نامہ کے سرحد کے پار نہ جانے پائیگا لیکن اسے بیان کیا کہ اگر سپاہیوں نے روکا اور اسے نہ جانے دیا تو وہ ظاہر انجیدہ صورت بنا کر واپس ہو جائیگا لیکن رات کے وقت خرگوش کی طرح راستہ کاٹ کر کل آئیگا اور طرابلس کے اندر کسی مقام پر آ بیگا۔

راستہ کا حال یہ ہوا کہ اگر کوئی دن رات سفر کرے جب بھی بڑی مشکل کے ساتھ ہی غردان سے عزیز تک پانچ روز میں پہنچ سکتا ہے راستہ کے صحیح حالات و مقامات بیان کرنا مشکل ہے کیونکہ طرابلس کا کوئی ایسا نقشہ موجود نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے اکثر ایسا ہوا ہے کہ بڑے مشہور مقامات جن کا نام نقشہ میں کچھ لکھا ہے وہاں آکر اور نام معلوم ہوا لیکن آئندہ جو شخص طینوس ہو کر طرابلس جانا چاہے تو حسب ذیل ہدایات پر عمل کرنا چاہیے یعنی طرابلس کا سیدھا راستہ براہ خوشہ بونیش - زوارہ - عربلات اور زاویہ ہو کر ہی اور یہ کہ بنی غروان سے طرابلس کا فاصلہ ۵۰ میل ہے۔ طرابلس کے نقشے جو لندن اور فرانس میں شائع ہوئے ہیں ان میں دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ کسی نقشہ میں بنی غروان نہیں دیا ہوا ہے حالانکہ اس قصبہ کو آباد ہوئے تقریباً ۱۰ برس کا زمانہ گزر چکا ہے۔

طرابلس کی مشرقی سرحد یعنی مصر کو کرین کسی شخص کو جانے کی صلاح نہ دینا کیونکہ اس طرف سے آگے بڑھنے میں بہت انتظار کرنا پڑتا ہو اور بڑا حصہ سفر ریگستان میں طر کرنا ہو تاہی جس میں تقریباً چھ ہفتہ سے کم نہیں لگتا۔

ان حالتوں کو دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا ہو کہ نشاط بے کی فوج اور دیگر مقامات سے سلسلہ آمد و رفت و ناسہ و پیام کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ٹیونس کے رہنے والے کل مسلمان مع یورپین آبادی کے جن میں اہل ایطالیہ جو تقریباً ایک لاکھ ہونگے شامل نہیں ہیں ترکوں کے ہمارے وہیں اور اس جنگ کے معاملہ میں ترکوں کے بدل و جان شریک ہیں ہی حال کل ہل مصر کا ہو اگر فرض کر لیا جائے کہ مصری اور ٹیونس کی حکومتیں نہایت سختی سے نگرانی رکھیں گی جب بھی اس قدر وسیع سرحد کی نگہداشت کس طرح امکان پذیر ہو سکتی ہو۔ میرا سوال یہ ہو کہ آخر یہ حکومتیں سرحد پر پیرہ کے لیے کن لوگوں کو مقرر کریں گی؟ فرض کیجیے کہ کل یورپین سپاہی متعین نہ ہو و کالاک اس کام پر لگا دیے جائیں تو ان کی تعداد صرف اس قدر ہو کہ اتنی وسیع اور غیر معلوم سرحد کے بہت تھوڑے حصہ پر نگرانی رکھ سکیں۔ پس نتیجہ آخر یہ ہو گا کہ مصری۔ عرب اور سولہانی سپاہی بھی اس کام پر تعینات کیے جائیں گے اور یہ ظاہر ہو کہ ان لوگوں کو اپنے ہم مذہب عثمانی بھائیوں سے کتنی ہمدردی ہو۔

فرانسیسوں کا یہ حال ہو کہ ایک سپاہی بھی ان کے پاس فاضل نہیں ہو جو اس کام پر مامور کیا جائے کیونکہ ٹیونس کے شہروں اور قصبوں میں جہاں جہاں ایطالیوں کی آبادی ہو عربوں کے سخت دشمن ہو رہے ہیں یہ دشمنی ایطالیوں کی ان خوشیاں منانے کا نتیجہ ہو جو کہ انھوں نے داخلہ طرابلس کے وقت منائی تھیں حالانکہ یہ خیال رکھنا چاہیے تھا کہ قبضہ طرابلس کے موقع پر جو بہت آسانی سے وقوع میں آیا اس قدر آپ سے باہر ہونا بجا ہو۔ شہر ٹیونس کے منتظمین کو دفعہ اس قومی نفرت کی آگ بجھ کر اُبٹھنے سے طرح طرح کے مشکلات پیش آئے اس لیے کہ بہت سے فرانسیسی سپاہی مراکش بھیج دیے گئے تھے جو کچھ رہے تھے وہ شہر کے باہر

ٹھہرائے گئے تھے کیونکہ شہر میں ہر چند بچوں کا پڑا تھا ابس نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۷ نومبر کو بلوہ ہو گیا تو صرف ۲۴۰ سپاہی انتظام کے لیے سیر آ سکے۔ ایک روز تک بارود کو ٹوک قتل غارت کا بازار گرم رہا لیکن بزرگ اسے آخر کار چار سو سپاہی بلائے گئے اور انکے پونچنے ہی شہر میں امن ہو گیا لیکن ہفتوں تک یہ احتیاط کی گئی کہ مقررہ وقت کے بعد کسی یورپین کو شہر میں جہان عربوں کی آبادی ہو جانے کی اجازت نہ تھی۔

سرحد کے قریب میں نے دیکھا کہ شہر شخص نہایت انہماک کے ساتھ طرابلس کے متعلق گفتگو کرتا تھا۔ لڑائی کی بابت کسی قسم کی خبر اس زمانہ میں نہیں آتی تھی لیکن یہ بات ظاہر ہوئی تھی کہ اہل ایطالیہ سخت مشکل میں پھنس گئے ہیں اور یہ بھی ظاہر تھا کہ اٹلی کا سپہ سالار سخت کوشش کر رہا ہے کہ ان مشکلات کا حال یورپ میں عموماً اور اٹلی میں خصوصاً ظاہر ہونے پائے سنا تھا کہ طرابلس میں زینہ پھیلا ہوا ہے اور فوج کے واسطے پانی مہیا کرنے میں بہت قہقہہ پیش آ رہی ہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ فوج جو بڑے شد و مد سے صلیب کا علم ہاتھ میں لیے ہوئے صلیبی جنگ کر رہے تھے اور جس کا مقصد شمالی افریقہ سے لیکر وسط افریقہ تک عیسائیت کا جھنڈا گاڑنے کا تھا اپنے پینے کے لیے اٹلی سے پانی منگانے پر مجبور ہوئی ہے۔ دونوں فوجوں کے حالات و صفات کے متعلق جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں پائے جاتے ہیں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ یہ سب کہتے تھے کہ ترکی نظام (باقاعدہ) یا روایت فوج کا سپاہی نیز عرب بقاعدہ جو ان اٹلی کے سپاہیوں سے افضل ہیں سب کی رائے تھی کہ اٹلی کے سپاہیوں میں استقلال نہیں ہے اور بہت جلد گھبرا اٹھتے ہیں۔ ایک بوڑھے ترک جنرل نے گونیا ہی ہو مگر بہت پر لطف تجویز پیش کی تھی جس وقت جنگ شروع ہوئی نہی اس زمانہ میں انھوں نے اٹلی والوں سے شرط بد کر لڑنے کو کہا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ اٹلی والے جس مقام کو چاہیں پسند کر لیں اور مورچہ بندی کر کے اپنی فوج جمع کر دیں میں اسی قدر عثمانی سپاہیوں سے اٹلی کی اس فوج کا مقابلہ کروں گا اور ہار

حیث کا حال معلوم ہو جائیگا۔

مجھے یہ بھی تجربہ ہوا کہ ٹیونس در الجزائر کے بعض ایسے باشندے جنگی قومیت کا پتہ نہیں معلوم ہوا نیز یہودی و شامی اور فرانسیسیوں کو اٹلی والوں سے بہت ہمدردی تھی اور علانیہ اس امر کا اظہار بھی کرتے تھے بعضوں کی موافقت تو واقعی بے غرضانہ ہو گئی لیکن عام طور سے میرے خیال میں دو وجہیں ہمدردی کی ہو سکتی ہیں اول اپنی ذاتی منفعیتوں کا خیال دوم یہ کہ اٹلی کی حکومت میں ممکن ہو کہ ترقی کے اچھے موقع ہاتھ لگ جائیں کیونکہ جب سے جنگ چھڑی ہو ٹیونس کی تجارت کو بہت فروغ ہو گیا ہے وہاں کے اخبار اپنے شہر کے تاجروں کو اس ترقی تجارت پر مبارکباد دیتے ہیں کیونکہ اٹلی نے اپنی فوج کے واسطے بار برداری کے لیے ٹیونس و الجزائر سے بہت بار خزانہ لے لیا ہے میں ترکاریاں اور گوشت روزمرہ جوار کے جوار اٹلی والے ٹیونس سے خرید لے جاتے ہیں فرانسیسیوں کی ہمدردی اس بنا پر ہو کہ فرانس والے عربوں پر کامل بھروسہ نہیں رکھتے اور ہر وقت خائف رہتے ہیں کہ عرب لوگ بگڑ نہ جائیں مگر افسروں کی یہ حالت ہو کہ انھیں بلا استثنائاً ترکون سے ہمدردی ہو لیکن انھیں بھی یہ اندیشہ ہو کہ اگر اہل اطالیہ طرابلس میں شکست کھا گئے تو ٹیونس در الجزائر میں بھی اسکا اثر ضرور ہو گا۔ اس وقت مصر اور ٹیونس دونوں ملکوں میں یہ سوال پیش ہو کہ اگر عربوں نے یورپ کی ایک طاقت کو طرابلس سے نکال باہر کیا تو شمالی افریقہ میں ان کے ورون مسلمانوں پر کیا اثر پڑیگا جو کم و بیش بچے عیسائی فرمانرواؤں سے نفرت رکھتے ہیں اور جن پر بڑا دشمن اور صرغ تلوار ہی کے زور سے حکومت قائم رکھی جاتی ہو۔

قبل روانگی کے مجھ سے اووایٹ صاحب سے یہ صلاح ہوئی تھی کہ دونوں آدمی بستیج فی اونٹ سات روپیہ دو اونٹ بکرایہ کر لینے لیکن جب روانگی کا وقت آیا تو اونٹ آئے نہ کل سباب ایک ہی اونٹ پر رکھ لیا اور لوے کہ اے طلب کیا عرب ہی طرح مسافر و کو

لوٹے اور پریشان کرتے ہیں لیکن ہمارے اونٹ والے کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اس قضیہ کے بعد ہمارے گھوڑے آگئے اور ہم روانہ ہو گئے جس وقت ہم نے صحرا کا سفر شروع کیا اس وقت یہ خیال آیا کہ ہم اپنے پیچھے کل سامان ہمیشہ چھوڑے جاتے ہیں یعنی وقت پر کھانا کھانا مکانوں میں رہنا موٹر کی سواری غرض سب ہم سے دور ہوتے جاتے ہیں ہمارے سامنے لٹ و دق و بے پایاں صحرا کی سرانگین ہیں یا وہ آنیوالی دلچسپیاں ہیں جنکا ہم کو مطلق علم نہیں ہے۔ آئندہ ہمارے دیکھنے میں کیا آئے گیونکر رہیں۔ کیسے پلٹیں یہ سب باتیں اللہ کے اختیار میں ہیں۔

ہمارا کاروان تین بجے دن کے بنی غزاوان سے روانہ ہو کر آٹھ بجے رات کو شوشہ پہنچ گیا چاندنی رات تھی ہم میدان میں کھڑے ہو کر اپنے اسباب کا انتظار کرنے لگے۔ یہ مقام فرانسیسی مہذب حکومت کی آخری چوکی ہی یہاں ایک کونک یا سنگم سرکاری احاطہ بنا ہوا ہے جو قلعہ کا کام بھی دیکھتا ہے اور اس میں ایک ٹھیکہ دار اور ایک عرب تار دینے والا رہتا ہے یہاں پہونچ کر ایک واقعہ سے تھوڑی سی پریشانی پیدا ہو گئی چھ سرکاری ملازم عرب دفعۃً اُپرے اور ایک جبرین ڈاکٹر کو جو ہلالِ حمری جماعت کے ہمراہ جارہا تھا فرانسیسی حدود سے عبور کرنے کی ممانعت کر دی۔ یہ ڈاکٹر بجا رہ سخت مضطرب ہو گیا کیونکہ اس غریب نے بلا کسی ساز و سامان از قسم خمیمہ دشتیا و خور و نوش یا روپیہ کے خود کو سرحد تک پہونچایا تھا لوگ کہتے تھے کہ جبرین کی فوج میں ڈاکٹری کے عہدہ پر ممتاز ہی مگر اس کے پاس بجز چھڑے کے چھوٹے صندوق اور تھوڑے روپیہ کے اور کچھ نہ تھا۔

ہم سب چاہتے تھے کہ آگے بڑھے چلے چلیں مگر اسباب سے بہت دور آگے بڑھ جانا خالی از وقت نہ تھا اسوجہ سے ہم نے رات شوشہ میں بسر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ قاعدہ یہی کہن لوگوں کو یہ خواہش پیدا ہوتی ہے جس قدر جلد ممکن ہو مقام جنگ تک پہونچ جائیں و نیز جب اپنی آنکھ سے لڑائی دیکھنے کا اشتیاق دامنگیر ہوتا ہے تو ان میں بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں

بجھین میں پسندی کا خیال آتا ہی لہذا میں بھی اس اصول سے متشقی نہ تھا اور مجھے اس موقع پر قدیم یونانی دیوتا ڈیونٹی کی سرزنش یاد آتی تھی جسکا سرسری ترجمہ حسب ذیل ہو سکتا ہو ”اگر کوئی شخص اس قدر دیر کر کے طرابلس پہونچے جبکہ صلح کے نامہ و پیام ہوتے ہوں تو اسوقت اپنی غلطی پر بہت افسوس کرے گا“

جب میں شوشہ کے اندر صبح کو پانچ بجے سوکر اٹھا تو اسوقت بڑی شدت سے سردی تھی ہم آٹھ آدمی ایک کمرہ میں پتھر کے فرش پر سوئے تھے اور راستہ بھریوں ہی زمین پر لیٹنا پڑا البتہ عزیز یہیں ایک عرب سے میں نے سفری چار پائی مول لے لی تھی وہاں تو تکلیف نہیں ہوئی باقی جاتے وقت پتھر کی زمین پر لیٹتے لیٹتے طبیعت عاجز آگئی اور آرام سے سوئے کو جی چاہتا رہا۔ رات کو ہم نے یہ طے کر لیا تھا کہ ساڑھے پانچ بجے روانہ ہو جائینگے لیکن کوئی تجویز کتنی ہی عمدہ کوئی شخص پیش کرے عربوں کے سابقہ میں نہیں چل سکتی نتیجہ یہ ہوا کہ ساڑھے آٹھ بجے چلتا نصیب ہوا۔ صبح سے ہوا میں خنکی محسوس ہوتی تھی اور مطلع بھی صاف نہ تھا اگرچہ رہا تھا انداز عرب تارنشی کی پیشین گوئی کہ ”ہوا میں برودت پائی جاتی ہو“ پوری ہو گئی جیسے ہی ہم شوشہ سے اتنی دور نکلے ہیں کہ پستی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی مینہ پڑنا شروع ہو گیا اور اس شدت سے پانی پڑا کہ چھوٹے بڑے گڑھے سب پُر ہو گئے میں بخوبی جانور دن کو پانی پلایا جاسکتا تھا۔ عرب بیچاروں کی بُری حالت خفی گھوڑوں کا پیر ہر قدم پر چھلستا تھا اور اونٹوں کا پوچھنا ہی کیا ہیو ریگستان کی لہلہ دار کیرچر میں قدم بڑھانا دشوار تھا۔

میں نے پہلے پہل دشمن راٹلی کو مقام بدتمیش میں دیکھا یہ وہ مقام ہے جہاں قدیم یونانیوں کے زمانہ میں ایک مندر تھا جہاں لوگ جاکر ہر اہم معاملہ میں دیوتا سے استخواب کرتے تھے۔ گویا یونانیوں کے یہاں استخارہ کا مقام تھا اور جو بات رہتا تھا اُس پر عمل کرتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ مندر کے پوجاری بت کے اندر بیٹھ کر ہر بات کا مبہم جواب دیا کرتے تھے اور ایسا جملہ کہتے تھے جسکے معنی کامیابی دنا کا می دونوں صورتوں میں چسپان ہو سکیں۔

رومیوں کے زمانہ میں شہر بسنڈن آباد تھا۔ یہاں سمندر کے کنارے ایک ٹیکرے پر بہت پرانا قلعہ ترکوں کا بنایا ہوا واقع ہو۔ جب ہم پہونچے ہیں تو اس قلعہ کی حفاظت کیلئے دو عرب اور ایک ترکی سپاہی مامور تھا ساحل سمندر کے مقابل میں دو میل تک نیچے ٹیکرہ دار کا سلسلہ چلا گیا ہوا اور دونوں کے درمیان سمندر ہے کسی زمانہ میں نہایت نفیس انگار گاہ ہوں لیکن اب قلعہ کے بائیں جانب سمندر کے اندر چھوٹی سی گودی بنی ہوئی ہو اور اسکے کنارے چند کشتیاں کھڑی تھیں میرے خیال میں اس لنگر گاہ کا بھی وہی حال ہوا جو شمالی افریقہ کے اور مقاموں پر ہوا یعنی یہ کہ کنارے سے ریت آکر سمندر میں بھر گئی اور اسی وجہ سے تقریباً کل سواحل شمالی افریقہ نہایت خطرناک ہیں۔ ان پہاڑیوں سے تھوڑی دوہٹ کر اٹلی کا ایک جنگی جہاز ڈسٹر انڈر (تباہ کن) قسم کا کھڑا ہوا تھا۔ جسکے انجن سے سیاہ سیاہ دھواں نکل رہا تھا۔ یہاں مناکہ پانچ روز ہوئے جب اس ٹوٹے پھوٹے قلعہ پر اٹلی والوں نے گولہ باری کی تھی میرے خیال میں یہ حرکت محض عداوت کی گئی کیونکہ اس قلعہ پر گولہ باری کرنے سے کیا فائدہ تھا فوجی ضروریات کے لحاظ سے یہ مقام بالکل کارآمد نہیں ہو۔ میں نے دیکھا کہ اس مختصر فوج کو جو قلعہ کی محافظ تھی اس گولہ باری سے کچھ بھی خوف نہ تھا اٹلندہ ہونے سے کچھ دہشت تھی بلکہ سب اس طرف سے لاہر دانتظر آتے تھے۔ معائنہ کے بعد گولہ باری سے صرف اس قدر نقصان معلوم ہوا کہ قلعہ کی دیواروں میں تین سوراخ ہو گئے تھے مگر بارہ یا دہتر توپ کے گولوں کے ٹکڑے بکثرت چٹانوں پر پڑے تھے تاہم یہ خیال پیدا ہوا کہ بیس سواروں کو دیکھ کر جن میں سے اکثر ترکی ٹوپی پہنے ہیں کہیں اٹلی والے گولے نہ چلا دیں اسوجہ سے عبد الکریم نے احتیاطاً بوقیش چھوڑ دیا میری رائے میں داناتی کی کہ کل ہلالِ حمر کی جماعت جنگی جہاز کی زد سے نکال لئے گئے۔ اگر کوئی گولہ دو اوٹوں وغیرہ سے لہرے ہوئے اونٹوں کے قریب گرا تو سب جانوں کے لئے خطرہ تھا اور سب سامان تباہ ہو جاتا لیکن کپتان ٹلیمین اور ایمرٹ صاحب

قلعہ میں ٹھہر گئے اور اسکی ٹوٹی ہوئی دیواروں کے سایہ میں کھانا کھایا۔ یقیناً جہاز والے ہمیں دیکھتے ہوئے مگر غنیمت یہ ہوا کہ گولے نہیں چلائے۔ یا تو یہ سبب ہو جیسا کہ ترکوں کا خیال تھا کہ میری سفید رنگ کی انگریزی ٹوپی دیکھ کر خاموش ہو رہے کیونکہ میں نے ابھی تک ترکی ٹوپی نہیں اختیار کی تھی یا یہ سبب ہو کہ انھیں بذریعہ ہوائی تار بتی اطلاع مل گئی ہو یا ان کے گوندوں نے کسی طرح سے خبر ہو چا دی ہو کہ یہ کاروان انجمن ہلال احمر ہوا اور یہی بات زیادہ قریب قیاس بھی ہے۔

ہم بہت جلد ترکی ڈاکٹروں سے جا ملے انکی زبانی معلوم ہوا کہ عربوں سے خبر ملی ہے کہ زوارہ پر اٹلی والے برابر گولہ باری کرتے رہتے ہیں اور اسی مقام کے لیے ہم نے تجویز کیا تھا کہ آئندہ منزل کریں گے۔ پس جس سبب سے کہ ڈاکٹروں نے قومیش چھوڑ دیا تھا۔ زوارہ کا قصد بھی ملتوی کر دیا اور یہ تجویز ہو کہ زوارہ کے جنوب میں ایک مقام رعد لین ہی وہاں رات بسر کرنا چاہیے اور صبح کے وقت جس سمت مناسب سمجھا جا سکے سفر شروع کرنا چاہیے۔ جن لوگوں نے ہم سے زوارہ کی خبر بیان کی تھی ان میں سے ایک عرب کے پاس بریسیا کی بنی ہوئی بھری سپاہیوں کی بندوق تھی طرابلس پہنچ کر ایسی بندوقین دیکھنے کا بہت اتفاق ہوا جس سے پتہ چلتا تھا کہ اٹلی کے بحری سپاہیوں کو بھی خشکی میں کوئی بڑی رک مل چکی ہے۔ یہ بندوق بہت ہلکی تھی آسانی سے ہر شخص ادھر ادھر لجا سکتا تھا اسکا دید بان سترہ یا اٹھارہ سو گز فاصلہ کے پیمانہ پر نصب تھا اور بندوق میں ایک لمبے قبضہ کے ذریعہ سے لمبی سنگین جڑی ہوئی ٹھلی سونچ سے تیار تھا کہ جب چاہے بندوق کی نالی کے نیچے کرے اس عرب کو اپنی بندوق پر بہت نادھتائیں نے اسکو کندے میں ایک خانہ بتا دیا جس میں تیل کی گئی اور صاف کر کے کا اور سامان رکھا جاتا ہے جیسے معلوم کر کے وہ اسقدر خوش ہوا جس طرح کوئی زمین سے ذغینہ نکال کر خوش ہوتا ہے۔

جب تک میں طرابلس میں رہا اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس کرتا رہا کہ ڈاکٹر طحیم کی ہدایت کے بموجب اُنکی طرح میں نے ایک گھوڑا فرانسیسی رسالہ کی کاٹھی اور زین کے قھیلے کیوں نہ خرید لیے جو بہت آرام دہ ثابت ہوتے اس نتیجہ ہوا کہ تمام سفر میں مجھ کو تکلیف اٹھانا پڑی اور عربوں کی کاٹھیاں پر چنکی رکابین بہت چھوٹی مثل گھوڑ دوڑ کے سواروں کے ہوتی ہیں سارا سفر مصیبت سے کاٹنا پڑا مشکل یہ ہوتی ہو کہ اگر رکابوں کے اندر پریر نہ رکھو تو جہاں گھوڑا دلکی یا پوئی چلا رکابین بیٹ میں لگنا شروع ہوتی ہیں غرض میں نے جس قدر تکلف سفر کیے ہیں اُن سب میں اس سفر کی مصیبت بالآخر تھی جو گیارہ گھنٹے شورش سے رعد لین پہنچنے میں مجھ پر گزری طرابلس کے سفر میں خاص صفت یہ ہو کہ منزل کا پتہ نہیں چلتا کہ کتنی دور رہی ہو اکثر یہ واقعہ گذر کہ اندھیرے میں چلتے چلتے مجھ کو رک کے درخت نظر آئے اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور ہم خوش ہو گئے کہ منزل پر آ پہنچے مگر جب کسی بدو سے پوچھا اسنے یہی کہا کہ گھوڑی دور رہی لیکن ہمیں کبھی اطمینان نہیں ہوا کیونکہ ایسے ملک میں جہاں وقت یا فاصلہ کے شمار کا کوئی طریقہ نہو دور یا قریب کہنا کیا اثر رکھ سکتا ہو۔ کیونکہ عرب کی عادت ہو کہ جب تاروں بھرے نیلگون آسمان کو دیکھتا ہوا اور پھر اپنے حق و دق صحرا پر نظر ڈالتا ہو تو یہی کہتا ہوا اُندھنا سے آسمان پہنچا اور اُسے صحرا کو بہت وسیع خلق کیا ہو لہذا اسکے سوا اُسے اور کچھ علم نہیں ہوتا۔

جب ہم رعد لین پہنچے تو وہاں عورتوں اور بچوں کی بہت کثرت پائی معلوم ہوا کہ یہ لوگ زوارہ سے بوجہ گولہ باری کے ہٹا دیے گئے ہیں جبکہ انکو یہ تھا کہ شہر بھر میں کوئی مکان خالی نہ تھا اور وہ یہ خرچ کرتے یا کسی کی سعی سفارش یا مروت غرض کسی طرح مکان نہیں مل سکتا تھا لیکن اُن افسروں نے جو کہ کونک (سرکاری مکان) میں موجود تھے ہمیں آرام پہنچانے کی ہر طرح کوشش کی اور ایک عرب کا خیمہ ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں فرانس کا ایک انجینیر ٹھہرا تھا نیز ایک اوکمرہ جو کونک کے صحن سے بلندی پر واقع تھا

اس چھوٹے سے قصبہ پر لڑائی شروع ہونے کے زمانہ سے اس وقت تک اٹلی والوں نے بارہ مرتبہ سے کم گولہ باری نہ کی ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ اٹلی والے اگر فوجی بارکون پر گولہ باری کرتے تو حق بجانب تھے نیز یہ بارکین قصبہ سے علیحدہ ہیں اور سمندر سے صاف نظر آتی ہیں لہذا خاص قصبہ پر گولہ باری کرنا جس میں کچھ مکانات اور چند مسجدیں ہیں اٹلی والوں کی نہایت شرمناک حرکت تھی کیونکہ بین الاقوامی قاعدہ دن کے بموجب غیر مسلح مقامات کی گولہ باری ناجائز ہو پس زوارہ ایسا مقام ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ ہونا چاہیے تھا مگر اٹلی والوں نے کہیں اس قاعدہ کی پابندی نہیں کی۔ شہر کی سڑکوں پر چلتے پھرتے میں نے جابجا گولوں کا اندر دیکھا کہ انکے پھٹنے سے کیا کیا نقصانات ہو چکے ہیں۔ موسیٰ بے کے رہنے کا مکان جو شہر بھر میں ایک ہی دو منزلہ عمارت تھی اور وجہ اپنی بلندی کے آسانی سے نشانہ بن سکتی تھی گولے پڑنے سے بالکل شکست ہو گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً بیس گولے اس مکان پر پھٹے ہوئے ان میں سے دو گولوں کے خالی کارٹریج قریب کی دوکان پر رکھے بھی تھے انپر گولوں کا وزن یعنی ایک من نو سیر اور مقام ساخت یعنی بریسیا لکھا ہوا تھا۔ علاوہ اس عمارت کے عدالتوں کی عمارتوں اور چار دوکانوں پر بھی گولے پڑے تھے نیز ایک مسجد کی چھت میں سوراخ ہو گیا تھا شہر کے مدرسہ کو تو اس قدر صدمہ پہنچا تھا کہ مجر پتھروں کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں نظر آتا تھا۔ اس امر کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکا کہ گولہ باری سے فی الحقیقت کس قدر نقصان ہوا کیونکہ اٹلی والوں نے دفعۃً حملہ کر دیا تھا مہذب قوموں کی طرح حسب دستور گھنوں نے اطلاع نہیں دی، بلکہ غریب عربوں کے بے پناہ جھوٹے دن پر گولے پھینکنا شروع کر دیے میں نے سنا ہے کہ دو تین عورتیں اور کچھ بچے شہر سے بھاگنے کی کوشش میں گولوں سے صانع ہو گئے آخر کار ان سب کو رعد لین بھیج دیا گیا۔ میں اپنے سفر میں دو مرتبہ زوارہ گیا

دونوں مرتبہ یہی دیکھا کہ شہر میں کاروبار دستور کے موافق ہوتا ہو اور کوئی جنگی جہاز روکنے کے لئے نہ آئے ہو اور نہ ہی حملہ کی پروا نہیں کرتا۔ حال کے حمایہ میں جو نقصان ہوا وہ یہ تھا کہ ایک حبشی لڑکا کھجور روکنے کے وقت دونوں میں کھیل رہا تھا گولہ لگنے سے مر گیا۔

اٹلی والوں نے اس بزدلانہ گولہ باری میں ہر قسم کے گولے چلائے ۶۔ انچہ قطر کے بڑے گولے سے لیکر گراب سے بھرے ہوئے گولوں۔ قلعہ شکن پھٹنے والے اور لوہے کے جہاز توڑنے والے گولوں تک کے ٹکڑے وہاں موجود تھے اور میری نظر سے گزرے اپنے سونے کے کمرے میں مجھے بہت بڑی بڑی گر ایندھن میں جن کا قد معمولی ساڑھے سات سیر والے گولہ کی گرابوں سے سہ گونہ تھا۔ اگر بہت گھٹا کر اندازہ کیا جائے تب بھی کل حملوں میں تخمیناً پانسو گولوں سے کم اس چھوٹی سی بستی اور بار کون پر نہ برسے ہونگے۔ چنانچہ دوسرے حملہ کی بابت سنا گیا ہو کہ متواتر پانچ روز ۲۸ نومبر سے لیکر ۲ دسمبر تک گولے برستے رہے منجملہ انکے پہلے روز تو دس بجے سے تین بجے تک گولہ باری ہوئی پھر ۲۹ سے علی الصباح شروع ہوتی رہی۔

میری رائے میں فوجی بار کون کو گولوں سے سخت نقصان پہونچا تھا چنانچہ جس کمرہ میں میں ٹھہرا تھا اس کا کل سامان غارت ہو گیا تھا ایک گولہ کھڑکی کے اندر سے ہو کر دیوار کے پار ہو گیا تھا اس وجہ سے کوئی چیز نہیں بچی تھی اور باقی عمارت میں گولے اور گرابوں سے بھجھوٹے بڑے ۵۳ سوراخ ہو گئے تھے۔ ایک گولہ کی رفتار البتہ عجیب و دلچسپ تھی پہلے یہ گولہ سپاہیوں کی بارک کے کونے پر لگا وہاں سے چل کر ایک کھجور کے درخت کو نصفاً نصف پھاڑتا ہوا زمین پر گر اوروہاں سے اچھل کر جس مکان میں ہم ٹھہرے تھے جا لگا جسکی وجہ سے بہت بڑی دراڑ پڑ گئی۔

ان روزمرہ کے حملوں سے میں نے کسی ترک کو پریشان نہیں پایا تاہم زوارہ اس شخص کے ٹھہرنے کے قابل نہ تھا جسے آرام دامن سے رہنا مقصود ہو کیونکہ ہر وقت

یہی خیال لگا رہتا تھا کہ ساحل کی چوکی سے کوئی سپاہی یہ خبر دینے آتا ہو گا کہ اٹلی کا کوئی جنگی جہاز شہر کی جانب آرہا ہو۔ ایسے موقعوں پر یہ کیا جاتا ہو کہ سب لوگ کسی بالو کے ٹیکرے کی آڑ پر کھینچے ہوں جو ساحل اور آبادی کے درمیان واقع ہیں اور اس طریقہ سے خشکی پر مقابلہ کرنے کے لیے نہایت خوبی سے تیار ہو جاتے ہیں۔ ان ٹیکوں کے نیچے عرب اور ترک اس وقت تک انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں جب تک جنگی جہاز اپنا گولہ بارود ضائع کرتے رہتے ہیں یا تھوڑی دیکھ بھال کے بعد واپس جاتے ہیں عرب اور ترکوں کی حالت یہی ہے کہ سب ان گولوں کو بہت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اکثر ایسا ہوا کہ یہ لوگ گولوں کی زد پر ہوئے اور اٹلی والوں نے بالو کے ٹیکرے پر گولے اتارے مگر ترک سپاہی ٹیکرے پر بیٹھے نہ ہولیا کیے اور بڑھا افسر تو کھلے میدان میں بیٹھ گیا اور گولوں کی کچھ پروانگی لبیکرے عرب نہیں ہوتے ہیں بلکہ گھات میں بیٹھے رہتے ہیں اور غنیمت یعنی اپنے مکانات و نخلستان کے تباہ کرنے والوں کو کو سا کرتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ عربوں کو اگر تعلیم دی جائے تو بہت نفیس سپاہی بن سکتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ۱۴ برس اُدھر عمر رمان کے مقام پر ہمارے گولہ اور گولیوں کی سخت بوچھاڑ کا کھلے میدان میں مقابلہ کیا تھا۔ یہ لوگ نہایت پھرتیلے خوبصورت۔ اور جفاکش ہوتے ہیں اور ہر قسم کی سختیاں محض اپنے بے برگ و بار میدانوں اور ٹوٹی پھوٹی چھوٹے پڑیوں بچانے کے لیے اٹھاتے ہیں عربوں کے ذکر کے ساتھ یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ سب سے زیادہ حماقت آمیز خبر جو اٹلی والوں نے پھیلارکھی ہے وہ یہ ہے کہ عرب محض ترکوں کے دباؤ سے لڑتے ہیں۔ حقیقت میں کیا اچھا دباؤ ہو! علاوہ ترکوں اور عربوں کی تعداد کا مقابلہ کرنے کے اس خبر کی تردید یوں ہو سکتی ہے کہ کسی عرب کے سامنے لفظ اِیطالین، گمدا یا جائے تو اسکی صورت دیکھ کر کوئی بھی ہوا سکے

۱۔ عمر رمان سوڈان میں واقع ہے یہاں برطانوی فوج اور انگریزی و مصری فوج کے درمیان بہت بڑا معرکہ ہوا تھا۔ انگریزی فوج کے افسر علی لارڈ کینز تھے ۳۳

دل سے یہ خیال جاتا رہیگا۔ میں نے سنا ہے کہ اٹلی والے بہ نسبت ترکی باقاعدہ سپاہیوں کے عربوں سے زیادہ ڈرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ عربوں کو بھی اُن سے سخت نفرت ہے مزید برآں جب سے انھوں نے یہ ظالمانہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ عقبہ اور زوارہ جیسے مقامات پر گولہ باری کرتے ہیں اُس وقت سے عربوں کے دل میں عداوت کا نقش فی الجحیم کے ہو گئی ہے۔

زوارہ کے قیام میں اکثر ایسا ہوا کہ بوجہ بے بنیاد بلچل کے بعض اوقات ہماری آنکھ سوتے سے کھل گئی لیکن ایک روز محمد نے دھڑ سے صبح کے وقت دروازہ کھول کے کہا کہ جنگی جہاز آگئے، میں نے جلدی جلدی اپنے حواس درست کر کے کپڑے پہنے اور محمد سے کہا کہ میرا صندوق وغیرہ مسجد میں جا کر رکھ آئے کیونکہ یہ مکہ بالکل سامنے اور زوارہ پر ہے اور اگر میرے بچھو نے ضائع ہو گئے تو بڑی مصیبت کا سامنا ہو گا باہر جا کر دیکھا کہ باقاعدہ سپاہی مقابلہ کے لیے تیار تھے یہ لوگ ٹیلوں کی طرف بڑھ کر وہاں گڑھوں میں آ کر پکڑ کے بیٹھ گئے تھے میں جُھکے جُھکے ٹیلے کی چوٹی پر پہنچا وہاں سے جنگی جہاز (کرور قسم کا) صاف نظر آتا تھا بلکہ جہازوں کی صورتیں دکھائی دیتی تھیں یہ جہاز تقریباً پندرہ سو گز کے فاصلہ پر لنگر انداز ہو گا جس سے شہر کے مکانون اور کھجور کے درختوں کو ہر طرح کا نقصان پہنچ سکتا تھا مگر اس طرف جہاز کو صدمہ پہنچانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے اٹلی کے نامہ نگار کی دی ہوئی ایک خبر اخبار ٹیمپس میں پڑھی کہ اٹلی کے جنگی جہاز کی گولہ باری کا توپوں سے جواب دیا گیا، یا تو یہ سفید جھوٹ ہے یا اٹلی والوں کو ایک کھیل سے جو عربوں کی بستیوں میں عموماً بچے کھیلنے ہیں دھوکا ہوا وہ یہ کہ بار و د زمین میں گڑھا کھود کر اڑا کر تے ہیں۔ یہاں میں نے چیخ سے اُتری ہوئی صرف ایک توپ دیکھی وہ بھی اُس زمانہ کی جبکہ اہل بربر اپنے جہازوں پر سوار ہو کر سمندر میں ڈاکہ مارتے تھے۔ میری تمنائیں کہ کاش ایک میدان توپ زوارہ میں ہوتی جس کا ایک سچا نشانہ اُس کرور کو سبق دیتا کہ

۱۔ یہ مقام بحر احمر کے ساحل پر ینبوع بندر گاہ مدینہ منورہ کے شمال میں واقع ہے ۱۳

جنگ ایسی آسان اور صرف ایک فریق کو صدر پہونچانے والی چیز نہیں ہو۔
 جب ہم بالو کے ٹیکرے پر پڑے ہوئے انتظار میں تھے کہ کوئی نہ کوئی قابل دید بات
 دیکھنے میں آئیگی اور کسی نہ کسی طرح ہماری محنت ٹھکانے لگیگی نیز شخص و بیچ کی حالت
 بھی تھی کہ دیکھیں سمندر کی جانب سے کیا واقعہ پیش آتا ہو اس اثنا میں بہت سے قصے
 جیسے عموماً فوجی کیمپ میں بیان کیے جاتے ہیں سننے میں آئے مگر ان کے لوگ کہتے
 تھے کہ ایطالی گولیوں سے گرہیں ٹھنڈی ہو کر نکلتی تھیں اور کسی کو نقصان نہیں پہونچتا تھا
 میرے نزدیک یہ غیر معمولی واقعہ نہیں ہو کیونکہ گولہ اور اسکے اندر کی گراولن کا دور ایک ہی
 ہوتا ہو جب گولہ نشانہ سے فاصلہ پھٹتا ہو تو گراہیں ایسی کمزور ہو کر نکلتی ہیں کہ پھتری سے
 او کی جاسکتی ہیں اکثر یہ دیکھا گیا ہو کہ سپاہیوں کے قبیلوں اور جیون میں گراہیں اگر گراہیں
 اور کوئی صدر نہیں پہونچا گولہ باری سے نقصان نہ پہونچنے کے بہت سے قصے سننے میں
 آئے بیان کیا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ صرف دو بکریان اور ایک سانپ ہلاک ہوا۔ ایک
 مرا ہوا سانپ ٹیلے کی چوٹی پر میں نے بھی دیکھا تھا لیکن مجھے شبہ ہو کہ گولہ باری سے
 شاید ہی ہلاک ہوا ہو البتہ یہ ممکن ہو کہ دہشت سے مر گیا ہو۔ یہاں کی فوج میں ایک
 البانی مسلمان سپاہی بڑا باتنی تھا۔ سلیو خاندان کی دروسی۔ بلغازی۔ رومانی وغیرہ آفریقا
 قریب سب زبانیں بولتا تھا۔ شہر بوکرست کی بڑی تعریفیں کرتا تھا اور اپنے بھائی کی قسمت
 پر جو شکاگو (امریکہ) کے کسی کارخانہ میں ایک گئی روز پیدا کرتا ہو بڑا رشک کرتا تھا اُس نے
 مجھ سے انگریز سپاہیوں کی خوراک اور تنخواہ کے متعلق بڑے اشتیاق سے سوالات کیے اور
 جب میں نے اُس کے ہم پلہ یعنی عون باشتی (معمولی سپاہی) کی تنخواہ کے متعلق جو انگریزی فوج
 میں دی جاتی ہو حالات بیان کیے تو اُس سے ایسی حیرت ہوئی کہ اپنی خندق سے ہاتھ باہر نکال کر
 میری طرف بڑھایا اور دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

ہلال احمر کی جماعت مع ڈاکٹر بلطیم روانہ ہو گئی لیکن مختلف وجوہات کی وجہ سے میں

تین روز اور ٹھہرا اور یہ زمانہ قیام بڑی دلچسپی سے گزرا کیونکہ یہاں کا مملکتان ہمنہ رکے قریب واقع ہونے سے ایسا دلچسپ و خوش منظر تھا کہ تمام طرابلس میں ایسی جگہ میں نے نہیں دیکھی۔ مزید یہ کہ ان کپتان حسن آفندی کا اخلاق تھا انھوں نے مجھ پر اور امیٹ صاحب پر یہاں تک مہربانی کی کہ اپنا نوکر جو سلا نیک کا رہنے والا اور مسلمان تھا ہماری خدمت کے لیے مخصوص کر دیا۔ یہ شخص کم عمر تھا یونانی زبان میں باتیں کرتا تھا اور کھانا خوب پکاتا تھا۔ اسے ہم کو نہایت لذیذ پلاؤ کھلایا اور ایک دن درمیان ویکر مرغ کے کباب کھلاتا تھا ترکی قوہ تو ایسی اچھی بناتا تھا کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا ہی۔ میری دہلی کے ایک روز پہلے پیچارے حسن آفندی لہرہ میں مبتلا ہو گئے جب میں نے دیکھ لیا کہ امغبین بخار نہیں ہو تو شور بدینے کے لیے بازار سے مرغی خرید لے گیا۔ میں نے ایک مرغی گیارہ یا ساڑھے گیارہ آنے کو خریدی اور بارہ اٹلے اور آدھ سیر مٹر تقریباً سات آنہ کو ملے ان قیمتوں سے ظاہر ہے کہ جو نرخ جنگ کے زمانہ میں عموماً ہوتا ہے زوارہ میں نہ تھا۔ یہ سب چیزیں میں نے ایک عرب چھوکرے کے ہاتھ بارک بھوادین اور مرغی چونکہ دہلی تھی اسوجہ سے میں نے چھوکرے سے کہہ دیا کہ راستے میں مرغی کو مٹر خوب کھلائے تاکہ آخر وقت وہ سیر ہو کر دانا کھالے۔ زوارہ میں کوئی ڈاکٹر نہ تھا کیونکہ پہلی مرتبہ گولہ باری کے بعد فوجی ڈاکٹر جو ایک یونانی ہیو رغدین کی طرف شہر چھوڑے والوں کے ہمراہ چلا گیا تھا۔ خیر کھانے سے فراغت کے بعد میں کھجور کے درختوں کی طرف گویا رخصتی سیر کے لیے روانہ ہوا آفتاب دن بھر نہایت آب و تاب سے چمکنے کے بعد غروب ہو چکا تھا اور چاروں طرف سناٹا چھایا تھا صرف کسی وقت جھینگریا کسی کتے کے بھونکنے کی آواز آ جاتی تھی۔ آسمان پر مریخ سرخی لیے ہوئے نہایت تیزی سے چمک رہا تھا۔ چاندنی ایسی شعلات تھی کہ روشنی ٹھنڈھی ہو جاتی ہے یہ بھی ہمنہ سے بارکین بہت صاف نظر آ سکتی تھیں۔ میں ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا مجھے دیکھتے ہی ایک پہرہ گیر نے ٹوکا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے طرابلس کے کسی

کیمپ مین پرہ کا ایسا اچھا قاعدہ نہیں دیکھا جیسا کہ موسیٰ بے نے اپنے کیمپ کے اندر انتظام کر رکھا ہے۔ سامنے اٹلی کا جنگی جہاز نظر پڑا جو لہروں کے ساتھ ہلنے میں دور سے ایک مہیب جانور کی شکل معلوم ہوتا تھا۔ جب میں سیر سے واپس آیا تو مین نے سپ سالار کو سفارت عثمانیہ کا عطیہ خط دکھلایا جو وہاں سے بغرض تقریب شناسائی عنایت ہوا تھا اور سپ سالار کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اسکی فوج کو کامیابی کی دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا جسے رخصتی کے وقت مجھے گلے لگا کر پیار کر لیا۔

مسٹر ایبٹ صاحب - رید صاحب اور مین رات کو آٹھ بجے زوارہ سے عزلیات کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ہمارے ہمراہ دو ترکی افسر بھی تھے جنھوں نے کل ہی سحر کو عبور کیا تھا۔ ایک اُن مین سے عارف بک نامے ۳۸ نمبر رسالہ کا کپتان تھا اور اپنی شوخ رنگی لال دردی مین نہایت بھلا معلوم ہوتا تھا دوسرا عراق کا رہنے والا عربی النسل تھا اور توپخانہ مین ملازم تھا۔ دونوں کی ہمراہی سے سفر میں بہت لطف آیا خوش قسمتی سے آئندہ چل کر مجھے عارف بے کی متعدد کارگزاریاں دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے غنیمت کے لشکر کی دیکھ بھال و نقل و حرکت کی خبریں نہایت ہوشیاری سے حاصل کر کے اپنی فوج کی قابل تعریف خدمت کی۔ رات بہت سہانی تھی ہمارے پاس اب گھوڑے تو رہے نہ تھے اور بار برداری کے اونٹوں پر بیٹھنے سے دم اُٹھتا تھا اسوجہ سے عزلیات تک بیس کوس کے قریب پیدل چلے مگر بعض بعض مقام پر چلنے میں بہت تکلیف ہوئی خصوصاً عزلیات کے قریب کوس بھر تک مصیبت کا سامنا رہا بڑے اونچے اونچے بالو کے ٹیلوں پر چڑھنا اُترنا بڑا جرمین پیر دھنسنے کی تکلیف مزید برآں تھی خیر کسی طرح عزلیات پہنچ گئے ۶ بجے صبح کے قریب سونے کی نوبت آئی کوئٹہ مین جا کر تین گھنٹے کے لیے چٹائیوں پر پڑ رہے ایسے مقامات کا سفر جہاں منزل بہ منزل چلنا ہو ہرگز رات کے وقت نہ کرنا چاہیے کیونکہ آدمی کی صحت بالکل خراب ہو جاتی ہے دن کو اگر موقع ملے تو سونے کی کوشش کرنا چاہیے

مگر عربوں کے سابقہ میں نیند کا آنا آسان بات نہیں ہے۔ لندن میں جو لوگ تاج کے جلسوں سے ساڑھے چار بجے صبح کو واپس آتے ہیں انھیں کم سے کم سوئے کا کمرہ ایسا ملتا ہے جس میں پر دے کھینچ کر اندھیرا کیا جاسکتا ہے اور تھوڑی بہت خاموشی رہ سکتی ہے لیکن آدمیوں اور اونٹوں کے مجمع میں لیٹ کر دن کی تیز روشنی میں سونا حال ہے۔

عربیات سے ہم دو پہر کے قبل نہ روانہ ہو سکے۔ ہمارے اونٹ بہت سست تھے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو ٹھٹھے ہمیں تلاش میں گذرے۔ ان اونٹوں کی گردن عجیب طرح کے نشان تھے میں نے اس طرح کے نشانات اکثر مشرقی ممالک میں دیکھے ہیں۔ یہ نشانات ایسی زبانوں کے حروف کے ہوتے ہیں جن سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً جزیرہ سقوطہ میں میری نظر سے جو نشانات گذرے وہ قدیم حمیاری زبان کے حروف کی شکل رکھتے تھے جیسے ہمارے یہاں پرانے زمانہ میں چند متروک یونانی حروف کے چھاپے سے گھوڑے داغے جاتے تھے۔ میں نے زوارہ میں عرب بچوں کو اسی قسم کے کھیل اور ویسی ہی شکلیں بالو پر کھینچ کھینچ دیکھا جیسے کہ انگلستان کے ہر قریہ میں بچے کھینچ کر عموماً کھیلتے ہیں۔ اور ایسی ہی شکلیں میں نے سقوطہ میں سمندر کے کنارے بنی ہوئی دیکھیں غرض بچوں کے بعض کھیل بہت قدیم ہیں اور بعض بعض کھیل کی بولیاں مثلاً ”بتی“ وغیرہ سنسکرت زبان کی معلوم ہوتی ہیں مگر ہر ملک میں تھوڑی بہت الفاظ و نشانات کی شکل بدلی ہوئی ہے۔

عربیات سے لیکر رادیو تک کا راستہ پسندت زوارہ و عربیات کے راستہ کے

۱۔ حمیاری اور صالی ملک میں کی رہنے والی قوموں کے نام ہیں یہ تو میں ایک ہزار برس قبل مسیح آباد تھیں اور ولادت حضرت مسیح و نیز یسوع و عروہ ج جو پہلے تھا حضرت مسیح کی ولادت کے قرب زمانہ میں نہیں رہا تھا آخر فنا ہو گئیں۔ اگلی زبان سیمیک خاندان کی تھی جس میں عربی و عبرانی زبانیں شامل ہیں۔ ملک میں اکثر کتبہ ان قوموں کے زمانہ کے پتھر و ن پر کندہ موجود ہیں۔ انیز یورپ کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ مذہب یہ تو میں آفتاب پرست تھیں ۱۲

بست دلچسپ ہو زمین کی حالت یہ ہو کہ بلندی و پستی جا بجا ہو ریگستان کی طرح چٹیل میدان
 نہیں ہو بلکہ تھوڑی تھوڑی دور پر خرمہ انجیر اور پھولدار درختوں کے باغات واقع ہیں۔
 ۸۔ سب سے شام کے قریب باغات دیکھ کر کتوں اور بارود والے کھیل کی آواز سن کر بچپن میں
 خیال گذر کر منزل پر آپہنچے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ قصبہ سرمان نامے ہی
 اور یہاں سے زاویہ ابھی تین گھنٹہ کا راستہ ہو۔ اس بستی سے آہ و زاری کی آوازیں بہت
 زور زور سے آرہی تھیں ہم نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ایک عرب کے ماتم غفلت
 کا یہ حال ہی زن و مرد بچہ بوڑھا سب اُسکے واسطے روتے ہیں شیخ غصہ لڑائی میں شہید ہوا تھا
 اب لوگ اُسکا جنازہ اُسکے وطن کو لائے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر سرمان کی پولیس کی چوکی میں
 ٹھہرے وہاں اور باتیں ہوتے ہوئے پینچون کے متعلق گفتگو شروع ہوئی عارف بے نے
 اسٹفر کارخانہ کا آپ سے چلے والا پستول جو کہ میرا تھا بہت پسند کیا اور مجھے اپنا کولٹ
 کارخانہ کا بڑی گولی کھانے والا پستول دکھایا۔ بعد ازاں جب عارف بے اپنا پیچہ جیب میں
 رکھنے لگے تو اتفاق سے گھوڑی پر ہاتھ پڑ گیا اور پستول سر ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پتھر کے
 فرش میں میرے پیر سے ایک اُنکھل کے فاصلہ پر بڑا سا سوراخ ہو گیا روشنی کچھ لگی اور ایک
 عرب لڑکی زور سے چیخ مار کر زمین پر گر پڑی میں نے جلدی سے دیا سلامی کھینچی تو معلوم ہوا
 کہ اُسکی ٹانگوں پر پتھر کی کچھ کرچیں اڑ کر لگی تھیں باقی خوف کھا گئی تھی اندھیرے اور پتھری کی
 آواز نے اُسے دہلادیا تھا خیر میں اور وہ دونوں بچ گئے بہت غنیمت ہوا۔ اس واقعہ کے بعد
 گو ہم تھکے ہوئے تھے لیکن آگے کی طرف روانہ ہوئے سوا دس گھنٹے گزر کر ایک دلدل میں ہوتے
 ہوئے جس پر دھواں چھایا ہوا تھا سامنے کے غلستان کی طرف بڑھے اُسوقت سمندر کے
 کنارے ایک ٹھہری زور زور سے بول رہی تھی اُسکی آواز سے خوف زدہ ہو کر چھینک کر آواز لگا
 ہوئے ادھر ادھر پھر رہے تھے یہاں ہم نے گڈھنوں میں بطخیں دیکھیں جو ہمیں دیکھ کر نہیں
 بھڑکیں دلدل کے پاس والا غلستان بہت نفیس مقام ہی زمین نہایت شاداب ہے

اس وقت خلستان کے درخت چاندنی سے ڈھکے ہوئے تھے اور ایسی بھاری اور بلند قطار کے قطار لگے ہوئے تھے کہ مجھے اگلے زمانہ کے مندرون کے ستون یاد آگئے میں نے اس سے پہلے اتنے بڑے خرمن کے درخت کبھی نہیں دیکھے تھے یہاں کی زمین میں خوشنوار پھولوں کے درخت - انجیر شفتالو غرض سب پیدا ہوتا ہو کھیتوں میں ہر طرف جو بویا ہوا تھا اور سیٹھڑکی بڑی بڑی جھاڑیاں ادھر ادھر کی ہوئی تھیں جن میں سے غریب تھکے ہوئے اونٹ حلق تر کرنے کے لیے منہ مار کر تھوڑے بہت پتے توج لیتے تھے مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ ملک طرابلس کے شہروں اور گاؤں میں جس قدر گتے ہیں کہیں نہیں پائے جاتے کیونکہ جہاں ہم پہنچے ہزاروں کتون نے ایک ساتھ بھونک بھونک کر آبادی کے باہر ہمارا استقبال کیا - بعد ازاں جب بستی کے اندر داخل ہوئے تو یہ چھوٹے چھوٹے سفید کتے کچی دیواروں پر چڑھ کر گلا چھاڑ چھاڑ کے بھونکنے لگے - طرابلس میں کوئی ایسا جانور نہیں ہوتا جس کا کتے شکار کر سکیں لیکن پہرہ دینے کے واسطے یہ کتے بہت مفید ہیں -

ہم اپنی خوشی نہیں بیان کر سکتے جس وقت ہمیں زادی کی بوسیدہ کوٹک نظر پڑی - ہم نے وہاں کے کوچو کیمار کو جو بیچارہ نام دن کا تھکا ماند تھا مجبوراً جگا دیا اور اس بیچارے نے ہمیں آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہمارے لیے چائے بنائے کو ایک پتیلی اور صاف پانی لے آیا جس سے بہتر کوئی شکرانہ سفر رفع کرنے والی نہیں ہو - یہاں ہم نے دیکھا کہ مدرسہ کے علاوہ اور جتنی سرکاری عمارتیں تھیں سب خراب اور خستہ حالت میں تھیں اور اس غریب ملک کے حسب حال تھیں کیونکہ بہت زمانہ سے یہاں کے انتظام اور دیگر خرابیوں کا بار ترکی گورنمنٹ کے خزانہ پر پڑ رہا ہو -

صبح کو جب ہم اٹھے تو دیکھا کہ کوٹک کے احاطہ میں ٹراہنگامہ بچا ہوا ہی معلوم ہوا کہ پانچ سو عربوں کی جمعیت اکٹھا ہوئی ہو اور نشاط باک کی فوج میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہونے والی ہو مجھے قائم مقام کے قریب (حاکم ضلع) جو یہاں کی فوج کے بھی اعلیٰ افسر

نقشه



تھے کسی دی گئی اور عربوں کا گروہ مع باجے اور دونشانوں کے آہا ہوا نظر پڑا۔ میں نے اٹھ کر فوجی جھنڈے اور باجہ کی سلامی دی۔ باجہ بجانے والوں میں ایک حبشی تھا جو بین باجہ کی آواز خود اسکی گتوں پر ناچتا جاتا تھا اور کچھ نگڑیان بجانے والے تھے یہ سب مل کر باجہ کی آواز خوش آئینہ معلوم ہوتی تھی۔ ممالک مشرق میں موسیقی کے راگ اور دُصنیں ہمارے اصولوں سے مختلف طریقہ پر قائم کی گئی ہیں کم سے کم ہمارے قانون کو یہ گانا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور یہی خیال میرا اُن طالب علموں کی بابت ہے جو مشرقی ممالک سے آتے ہیں اور ہمارے یہاں گانے کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں کہ اُن کے نزدیک ہمارا ملک کا گانا ایسا ہی ہوگا۔

یہاں کے کیمباشی (مہاجر) نے مجھ سے بیان کیا کہ صرف زاویہ کے گرد و نواح سے ایک ہزار عربوں کی جمعیت جا چکی ہے بعد ازاں اور مقاموں کی تعداد بھی بیان کی خیر میں نے اس بات کو باور کر لیا کہ جو کچھ وہ بیان کرتا ہے اپنے نزدیک صحیح سمجھ کر کہتا ہے لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ترکوں میں جہاں اور صفتیں ہیں وہاں تعداد و شمار کی عدم صحت اُنکی خاص کمزوری بھی ہے دولت عثمانیہ میں آج تک سرکاری طور سے مردم شماری نہیں ہوئی وہاں ٹکس وصول کرنے کے رجسٹر ہیں جن میں صرف گھروں کی تعداد لکھی ہے اور ہر گھر میں پانچ آدمیوں کی تعداد فرض کر لی گئی ہے۔ اس خیالی مردم شماری کی اصلیت مجھے خود نہیں معلوم ہے بلکہ میں نے ایک شخص سے سنا جس کا وطن ایشیا کوچک میں ہے۔

زاویہ سے دن چڑھے تیز دھوپ میں ہم روانہ ہوئے تھوڑی دور پہنچی پہاڑیوں کا سلسلہ ملا وہاں ہم نے کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد ہمیں دو جانور اسفورڈ کے عجائب خانہ کے واسطے مل گئے ایک اُن میں سے نہایت خوبصورت کالے اور سفید رنگ کی تلی تھی اور ایک عجیب طرح کا موٹا موٹا مکروہ صورت کیڑا تھا جسکی ٹانگیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور ہر وقت حرکت کیا کرتی تھیں۔ اسکے بعد عربوں کا ایک دستہ دفعۃً آ پہونچا انکو زاویہ کے سپہ سالار نے

ہمیں ایٹالیوں سے بچانے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ بقاعدہ سپاہی نہایت بشاش نظر کرتے تھے اور سب کے سب بنجر ایک کے ماز یا مارٹنی ہنری قسم کی بند و قون سے مسلح تھے ان میں ایک افسر تھا جو ترتیب کے ساتھ چلنے کی تاکید کرتا رہتا تھا۔ یہ سپاہی بار بار چھوٹی چھوٹی چڑیوں پر بند و قی چلاتے تھے ایک نے دو سو گز کے فاصلہ سے ایک گد پر نشانہ لگایا جو ایک پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھا تھا مگر کوئی جانور نہیں گر امین نے اُنکے افسر سے کہا کہ ”سلطانی کارٹوس اس طرح خالی کرنا اور مفت صنایع کہ نہایت قابل فسوس ہو اگر یہی کارٹوس اُٹلی والوں کے لیے محفوظ رکھے جائیں تو نہایت مفید ہو گا“ اُس افسر نے میری رائے سے اتفاق کر کے بند و قی چلانے سے منع کر دیا جب اس سفر میں اطمینان نصیب ہوا آخر ہم بیرطرن پہنچے جہاں رات بسر کرنا تھی یہاں دیکھا کہ ایک اُٹلی کا جہاز اپنی تیز رفتاری روشنی میدان میں ہم پر ڈال رہا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ہمارا مختصر قافلہ اُسکے دائرہ میں آگیا۔

جب ان بیچارے عربوں کو میں نے روشنی کے احاطہ میں دیکھا تو مجھے بہت قلق ہوا یہ خیال آیا کہ ان غریبوں کے لیے ہوائی جہاز برقی روشنیوں کی توہین جنگی جہاز اور دوسرے اقسام کے توہین غرض سب سامان ہلاکت مہیا ہیں لیکن ان جنگلی ریگستان کے رہنے والوں میں جنگی پوشش بجز گودڑی کے اور کچھ نہیں ہو اور اسلحہ میں بند و قی کے سوا اور کوئی سامان نہیں رکھتے ایک حقیقی صفت ہو یعنی موت کی مطلب کی مطلق پروا نہیں کرتے اس لئے لکھنے سے میرا یہ مطلب نہیں ہو کہ مہذب قوم کے لوگ موت سے ڈرتے ہیں کیونکہ اکثر حالتوں میں موت انسان کے لیے بدترین مصیبت نہیں ثابت ہوتی بلکہ میرا اشتیاق یہ ہے کہ مہذب قوموں کے لوگ اپنی زندگی اس واسطے عزیز رکھتے ہیں کہ اُنکو لطف زندگی حاصل ہو تاکہ تعلیم و تربیت سفر کرنے کے آرام و وسائل بہت کم خرچ میں دل بہلانے کے سامان جانی و مالی حفاظت کے قوانین غرض ہمدیب یافتہ ملکوں میں یہ ایسے ذرائع موجود ہیں جنکے سبب سے زندگی بسر کرنے میں روز بروز آسانیاں در اطمینان کی صورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں

اہل یورپ کی یہ حالت ہو کہ محض بہشت کی امید پر دنیا کی وہ سختیاں جن کا علاج ممکن ہو پر دست
کرنا نہیں چاہتے حتیٰ کہ غربا کو شمش کرتے رہتے ہیں کہ بہشت حالت موجودہ کے زیادہ
راحت و آرام کے ذریعہ پیدا کریں اور انکی سعی اس قسم کی ہوتی ہو کہ کامیابی کی حد تک پہنچانا
چاہتے ہیں اور چونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن میں سے فوج بھرتی کی جاتی ہو لہذا میرا خیال ہو کہ کچھ ما
میں اس بے جا کڑی کے ساتھ حملے جیسے کہ عرب محض دوسری دنیا کی امید پر کرتے ہیں اور ضرر و
تار و کنے حال توڑتے خند تو کو بچاندتے تو پوچھنا پڑتے ہیں آئندہ مہذب قومیں نہ کر سکیں گی اور
یہ خاصیتیں مفقود ہو جائیں گی۔ البتہ یہ ممکن ہو کہ اپنی شیطانی ایجادوں یعنی اعلیٰ درجہ کے ہتھیاروں
سے عرب جیسے حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکیں۔ برخلاف اسکے طرابلس کے بادیہ نشین باشندوں میں
وہی بیدھڑک جنگ کر نیکے اوصاف موجود ہیں جسکی وجہ یہ ہو کہ انکو دنیا میں زندگی بسر
کرنا اس قدر دشوار ہو کہ موت کی تکلیف اُسکے مقابلہ میں آسان معلوم ہوتی ہو اسکے علاوہ وہ
بہشت کی خیالی نعمتوں کی امید میں مست ہی نہیں رہتے بلکہ حقیقت میں اُن پر ایمان بھی رکھتے ہیں
بیرطین پہنچ کر ہم نے اپنا خیمہ بوجہ کونک کی گندگی کے اُسکے باہر بالون صوب
کیا۔ کونک بین اس قدر مجمع تھا اور ایسی غلیظ ہو رہی تھی کہ ہم نے اس فواہ کی کہ ایتالیا
کے طرفدار بدوڈاکر ڈاسلنے والے ہیں کچھ پرواہ نہیں کی۔ ہمارا اسباب بوجہ شبنم کے تر ہو گیا
تھا لیکن عربوں نے اُس پر باران کوٹ اڑھا دیے جو اُنھوں نے اٹلی رسالہ کے مقتول
سپاہیوں کی لاشوں سے اتارے تھے۔ میں اس خیال کا حامی نہیں ہوں کہ مقتول کے
کپڑے نہ اتارنا چاہیے اگر دوسروں کو جو زندہ ہیں جو تون اور کپڑوں کی ضرورت ہو تو ان چیزوں
کے دفن کرنے میں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہو۔

خیمہ وغیرہ نصب کرنے کے بعد ہم نے اس امید پر سونے کی تیاریاں کیں کہ گل چاگھنہ صلیب
منزل مقصود پر پہنچ جائینگے اور ہمارے سفر کا خاتمہ ہو جائیگا۔ صبح کو دیکھا کہ ہمارا خیمہ شبنم
دھل کر ایسا صاف ہو گیا تھا جیسے کسی باغ کا پھول وِس پڑنے سے نکھر جاتا ہو۔

باب سوم حالات جنگ

۲۷ ستمبر ۱۹۱۷ء کو سلطنت اٹلی کی جانب سے دولت علیہ عثمانیہ کے پاس اس مضمون کا مراسلہ پہنچا کہ اگر ہم ۲ گھنٹے میں شرائط منظور نہ کیے جائینگے تو دوستانہ تعلقات کا خاتمہ ہو جائیگا چنانچہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۷ء بعد گزرنے وقت مقررہ کے حالت جنگ پیدا ہو گئی۔ اور چار روز بعد اٹلی کے زبردست بیڑہ نے طرابلس پر گولہ باری شروع کر دی۔ ترکوں نے چند گولہ انداز شہر میں چھوڑ دیے تھے چنانچہ ان سپاہیوں نے اپنی کپا توپوں سے بیڑہ کا جواب دیا لیکن ان توپوں کا توڑ زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ میل تک تھا اسوجہ سے کوئی گولہ جہازوں پر نہ پڑا جو سات میل کے فاصلہ پر تھے اور وہاں سے بخوبی گولے اٹار سکتے تھے کیونکہ ان پیرسات میں توپیں چڑھی ہوئی تھیں چونکہ اٹلی کے بحری سپاہیوں کو ترکوں سے کوئی خطرہ نہ تھا اور نشانہ کے لیے بھی بہت نمایاں چیزیں یعنی قلعہ موجود تھے اسوجہ سے قلعہ پر تھوڑی بہت کامیابی کے ساتھ نشانہ بازی کی مشق کی اور آخر قلعوں کو خاموش کر دیا۔

گولہ باری کے قبل کل ترکی فوج متعینہ طرابلس شہر سے ہٹا لی گئی تھی مگر اتفاق سے اس فوج کے ہٹانے میں اسوجہ سے دیر ہوئی کہ قسطنطنیہ سے احکامات بذریعہ تار بہت دیر میں وصول ہوئے اسوجہ سے نشاطا تک کو اپنا سامان درست کرنے کا بہت کم وقت ملا اور ان چند گھنٹوں میں نشاطا بے نے جو کیا وہ حیرت انگیز کام تھا۔ فوج کو طرابلس سے ہٹا کر رات بسر کرنے کے لیے غرضیش روانہ کر دیا وہاں سے دوسرے روز عین رات تک ہٹا دیا جو پرنسب اول الذکر کے ساحل سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہو حسن اتفاق سے جہاز در نہر جو بندوقین و میگدین کا سامان آیا تھا عربوں میں تقسیم کیا جا چکا تھا مگر ساحل کے

مورچون پر بڑی توپین مع سامان چھوڑنا پڑیں جو بعد کو اٹلی والوں کے ہاتھ لگیں اور نہایت فخر اور جوش کے ساتھ اپنے قبضہ کر کے خوشیاں منائی گئیں علاوہ ان توپوں کے کچھ میدانی چھوٹی توپیں بھی چھوڑنا پڑیں کیونکہ وقت پر سامان بار برداری نہ مل سکا میرے نزدیک نشاط بابک نے نہایت دانائی کا کام کیا کہ اُسے جو ذریعے بہم پہنچ سکے اُن وسائل سے کل بند و قون کے کار توں اپنے ہمراہ لے گیا۔

اب حملہ آور فوج کے اترنے کے لیے راستہ صاف ہو گیا اور یکے بعد دیگرے توپچا پلٹنیں۔ رسالے اترنا شروع ہو گئے اور رفتہ رفتہ قلعہ سلطانیہ سے لیکر قلعہ حمید سے تک دس میل کی لمبائی میں شہر کے سامنے اپنے مورچے اور خندقیں تیار کر کے قابض ہو گئے اصل میں جنرل کانیا (سپ سالار اطالیہ) کا قصد اس قدر آگے بڑھنے کا نہ تھا بلکہ تجویز یہ تھی کہ شہر کی تفصیل کے قریب خندقیں کھود کر مورچے قائم کیے جائیں۔ لیکن بوسیلیانا کے کنوؤں پر قبضہ کرنا ناگزیر تھا کیونکہ پانی کی رسد کا اصل چشمہ وہی مقام ہو لہذا مجبوراً جنرل مذکور نے اپنے مورچے آگے بڑھا کر ٹخستان کے اندر قائم کیے۔

ہر جنگ کا قاعدہ یہی کہ خواہ کیسے ہی دور دراز مقام پر جاری ہو یا اُسکے حالات غیر معلوم ہوں مگر طلباء، فنون جنگ کو اُس سے کچھ نہ کچھ سبق ضرور ملنا ہی اور معلومات میں اضافہ ہونا ہی لہذا اس اصول کی بنا پر اہل برطانیہ کو ضرور اس جنگ کی طرف توجہ کرنا چاہیے گو وہ خارجہ تعلقات و قومی حفاظت کے مباحثوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے لیکن ایک امر اس جنگ میں ایسا واقع ہوا ہے جو انکی حالت سے بہت تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود جملہ ضروری سامان کے اٹلی کی کل فوج ۲۳- اکتوبر تک خشکی پر نہ اتر سکی یعنی اعلان جنگ کے ساڑھے تین ہفتہ بعد اٹلی والوں نے اس کام سے فراغت پائی۔ ہماری حفاظت کا سارا مباحثہ اس بات کے فرض کرنے سے شروع ہوتا ہے کہ آیا حملہ آور فوج کی تعداد اس قدر ہوگی

ہمارے یہاں دونوں پارٹیوں کی اپنے زمانہ حکومت میں یعنی لبرل و کنسرویٹو وزراء کی یہ رائے رہی کہ حملہ آور فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ ستر ہزار ہو سکتی ہو انھوں نے یہ رائے ماہرانہ جنگ کی صلاح و مشورہ کے بعد قائم کی اسی طرح لارڈ برسفورڈ انگلستان کے مشہور امیر البحر نے ایک مضمون مطبوعہ اخبار کاٹمپوریری ریویو میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ مفروضہ حملہ آور کو بار برداری اور خشکی پر اترنے میں ہفتہ عظیم دشواری اور وقتیں پیش آئیں گی سمندر اور خشکی کی جانب سے خفیف سا مقابلہ اسکی فوج کو بردار ہوگا چنانچہ اس مضمون کے حملہ قیاسات طرابلس میں اصل ثابت ہو گئے۔ کیونکہ اٹلی حملہ آور قوم تھی جسے بمقابلہ ترکی کے بحری سیادت حاصل تھی اور بار برداری کے لیے سیکڑوں جہاز موجود تھے اس قوم کو طرابلس میں فوج اتارنی تھی جو مقام سائر اکیڈوز سے صرف ایک دن چار گھنٹہ کی مسافت پر واقع تھا۔ حملہ آور فوج کی تعداد دو دستے یعنی ۲۵ ہزار جوان تھے۔ اعلان جنگ ۲۴ ستمبر کو دیا گیا تھا اور ۲۹ سے بعد انقضاے میعاد مندرجہ اعلان جنگی حالت کا آغاز ہو گیا تھا باوجود ان تمام سب حالات و سامان و تقارب کے ۲۳۔ اکتوبر تک اس قلیل فوج کے اتارنے میں وقت صرف ہوا۔ پس ان حالات کو دیکھ کر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جبرسن کی ستر ہزار فوج کا جو سواحل برطانیہ پر حملہ آور ہو کیا حشر ہوگا بعض لوگوں کی رائے ہے کہ انگلستان میں جبرسن فوجی خدمت کا قانون نافذ ہو جائے پس اس مسئلہ کے حامیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مسٹر ہند اوڈیر فارٹ ناٹیلی ریویو نے طنز انہایت معقول سوال کیا ہے کہ ”جائے ستر ہزار کے اگر جرمنی بوجہ اپنے جبرسن قانون کے ایک لاکھ بیس ہزار باقاعدہ فوج انگلستان پر دفعہ دہاوا کرنے کو بھیج دے تو بھی اسکا کیا حشر ہوگا؟“

فقہین جنگ کے درمیان پہلی ٹڈ بھیر بمقام بومیلینا نہ بتاریخ ۱۰۔ اکتوبر واقع ہوئی یہ ایک معمولی ٹہشت مشقت تھی ڈھائی سو ترک جوان محض اٹلی مورچوں کی دیکھ بھال کو آگے

پڑھے تھے مگر اعلیٰ اخبار اس واقعہ کی خبریں لکھنے میں آپ سے باہر ہو گئے انھوں نے اس معمولی چھپرے کو اس طرح بیان کیا گویا کہ معرکہ حیدرآباد یا اسٹرٹیز کی ایسی عظیم جنگیں واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک جوشیلے اڈیٹر نے اپنے کل ساتھیوں سے نمبر بڑھا دیا۔ یہ بیان کرتا ہی کہ ترک جنگی تعداد تین سو ہوگی جیسے ہی حملہ آور ہوئے کہ میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا لیکن دشمن نے اس زور شور سے آگ برسانا شروع کی کہ مجھے درخت سے نیچے آنا پڑا تاہم اٹلی والوں کے خراش بھی نہیں آئی یہی نامہ نگار آگے چل کر لکھتا ہی کہ کم سے کم نصف تعداد ترک سپاہ کی مقتول یا مجروح ہوئی ہوگی اور باوجود اس بات کے کہ جنگ کی صبح کو صرف ایک ترک سپاہی کی لاش میدان میں ملی تھی اس بات پر یقین رکھتا ہی کہ بقیہ اسیف یعنی ایک سو پچاس سپاہی فی کس ایک زخمی یا ایک مقتول اٹھائے گیا۔ اصل یہ ہے کہ یورپ کے اخبار ایسے نا تجربہ کار اور جاہل نامہ نگاروں کو بھیجا جو خود کو جنگی نامہ نگار مشہور کرتے ہیں اہل یورپ کے اخبار بینوں کی سخت توہین کرتے ہیں جدید نامہ نگاروں کا ایک نیا مذاق نہایت قابل فحش ہے میں نے بعض بالقصور رسالوں میں دیکھا ہی کہ خود نامہ نگار صاحب کی تصویریں مختلف ہیئتوں میں کھینچی ہوئی چھپی ہیں اور صفحہ کے صفحہ اس محل نقش و نگار سے بھرے ہیں چنانچہ میں نے پورے صفحہ پر کھینچی ہوئی ایک نہایت حماقت آمیز نقلی تصویر ایک رسالہ میں دیکھی جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ جنگ کی حالت میں جبکہ آگ برس رہی تھی نامہ نگار صاحب گاڑی والے سے کہہ رہے تھے بلکہ دست و گربان تھے جس شخص کو جنگ کا ذرا بھی تجربہ ہو اسے معلوم ہو گا کہ جو وقت ہوا میں گولیوں کی آمد سے سنسناہٹ پیدا ہوتی ہو اس وقت کوئی شخص خواہ نامہ نگار ہوں یا گاڑی ہانکنے والے سیدھے تن کر نہیں کھڑے ہو سکتے۔ متذکرہ بالا صاحب تصویر نے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ تحریر کیا ہی

۱۱ مقام حیدرآباد واقعہ جرمنی میں پولین نے جرمن فوج کو شکست دینے میں بہت بڑی شگست دی تھی ۱۲
 ۱۳ اسٹرٹیز واقعہ آسٹریا میں پولین نے اہل آسٹریا و روسیوں پر بڑی نمایاں فتح حاصل کی تھی یہی فتح پولین کے عروج کا باعث ہوئی ۱۴

کہ مدین جب میدان جنگ کی طرف جاتا ہوں تو گاڑی پر سوار ہو کر جاتا ہوں اور گاڑی والے صرف اس قدر سوال کرتے ہیں کہ "تیار ہو جاتے ہیں کہ" اور میدان گاڑی والے لڑائی پر چلے گئے مجھے یقین ہے کہ بعض لوگ اس تحریر کو پڑھ کر بہت ہنسے ہونگے خصوصاً وہ لوگ جنہوں نے ان صاحب سے مل کر دریافت کیا ہو گا کہ جس وقت گولیاں چلتی ہیں اس وقت کیا کیفیت معلوم ہوتی ہے؟ لیکن معمولی عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ طرابلس میں گاڑی بکرا یہ کرتے اور میدان جنگ تک کی اجرت دریافت کرنے کے لیے انسان کو عربی بولنے میں کسی قدر مہارت کی ضرورت ہو اس کے بعد گاڑی کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ جن لوگوں کو جنگ کی اصلیت سے واقفیت ہوتی ہے وہ اس طرح بچوں کے مانند ڈینگ نہیں مارتے ہیں مثلاً سٹرنبٹ برے و سپینگز رائٹ۔ ان لوگوں کی تحریروں میں وقار اور تانت پائی جاتی ہے جو بس کا وجود ان مضامین کے اندر نہیں ہے جو کہ جنگ طرابلس کے متعلق اٹلی والوں کی طرف سے حوالہ دیا گیا ہے کہ "ہیں میں نے کسی اور جگہ تحریر کیا ہے کہ تعداد کے ظاہر کرنے میں کس قدر مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے اور وہ سنٹرل نیوز کے نامہ نگاروں نے تو اندھیر کر رکھا ہے یعنی انھوں نے ہر ترک سپاہی متعینہ طرابلس کو کئی کئی بار مار ڈالا ہے مطلب یہ ہے کہ مقتولین کی تعداد اس قدر تحریر کی ہے کہ اگر تعداد سپاہ سے مقابلہ کیا جائے تو بہت زیادہ ٹکلیگی۔

مثال کے طور پر ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی شروع ماہ نومبر میں اٹلی والوں نے بہت بڑی فوج لیکر اس غرض سے حملہ کیا کہ جو حصہ خلیستان ان سے ۲۷- اکتوبر کی لڑائی میں چھن گیا ہے پھر واپس لے لیں۔ اس واقعہ کے بیان میں اٹلی والیہ نے ہمدردی کا لہجہ اور بیہودگی سے کام لیا کہ ایک نامہ نگار نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "یہ پیش قدمی نہایت عظیم الشان تھی اور بہت ہی سرعت و دلیری اور خوش نظمی کے ساتھ اختتام کو پہونچائی گئی سپاہیوں کی یہ کثرت تھی کہ زمین زمین نہیں نظر آتی تھی جس طرح بعض جگہ برسات میں جیوٹیوں سے زمین سیاہ ہو جاتی ہے جنگ کا نظارہ دیکھنے کے قابل تھا خصوصاً ہمارے سپاہیوں کا طریق جنگ

ایسا تھا جیسے کہ آزمودہ کار بہادرون کا ہوا کرتا ہو، اس حملہ کی یہی شان تھی جو جاپانیوں نے روسی فوج پر کسی زمانہ میں کیے تھے۔ سپاہی دو کی تعداد میں ساتھ ہو کر لڑتے تھے ایک شخص اپنی سنگین سے زمین میں لگا دھاکھو دتا تھا اور دوسرا اسی وقت میں بندوق چلا یا کرتا تھا جب لگا دھا ضرورت کے موافق گہرا ہو جاتا تھا اس وقت دونوں ساتھ ہی سے مین بٹھ کر نشانہ لگاتے تھے۔ آخر کا صبح کے تڑکے توپ بندوق چلنا موقوف ہو گئی اور شہر کی جانب سے ”ایطالیہ زندہ باش“ کے نعرے بلند ہونے لگے۔

غرض اٹلی کے نامہ نگار اسی طرح کی کہانیاں جیسی بچوں کو ہلانے کے لیے بڑھیاں کہا کرتی ہیں اپنے اخباروں میں دہج کرتے رہتے ہیں مجھے حیرت ہو کہ زمانہ محال کے نامہ نگار اگر ایسا طرز تحریر معمولی جھپٹ چھاڑ یا ہشت مشمت کے لیے اختیار کرینگے تو کسی بڑی لڑائی کے واقعات لکھنے میں کون الفاظ استعمال کرینگے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ جس وقت اہل ایطالیہ اپنی اور جاپانیوں کی مثال ملاتے ہونگے اس وقت جاپانی کس قدر ہنستے ہونگے۔ کہان وہ عظیم الشان حملے جنھوں نے پورٹ آر تھراور مکڈون کے مورچوں کو گرد و برادر کر دیا اور یورپ کی نہایت باجبروت قوت کو ہلا دیا اور کہان مٹھی بھر بے قاعدہ عربوں کے مقابلہ میں اس کثیر التعداد فوج کی نبرد لاد چھڑ چھاڑ۔ میں ایطالیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بھلا ایسی حالت میں جاپانیوں نے کس دن لگا دھے کھود کر اپنی جان بچائی تھی اور کب اپنا وقت ایسے فضولیتا میں ضائع کیا تھا؟ پس خیال کرنے کی بات ہو کہ جاپانیوں سے مثال ملانا اصلیت سے

۱۵ پورٹ آر تھر جزیرہ نامے لائونگ ملک چین میں واقع ہو روسیوں نے چنیرن سے بوج حاصل کر کے نہایت مستحکم کیا تھا ۱۶ چین جاپانیوں نے فتح کر لیا

۱۷ مکڈون واقع سمجور بالک چین یہاں جاپانیوں اور روسیوں سے آخر فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی اولیٰ ذکر کرنے عظیم فتح حاصل کی تھی۔ کہا جاتا ہو کہ دنیا کی کسی لڑائی میں مکڈون کے برابر فتح نہیں جمع ہوئی ۱۲

۱۳ سمجور بالک ایطالیوں کی فوج تعداد میں ایک لاکھ بیس ہزار ہو گئی تھی جبکی تفصیل حسب ذیل ہو۔ خاص طرابلس میں ۷۰ ہزار ہمازمی ۲۵ ہزار اور ۲۵ ہزار اور خمس و طروق میں پانچ پانچ ہزار ۱۲ صنف

کس قدر دور ہو۔

ابتداءے جنگ کے زمانہ میں طرابلس کے اندر غیر معمولی بارش ہوئی، چنانچہ کما جاتا ہی کہ اس ملک میں زمانہ گذر کہ ایسا پانی کبھی نہیں برساتا تھا اس پر طرہ یہ ہوا کہ تخلیہ طرابلس کے وقت عجلت اور پریشانی کی حالت میں ترک سپاہ اپنے ہمراہ بہت کم خیمہ لائے پانی کو تھوڑے زمانہ کے بعد اسے اونٹ کے بالوں کے عربی خیمہ مل گئے، لیکن اکثر اوقات بیچاری کو منہ ہر سنے کی حالت میں کھلا میدان نصیب ہوا اور بعض مرتبہ سخت طوفان خیز بارش میں آسمان کے نیچے پڑی رہی۔ آگ روشن کرنے کا کیا ذکر غریب ترکوں کو بھیگی و ردی پہنے پہنے اور گیلہ کامل و طرے تیز زمین پر رات بسر کرنا پڑی اسی بارش کا واقعہ ہی کہ ۱۳ نومبر کو اسی جنین جو ایک نالہ ہو اس زور سے بہا کہ اپنے کنارے کاٹتا ہوا سمندر میں جا گرا اور اہل اطالیہ کی خندقوں میں پانی بھر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سپاہی ڈوب کر مر گیا اور بہتوں کی جان اس طرح بچی کہ ان کے ساتھیوں نے تختہ اور رسیاں ڈال دیں جن میں بعض لوگ مضبوطی کے ساتھ تھامے رہے اور آخر رہائی پائی۔

۵ نومبر کو یہ واقعہ گذر کہ سخت آندھی آئی اور آندھی کے ساتھ اسی طرح زور سے پانی آیا اندھیرے کی آڑ میں تھوڑے سے ترکوں اور عربوں نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اٹلی کی چوکیوں کو بمبلیا نہ میں گھیر لیا۔ یہ حملہ دشمن پر اس قدر اچانک ہوا تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر اپنی خندقوں کی طرف بھاگ نکلا کئی مہدائی توپیں اور بہت سا گولہ بارود ترکوں کے ہاتھ لگا۔

الغرض اس طرح کے بہت سے چھوٹے چھوٹے حملے اٹلی کے مورچوں پر اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں ہوا کیے اکثر ایسا ہوا کہ جہاں اٹلی والوں نے کسی خالی مکان میں پناہ لی کہ عربوں نے اس پر دھاوا کر دیا اسی صورت میں یا تو اٹلی والے مکان چھوڑ بھاگتے تھے یا دروازہ کے سامنے ایسی آڑ کر دیتے تھے جس سے راستہ ترک جاتا تھا مجھ سے ایک افسر

بیان کرتا تھا کہ ایسے موقع پر جب ہم دیکھتے تھے کہ دشمن تک پہنچنا محال ہی تو مکان کے سامنے ایک میدانی توپ لگا دیتے تھے اور قریب سے گولے مارنا شروع کرتے تھے یہاں تک کہ راستہ پیدا ہو جاتا تھا اس درمیان میں عرب مکان کے قریب اوندھے پڑے رہتے تھے اور ان کے سروں سے تھوڑی بلندی پر گولے سنسناتے ہوئے مکان پر گرتے تھے اور دیوار ٹوٹ ٹوٹ کر اُنپر گرتی تھی بعض وقت معمولی اور بعض مرتبہ مہلک زخم بھی آجاتے تھے لیکن راستہ پاتے ہی عرب مکان کی طرف جھپٹ پڑتے تھے اور جواٹلی کا سپاہی بھاگنے سے رجحانا اُسکا خاتمہ کر دیتے تھے چنانچہ اسی طرح صرف ایک مکان میں نو آدمی قتل ہوئے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایطالیہ کے ناوقت اور ڈروک سپاہی جو کھجوروں کے گھنے درختوں کے درمیان پہرہ کی چونکوں میں تعینات کیے گئے تھے ضرور ایسے دشمن سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے ہوئے جسکا حال یہ ہو کہ یکایک خدا جانے کس طرف سے نکل کر زور شور سے نعرہ مارتا ہوا ٹوٹ پڑے۔ ظاہر ہے کہ تاریکی اور اُس میں یہ مہیب آوازیں کیا اثر پیدا کر سکتی ہیں۔ میرے نزدیک اس قسم کی جنگ بڑے سے بڑے باضابطہ اور دلیر سپاہیوں کے چھکے چھڑا دیگی پس اٹلی کے پہرہ دینے والے سپاہیوں نے بہت عاقلانہ روش اختیار کی یعنی یہ کہ اپنی چونکیاں چھوڑ کر نوک دم بھاگ کھڑے ہوئے کیونکہ اُس سپاہی کا انجام جسکے بھاگنے کا راستہ روکنے میں عرب کامیاب ہو جائیں پھر جان دینے کے اور کیا ہو سکتا ہو۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ بھاگتے ہوئے سپاہیوں نے بند قوس پھینک دیں یا اگر سب کا روس خالی ہو گئے اور بھاگ بھی نہ سکے تو پھر تیلے عربوں کو اپنی طرف خنجر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے جھپٹتے دیکھ کر بعضوں کو آخری ندمیر ہی سوچھی کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ باواز بلند پڑھنا شروع کریں اور بعضوں پر کیفیت طاری ہوئی کہ نہایت مایوسی اور اضطراب کی حالت میں چیخ کے ساتھ کلمہ نکل گیا۔

عربوں کے شیخوں بہت سخت ہوتے ہیں۔ مجھے اس موقع پر مسٹر دلیر کا قول یاد آیا

یعنی جب ہم عمرمان کے مقام پر اپنے مربع دھسوں کے اندر بالو برپڑے ہوئے تھے کہ اگر درویش لوگ اسوقت رات کو ہم پر حملہ کر دیں تو صبح کو کوئی آدمی زندہ نہ نظر آئے سارے میدان میں ہمارے گوشت کا قیمہ پڑا ہوا ہو میرے نزدیک اُنکا قول بہت صحیح تھا اگر خلیفہ کی فوج انگریزی و مصری فوج پر اندھیرے میں حملہ کر دیتی تو کوئی شبہ نہیں کہ باوجود توپ خانے جلد جلنے والی توپوں اور جنگی کشتیوں کی موجودگی کے کوئی شے ہمارے کمزور و زچہ نو درویشوں سے نہ بچا سکتی جو شل و غصہ میں بھرے ہوئے درویش سپاہی اگر ایک مرتبہ ہمارے مورچوں کے اندر پہنچ جاتے تو بندوبست چلانا ناممکن ہو جاتا اور یہ ظاہر ہے کہ دست بدست لڑائی میں عربوں کے بمقابلہ یورپ کے سپاہیوں کی کوئی ہمتی نہیں رہی لیکن خلیفہ کی مجنونانہ حماقت کی وجہ سے حملہ صبح پر اٹھ رہا اسوجہ سے اُسکو فاش شکست نصیب ہوئی۔ مجھے کالمقین ہے کہ جنگ المودھ کی ایسی شکست ہم کو بھی رو دینیل کے ساحل پر نصیب ہوتی اور بحر جنگی کشتیوں کے ملاحون کے کوئی شخص یہ اندوہناک واقعہ بیان کرنے والا نہ باقی رہتا۔ اسوقت اُس فوج میں جو بنغاری کا محاصرہ کیے پڑی ہو ایک امیر سلیمان نامے ہنگری کا رہنے والا شامل ہے یہ شخص مقام عمرمان میں بھی عربوں کے ایک دستہ کا سردار تھا۔ مجھے اس بات کی تمنا رہ گئی کہ میں اُس سے مل کر اُس عظیم الشان جنگ کے حالات دریافت کرتا اور یہ پوچھتا کہ اُس ہولناک کشت و خون سے وہ کس طرح جانبر ہوا۔

مسٹر زورگ نامہ نگار اخبار پریس متعینہ عساکر عثمانیہ سے ایک عرب نے اِطالی مورچوں پر ایک حملہ کا واقعہ نہایت منہج و مبسط سے بیان کیا تھا۔ میں بھی اُس عرب سے مقام زوارہ میں ملا۔ یہ بیچارہ اُن متواتر حملوں کے زمانہ میں جو اِطالیوں نے قلعہ مصری پر کیے تھے ایک مرتبہ گولی لگنے سے تھوڑے زمانہ کے لیے بیکار ہو گیا تھا اور اپنے وطن یعنی زوارہ واپس آ گیا تھا۔ اس عرب کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں ہے کیونکہ اُن ترکیبوں کا پتہ چلتا ہے کہ دشمن کی چوکیوں اور خندقوں پر کس طرح متواتر چھاپے مارے جاتے تھے اور آخر مشن

بتقداد کثیر مدد آجائے پراور عمدہ موسم میسر ہونے کے بعد دشمن کو مجبوراً محض اپنی لاج رکھنے کے لیے کیونکر ۲۶ نومبر کو پیش قدمی کرنا پڑی۔ اس عرب کا سیدھا سادھا بیان حسب ذیل ہو اُسے کہا کہ اٹلی والے گڑھوں میں چھپے بیٹھے تھے اور ہم پر ایسی حالت میں گولیاں چلاتے تھے جبکہ ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ خیر جب رات ہو گئی تو ترکی افسروں نے عربوں کو بھی گڑھے کھودنے کی ہدایت کی اس کے بعد ایک روز صبح کے وقت عربوں نے ایٹالیوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن ان کی بڑی توپوں سے جنگی آواز پین پن“ ہوتی ہو دینی میکم قسم کی توپ بہت سے عرب صناع ہوئے لیکن اسپر بھی عرب باز نہ آئے بلکہ ایٹالیوں کا پیچھا کرتے اور انکو دباتے چلے گئے آخر میں اٹالی اپنے گڑھے چھوڑ بھاگے جب بھی پیچھا نہ چھوڑا ایٹالیوں کے گڑھوں میں بند و قین کا دوسوں کے بکس اور پن پن کرنے والی بڑی توپیں عربوں کے ہاتھ لگیں مگر توپیں وہیں چھوڑ دی گئیں کیونکہ ان کا داغنا ہم کو معلوم نہیں تھا اس عرب نے نہایت فخر کے ساتھ مال غنیمت کی کئی چیزیں دکھائیں میں نے خود اُس کے پاس ایک بندہ وق ٹامے انسریاٹھ کی بنی دیکھی اور جو چیزیں کہ اُس نے کپتان ٹلیم اور سٹرنر دگ کو دکھائی تھیں منجملہ اُنکے ایک زنا نہ پانچا مہ تھا جس کا ایٹالیوں کی فوج میں پایا جانا البتہ ایک معرہ ہو۔

۲۳۔ اکتوبر والا عربوں کا مشہور حملہ اصل میں نہایت معمولی واقعہ تھا اگرچہ اٹالیوں کے انگریزی یا فرانسیسی فوج ہوتی تو اس طرح کا سامنے کا دھاوا روکنے میں کچھ بھی وقت نہ ہوتی مگر اٹلی والوں نے بجائے مدافعت کے قتل عام کا بہانہ ٹھہر لیا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ اُس روز صبح کے وقت عربوں کی ایک مختصر جماعت نے جنگی تعداد دو سو سے زیادہ ہوگی حسب معمول اٹالی کی خند توں پر حملہ کیا اسی اثنا میں جبکہ اٹلی والے ان حملہ آوروں کے جواب دینے میں مشغول تھے چند گولیاں ان کی پشت کی طرف چلیں اور چند سپاہی گرتے ہوئے دکھائی دیئے اُس وقت اٹلی والوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن پر پشت کی جانب سے حملہ ہو گیا حقیقت یہ کہ

کہ ایسا خیال بہادر سے بہادر فوج کو متوحش کر دیتا ہو مگر چونکہ حملہ آوروں کی تعداد جنھوں نے
نخلستان یعنی پشت کی جانب سے دھاوا کیا تھا نہایت مبالغہ کے ساتھ بیان کی گئی ہو لہذا
اصل میں کوئی خطرہ نہ تھا اگر جرمن اور انگریز تجربہ کار نامہ نگاروں کے بیان پر اعتبار کیا جائے
تو زیادہ سے زیادہ پانچ سو نفر کی تعداد قیاس کی جاسکتی ہو میرے نزدیک اگر اٹلی والوں
کے حواس بجا رہتے تو ان کے پاس اس قدر کثیر فوج تھی کہ باسانی اس حملہ کو روک سکتی تھی مگر
ہوا یہ کہ بدحواسی کی وجہ سے دو کمپنیاں برساگلیارمی پلیٹن کی محصور ہو گئیں اور نہایت ہمت
قدمی کے ساتھ لڑیں آخر کل آدمی کام آگئے اس معرکہ کے پیش آتے ہی ساری فوج میں
ہل چل مچ گئی اگر نشاط بک کے پاس پانچ ہزار آدمی بھی ہوتے اور وہ اس تعداد سے اٹلی کی
شکستہ صف بندی پر حملہ کر سکتا تو کوئی شبہ نہیں کہ اٹلی کی اس فوج کا نام و نشان مٹ جانا
جو طرابلس کی قابض فوج کے نام سے موسوم ہو کر آئی تھی۔ اسی دن اٹلی والوں کو دو پہر کے
قریب ایک نئی مصیبت کا سامنا ہوا یعنی یہ کہ شہر کے عربوں نے بھی بغاوت کر دی لیکن ہفت
تک انھوں نے اپنی منتشر فوج جمع کر کے اپنی قوت سنبھال لی تھی اس وجہ سے ان بقیہ السیف
عربوں کو جنھوں نے اُن کی فوج میں ہراس پیدا کر دیا تھا محض اپنی کثرت تعداد سے یا تو منتشر
کر دیا یا قتل کر ڈالا۔

متذکرہ بالا واقعہ کے بعد نخلستان میں وہ ہولناک قتل عام شروع ہوا جس کا خاتمہ
۲۸۔ اکتوبر کو جنرل کانیا کے حکم پہنچنے پر ہوا کہ آئندہ قتل عام موقوف ہونا چاہیے۔ اس
قتل عام کے متعلق یورپ کے اخباروں میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بحث ہو چکی ہو
اس وجہ سے اس موقع پر میں قلم انداز کرنا چاہتا ہوں گو میں نے بعض بعض مقامات پر ان حقائق
کا حوالہ بر بناؤ تو ان میں جنگ دیا ہو مگر میں صرف ایک شخص کے چشم دید حالات اصنافہ کر کے
اس حجت کو ختم کرتا ہوں کیونکہ اس شخص کی صداقت کا مجھے کامل یقین ہو یعنی مجھ سے

منجملہ ترین ممبران پارلیمنٹ عثمانیہ منجانب طرابلس کے ایک نے بیان کیا کہ اُس نے خود اپنی آنکھ سے چار عورتوں اور تین بچوں کو ایک سی ہین بندھا ہوا دیکھا جنکی گردنوں پر گہرے زخم لگا لگا کر قتل کیا گیا تھا۔ یہ ممبر نہایت قابلِ درِ تعلیم یافتہ شخص ہے اُس نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ کہا کہ ”اگر اٹلی والوں سے ایسی حرکتیں نہ سرزد ہوتیں تو میں اُنکی بحیثیت ایک دشمن کے عزت کرتا مگر ایسی فوج کی کون شخص عزت کر سکتا ہے جو خود کو باقاعدہ پکارے اور پھر ایسے شرمناک اور سفاکانہ مظالم کی مرتکب ہو“

ایطالی سپہ سالار نے عجیب و غریب جتہیں اپنے مظالم کو حق بجانب ٹھہرانے میں پیش کی تھیں اُسکے خیال کے بموجب کلِ نخلستان کی عرب آبادی اِطالیہ کے کسی اعلان کی وجہ سے جسکو غالباً ۹۹ فی صدی نے دیکھا بھی نہ ہو گا ایک دم سے اپنے مذہب و ملاک و خلیفہ کی حمایت سے نکل کر اِطالی رعایا بن گئی جس طرح کہ جادو کے کھیل سے انسان بھیر بھیر بنادے جاتے ہیں وہی صورت ان عربوں کی تصور کی گئی میرے نزدیک خوے بدرابہا نہا بسیار کا مضمون ہے اگر حقیقتہً اہل اِطالیہ کی یہ اسے ہو تو اُنکی حماقت اور اصل حالات سے ناواقفیت کا مزید ثبوت ہے جسکی اور مثالیں اگر ابتدا سے جنگ سے اُنکے افعال پر فوکیا جائے تو بہت سی ملتی ہیں۔ بہر حال اگر جنرل کینو اور اُسکے ماتحت افسروں کو یقین آگیا تھا کہ اس وسیع نخلستان کے باشندوں نے اپنی بندہ دقین حوالہ کردی ہیں اور اطاعت قبول کر لی ہے تو واقعات مورخہ ۲۳- اکتوبر نے اُنکی آنکھیں کھول دیں اور اُنکے خیال کے بموجب اُنکے واسطے باعث اشتعال طبع ہوئے۔ میرے نزدیک اس بغاوت کے فرو کرنے کا سبب طریقہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے بعد اطاعت قبول کرنے کے ہتھیار اٹھائے تھے اُنکو بعد متوجہ سزا دینی چاہیے تھی جن لوگوں پر شبہ تھا اُنھیں جلاوطن کر دینا کافی تھا اور کل عربوں سے بچہ ہتھیار لے لینا چاہیے تھے اگر یہ طریقے اختیار کیے جاتے تو ہر شخص اُنکو قرینِ انصاف تصور کرتا اور گنجائشِ اعتراض کی نہ رہتی۔ لیکن جنرل کا نیوانے جو دشمنانہ حرکات اور

بڑا اختیار قتل و غارت اپنی فوج سے چار روز تک کرایا سکے لیے کوئی معقول عذر نہیں پیش کیا جاسکتا۔ اس شخص کا نام اسلامی دنیا اور طرابلس میں خونریزی اور سفاکی کے لیے ہمیشہ مشہور رہیگا اور مسلماً بعد مسلماً اُس پر ہمیشہ پھینکا رہتی رہیگی۔ اہل ایتالیا کے فوجی کارناموں میں فتوحات یون ہی بہت کم نظر آتے ہیں لیکن کم سے کم یہ ہر امر کا پذیر تھا کہ ایتالیا کے سپاہی بزدلانہ اور وحشیانہ قتل و غارت کے الزام سے بری رہتے اور اُنکے نام کے ساتھ یہ بدنامی نہ لگتا۔

۲۶۔ اکتوبر کا واقعہ یہ ہو کہ عربوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں نے اٹلی کے کل مورچوں پر حملہ کیا۔ لیکن ایک مقام پر یعنی رسالہ بارک کے قریب کچھ جانب زمانہ قدیم کی طرح خوب دست بدست گھمسان لڑائی ہوئی یہاں تک کہ دونوں فریق ایسے خلط ملط ہو گئے کہ دوست دشمن کی تمیز باقی نہ رہی تمام دن اسی شور و شغب میں گذر گیا رات کو بچا لے ایتالیا سپاہی تمام دن کے خستہ اپنی خندقوں میں پڑ رہے۔ یکایک ڈھائی سو عرب مجاہدین بالویر گھسٹے گھسٹے ان خندقوں تک پہنچ گئے اور مستان خواب ایتالیا سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے عربوں نے اپنے خنجر وں سے بہتوں کو مارا اکثر سپاہی اُس وقت بیدار ہوئے جبکہ موت نے اُنھیں پھر سلا دیا اس طرح ایتالیا فوج کا حلقہ شکست ہو گیا اور حملہ آور عرب نخلستان کے اندر پہنچ گئے اور وہاں اپنی ترتیب دست کرنے کے بعد ایتالیا نمبر ۸ پلٹن پر نشانہ بازی شروع کر دی ایک کمپنی کے نصف آدمی کام آگئے اور ہر طرف مردوں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر نظر آنے لگے۔ آخر کار حملہ آور دن کی پیش قدمی روکی گئی اٹلی والوں نے اُنکے مقابلہ کے لیے نمبر ۸ پلٹن کے پانچ سو جوان اور نمبر چار و چالیس پلٹن کے چار سو جوان مع میسکس توپوں و دو توپ خانے میدان و بحری توپوں کے بھیج دیے اور یہ سارا لشکر صرف ڈھائی سو آدمیوں کو پسپا کرنے کے لیے میدان جنگ میں آ موجود ہوا عربوں کو بوجہ دشمن کی کثرت کے اس قدر سے بہت نقصان پہنچا اور خیال ہوتا تھا

کہ ان جاننازدن میں سے شاید چند ہی بچ کر عین زارہ پہنچے ہونگے بعض ان میں سے
 نخلستان کے اندر سے نہ نکل سکے اور اپنے گھروں میں جہاں تک وہ جان پر کھیل کر پہنچے
 تھے جا چھپے مسٹر ایٹمیڈ بارٹلٹ بیان کرتے ہیں کہ نخلستان کے قریب چند مکانون
 میں تیس عرب محصور ہو کر بیٹھ رہے تھے لیکن ۲۸ تک ان مکانون پر اٹلی والے قبضہ نہ
 پاسکے آخر کار اُس روز شہرنگ لگا کر ان مکانون کو آڑا دیا۔ اس رات کو دیگر ہولناکیاں
 کے ماسوا اور ایک اتفاق پیش آیا یعنی ایک ایتالی توپ خانہ نے گراب بھرے ہوئے
 گولے مجمع میں مارنا شروع کیے جس میں دوست دشمن سب لگتے ہوئے لڑ رہے تھے
 اس واقعہ نے اُس شب کی اندر و ہنک خونریزی میں اور اضافہ کر دیا۔ غرض سالہ کی بارگاہ
 اور سمندر کے درمیان دو ہزار کے قریب پیدل فوج جس میں نصف بلٹن ۱۱ نمبر برسا گلیاں
 کی بھی شامل تھی تو پچانہ سمیت تمام دن عربوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا مقابلہ کرتی رہی
 بعض مرتبہ اس قدر قریب سے جنگ ہوتی تھی کہ گریبون کے گولے جو توپ کے منہ سے
 نکلتے ہی پھٹتے ہیں دو سو گز کے فاصلہ سے مارے جاتے تھے حقیقتہً اگر ایتالیوں نے
 اس قسم کے گولے اتنی دور سے چلائے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہو تو یہ واقعہ زمانہ حال کے
 جنگی کمالات میں شمار کیا جائیگا۔ غور کرنے کے قابل یہ امر ہے کہ یہ سب حوادث صرف عربوں
 کی ایک مختصر جماعت کی بدولت جنگی تعداد میں سولہ فرسے کم ہو گئی ظہور میں آئے ابین سوال
 کرتا ہوں کہ اُس روز کیا نتیجہ ہو گا جبکہ نشاط پاک پانچ ہزار عرب جوان ایتالی مورچوں پر حملہ
 کرنے کے لیے روانہ کر دیا اُس حالت میں کیا ہوتا اگر نخلستان میں تین روز تک اور فوج
 نہ ہوتی بلکہ ۲۶ تاریخ کی فتح کے بعد نخلستان کے عرب ہتھیار اٹھاتے۔

کانیوا اور اُسکے مشیرون پر ۲۶ تاریخ کے واقعات کا بہت گہرا اثر پڑا اور ایسا غم
 طاری ہوا کہ سرکاری طور پر ایتالی فوج کا حلقہ بوجہ غیر مد فون لاشوں کے مرنے ویدو دینے
 کے کم کئے جائیکا اعلان کیا گیا یعنی یہ کہ ایتالی موہے شہر سے اور قریب کر لئے جائینگے

اصل میں یہ بہانہ بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ ایشیائے کوچک اور ملک عرب کے اندر فوج اُتارنے میں ناکامی کے وقت کیا گیا تھا اُس وقت اِطالیوں نے بیان کیا تھا کہ ہم اس غرض سے مقامات متذکرہ بالا پر فوج نہیں اُتارتے ہیں کہ ہم کو دولِ یورپ کے حفظِ مرتب کا بہت خیال ہو اور اُنکو ہم رنجیدہ کرنا نہیں چاہتے۔ خیر اس بیان کی سچائی ظاہر ہے لیکن یہ کہ کوننگا کہ سلطانِ معظم کی فوج کو اس سے زیادہ خوشی اور کسی بات میں نہ ہوگی یعنی اگر اُٹلی والے اپنی فوج اُنکے ملک میں اُتار دیں۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُن میں سے شاید چند آدمی اپنے گھر واپس جاسکیں۔

الفرض بموجب اعلانِ متذکرہ بالا کے فوجی حلقہ کم کر دیا گیا۔ یورپ کی طرف حلقہ مصری کے سامنے سے سندرتاک جتنی خندقیں تھیں سب چھوڑ دی گئیں اور پُرانی خندقوں سے دو تین میل شہر کے قریب نئی خندقیں اور نئے ڈھس بنائے گئے جتنی فاصلہ کی رو سے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حرکت کیوں کی گئی اِطالیوں کے ہٹنے کا صرف یہی مطلب نکل سکتا ہو کہ اُنھوں نے ڈھائی سو آدمیوں کے مقابل میں شکستِ قیہم کر لی چنانچہ پیچھے ہٹنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اِطالی سپاہیوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا بلکہ اچھی طرح جڑ پکڑ گیا اور عساکرِ عثمانیہ کے دلوں میں جرأت و ہمت پیدا ہو گئی۔ اور خرابی یہ ہوئی کہ اِطالیوں کے قبضہ میں پہلے ہی زمین کیا تھی اب اور دائرہ جنگ کم ہو گیا اور اِطالی بیس ہزار فوج کی قیام گاہ و وسعت میں کم ہو گئی درحالیکہ اُسکے درمیان ہیضہ کی وارداتیں ہو رہی تھیں۔

شروع نومبر میں اُٹلی والوں کو قلعہ حمیدہ کے قریب ساحل کی جانب ایک اور شکست نصیب ہوئی جزیرہ سسلی سے تازہ ملک منگوائی گئی تھی جن میں نمبر ۹۴ بلٹن بھی شامل تھی آخر اس فوج نے بیڑہ کی پناہ میں شرائط کے قریب جہازوں سے اُترنا شروع کیا چونکہ عرب بھی تھاک میں بیٹھے تھے لہذا اپنے بہادر حملہ آوروں کا نہایت مناسب

خیر مقدم کیا صرف دوسو آدمی خشکی پر آنے پائے تھے کہ عربوں نے حملہ کر دیا۔ اس بگڑے
واقعات کچھ تو ایطالی قیدیوں کی زبانی کچھ ترکی سرکاری مراسلات سے دریافت ہوئے
معلوم ہوا کہ دوسو ایطالی سپاہی جو خشکی تک پہنچے تھے عربوں میں گھر گئے اور نامیدی
کی حالت میں تھوڑی دیر تک لڑا کیے آخر عرب انہیں چھپٹ پڑے اور سب کو کاٹ کر رکھ دیا
میں ان کے بائیں نعرہ ادا جانے کس طرح بچ گئے اور قید کر کے جبل غاریان بھیج دیے گئے میں نے
سنا کہ انکو ترکوں کے بھیس میں یہاں تک پہنچایا گیا مجھ سے اور ان قیدیوں سے بڑے
دن کے روز ملاقات ہوئی تھی۔

۷ نومبر تک اٹلی والوں کے پاس طرابلس میں تازہ مدد لگئی اور اس وقت تک جبل
غریونی کے پاس تیس ہزار سپاہی جنگ میں شریک ہونے کے قابل جمع ہو گئے لیکن بچہ
بارش کے تمام خندقین پانی سے بھر گئی تھیں بند و تھپن کے لیے جو گڑھے کھودے گئے
تھے پانی سے پُر ہو گئے تھے اور میگنیز کی گاڑیوں کا چار قدم چلنا دشوار تھا اس وجہ سے
۲۶ نومبر تک کوئی پیش قدمی عمل میں نہ آئی آخر کار یہ ٹڈی دل آگے بڑھا اور ۲۶ اکتوبر
یعنی اس واقعہ کے ایک ماہ پہلے جو نخلستان کا مشرقی حصہ اٹلی کی فوج اپنی گھبراہٹ
میں چھوڑ بھاگی تھی اسکو پھر فتح کرنے کی دل میں اٹھائی ایک دستہ فوج کا عین زارہ کی
طرف ترکوں کے مقابلہ کے لیے بڑھا تا کہ ترکی فوج متعینہ عین زارہ نخلستان کی عرب جماعتوں
کی مدد نہ کر سکے پورب کی جانب رسالہ بارکون سے لیکر سمندر کے کنارے تاکتین پلٹن
اور دو رسالے مع بارہ ضرب میدانی توپوں اور دو سو کم توپوں کے ایک حلقہ بنا کر
آگے بڑھے اور محض بوجہ کثرت کے عربوں کی متفرق جماعتوں کو جو نخلستان کے مختلف
حصوں پر قابض تھیں پیچھے ہٹا دیا۔ اٹلی والوں کی پیش قدمی کا مقابلہ نہایت ثابت قدمی
کے ساتھ چا دل چا دل زمین پر کیا گیا اور گو عرب پیچھے ہٹ گئے مگر اس وقت جبکہ ایطالی
فوج میں ایک سو بیس سپاہیوں کو نشانہ بنا چکے۔ الغرض ۲۶ کی شام تک اٹلی والوں نے

اپنے پڑاؤ سے مورچوں تک قبضہ حاصل کر لیا جنہیں انکو چھوڑنا ہی نہ تھا اور اب اُنکے حلقہ کے اندر رسالہ بارکین مردہ زراعت اور قصبہ شراشط آگیا لیکن اسوقت تک نہ تو ایطالی فوج نے ہمینی پر قبضہ پایا نہ قلعہ مصری فتح کیا مگر ایک عمارت پر جو قلعہ مصری کے بالکل قریب تھی قبضہ پا گئے اور چند روز دونوں فریق ایک دوسرے سے نہایت قریب مقابلہ میں اڑے رہے۔

اطلی والوں نے ۲۶ نومبر کی لڑائی کے بعد بموجب اپنے بیان کے چند لاشیں ایسی پائیں جنکی ہڈیت بگاڑی گئی تھی اور بعض ایسی لاشیں ملین جو دفن کرنے میں کچھ کھلی رہ گئی تھیں انہیں لاشوں کے متعلق ایطالیوں نے فوراً اسے قائم کر لی کہ ایطالی قیدی زندہ دفن کر دیے گئے تھے۔ حالانکہ ان شہادت سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا کیونکہ یہ ممکن نہ ہو کہ ترکوں نے بنجیال حفظ صحت ان لاشوں کو دفن کر دیا ہو اور جنگ کی حالت میں یہ امر ظاہر ہو کہ تجزیہ و فیض میں کس قدر عجلت سے کام لیا جاتا ہو جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ دفن کے قواعد پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً مقام بلمانٹ کا بچی میں بوئروں کی لاشیں اسطرح دفن ملین جن میں سے بعضوں کے سر اور بعض کے پیر نکلے رہ گئے تھے۔ ایطالیوں کی رائے کی تردید میں ایک مضمون نگار نے اخبار بلیک وڈ میں خوب لکھا ہو کہ ایطالیوں کا بیان بالکل جھوٹ ہو کیونکہ طرابلس میں شدید اور تیز دھوپ کی وجہ سے ایک ماہ کامل کوئی لاش مسلم نہیں رہ سکتی پس کسی طرح ایطالی مردوں کے چہرے ایسی حالت میں نہ ہونگے جن سے اُن شہائد کے اٹکا معلوم ہو سکیں جو زندہ دفن کیے ہوئے مردہ کے چہرے یا بچلی ہوئی لاشوں کے معائنہ سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ تاہم یہ قیاس میں آ سکتا ہو کہ بعض لاشوں کے ساتھ ممکن ہو کہ ایسی حرکتیں عمل میں آئی ہوں لیکن یہ کام ترکی سپاہیوں کا نہیں ہو کیونکہ سلطان اعظم کی فوج بھر میں کوئی شخص ایسا نہیں ہو جس میں اس قسم کی وحشیانہ حرکتیں ہوں۔ البتہ یہ فعل عربوں کا ہو گا جیسے کوئی شخص اچھا نہیں کہہ سکتا لیکن جس طریقہ سے کہ ایطالیہ نے

حاشرات مجائی ہو اور جن الفاظ میں اظہار نفرت کیا ہو ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصے بنائے ہوئے ہیں اور اس شور و شغب میں صاف بناوٹ کی بو آتی ہو میرے خیال میں وہ قوم جو کہ چار ہزار نفوس کا قتل بلا امتیاز زن و مرد و صغار و کبار جائز ٹھہرائے اور اپنے عیسائی سپاہیوں کو ان افعال کے ارتکاب میں حق بجانب جانے اس قوم کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ غریب اور جاہل عربوں کو محض چند لاشوں کی حیثیت لگا ڈالنے پر الزام دے۔ اس واقعہ کے بعد یعنی عربوں سے طرابلس کے پچھم جانب نخلستان خالی کرانے کے بعد اٹلی والوں کی کچھ ہمت بڑھی اس لیے انھوں نے ۴۴ دسمبر کو مزید فتوحات حاصل کرنے کے خیال سے بہ نسبت سابق اور زیادہ تعداد کے ساتھ پیش قدمی شروع کی چنانچہ اُس روز طلوع آفتاب سے پہلے عین زارہ وہ گیر عربی مورچوں پر بحری توپوں سے نہایت سخت اور لگاتار گولہ باری کی بعد ازاں ایتالیائی فوج کے تین مسلم دستہ اُس روز کی جنگ میں حصہ لینے کے لیے آگے بڑھے۔ ایک دستہ سیدی مصری میں لکھا ہوا تھا کی ضروریات کے لیے تعینات کیا گیا دوسرا دستہ تمام دن عربوں سے سخت جنگ کرتا رہا عربوں نے ترکی کیمپ کے پورے جانب سے کئی بار سخت حملے کیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام ہوتے ہوئے ایتالیوں کو اُنکے مورچوں تک مار بھگا یا۔ ایتالیوں کے داہنے بازو کی طرف سے پندرہ ہزار جوانوں کا ایک مسلم دستہ اس غرض سے آگے بڑھا کہ عین زارہ کے بائیں جانب والے کمزور مورچوں کو توڑ دے۔ واضح رہے کہ عین زارہ پہلے توں کی بابت جتنی خبریں مشہور کی گئی ہیں نیز یہ کہ برسا کلیاری پلیٹن کے دلیرانہ حملوں سے میدانی توپوں پر قبضہ حاصل کیا گیا یہ سب کی سب قابل مضمحکہ اور بتائی ہوئی محض جھوٹے داستانیں ہیں۔ نیز یہ بھی بالکل جھوٹ ہے کہ عین زارہ میں آٹھ ہزار فوج کو شکست دیکر بھگا دیا گیا میرا قول تو یہ ہے کہ اگر آٹھ ہزار کیا آٹھ ہزار کے نصف بھی ہوتے تو وہ بخوشی دشمن کی آمد کا انتظار کرتے بلکہ پندرہ ہزار ایتالیوں کی پیشوائی کچھ آگے بڑھ کر

عمل میں لاتے غرض جب ترکی سپہ سالار نے دیکھا کہ اُسکے بائیں بازو کی جانب کثیر تعداد فوج کی بڑھ رہی ہو اور رفتہ رفتہ یہ لشکر اُسکی پشت پر پہونچ کر راستہ روک دیکھا تو اُسنے بلحاظ اپنی قلت تعداد کے یہ مناسب جانا کہ پیچھے ہٹ جائے پس اسی بنا پر اُسنے واپسی کا حکم دیدیا اور ترکی فوج ہم سبکے شام سے اپنے موجودہ مورچوں کی طرف نہایت اطمینان سے ہٹنا شروع ہوئی جسوقت نشاط باک کا حکم اُسکے سامنے بازو کی طرف عربوں کو بھیجا تو انھوں نے نہایت کبیدہ ہو کر مخالفت کی کیونکہ یہ ریگستان کے رہنے والے جنگجو اسوقت تک اِطالیوں سے سپاہ نہ ہوئے تھے بلکہ دشمن کو ہمیشہ نیچا دکھاتے رہے تھے لہذا ایسے دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر کر جانا انھیں بہت گراں گذر رہا تھا آخر بہت زور و توجہ کے بعد یہ لوگ بھی ہٹ گئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اِطالیوں کو سپاہ اندہ توپوں پر قبضہ کرنے میں ہر وقت بڑی خوشی ہوتی ہو چنانچہ جب ترکوں نے طرابلس میں چند توپیں چھوڑ دی تھیں تو انکی تصویریں بالکل ارمافونون تک چھپی تھیں اور توپوں پر قبضہ پانے کی داستانیں مرقون تک بیان ہوئی تھیں اُسی طرح اس موقع پر بھی ترکوں نے اُٹھ میدان توپیں چھوڑ دیں اور ویسی ہی خوشی منائی گئی اصل میں توپیں نہ لیجائے کا سبب یہ تھا کہ ان توپوں کا گولہ بارود ترکوں کے پاس چُپک گیا تھا نیز یہ سبب بھی تھا کہ توپوں کا بالومین لیجانا محال تھا کیونکہ طرابلس کی زمین پر ساڑھے سات سیر گولہ والی توپ کو انیس گھوڑے کھینچتے ہیں اور ایک توپ کو چرچ پر چڑھانے اور موقع پر نصب کرنے کے لیے سیکڑوں آدمیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔

میں زارہ چھوڑنے کے پہلے متذکرہ بالا توپوں کو ترکوں نے بیکار کر دیا تھا اس لیے وہ دشمن کے کام نہیں آسکتیں تعجب ہو کہ اس موقع پر پندرہ ہزار اِطالیوں کی فوج موجود تھی مگر بادیجو کثرت کے اس لشکر نے رفق برابر ترکوں کا تعاقب یا انکے راستہ روکنے کی کو محسوس نہیں کی میرا یہ سوال ہے کہ آخر اِطالیوں کا رسالہ کیا کرتا رہا؟

کیا ایسی حالت میں بحیرہ ایطالیوں کے اور کوئی یورپ کی فوج دشمن کو ہاتھ سے نکل جانے دیتی اور اپنے سواروں سے بلکہ کر کے ترکوں کے ہٹنے کے وقت مشکلات اور دشواریاں نہ پیدا کرتی لیکن متذکرہ بالا طریقہ اختیار کرنے کے بجائے یہ پندرہ ہزار سواروں کو سب سے خالی ترکی کیمپ میں بھر دیے۔ اور پس ماندہ تو بہن کچھ چار بائیان اور دیگر معمولی سامان پر قبضہ کر لیا۔ ترکوں کو خوب حال معلوم تھا کہ اُن کے حملہ آور کس پتہ کے انسان ہیں اسوجہ سے وہ نہایت آہستہ آہستہ اور اطمینان کے ساتھ اپنے موجودہ مقام کی طرف روانہ ہوئے اور صحیح سلامت پہونچ گئے کچھ حصہ فوج کا مع افسران اسٹاف اُسی رات تک چل کر آخر شمس عریضہ پہونچ گیا۔

ترکوں کے ہٹنے کا سبب یہ ہو کہ نشانہ ایک کو نہ بوجہ خوف کے بلکہ مجبوراً اپنی جگہ چھوڑنا پڑی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ ترکوں کی نقل و حرکت محض دشمن کی کثرت کے باعث عمل میں آئی جسے نشانہ ایک کے بائیں بازو پر کثیر التعداد فوج لیکر مار ڈالا تھا بلکہ ان اسباب کے علاوہ ایک اور قوی وجہ یہ طریقہ اختیار کرنے کی بھی صورت معاملات یوں تھے کہ اگر ایطالی فوج متذکرہ بالا قسم کا دباؤ نہ بھی ڈالتی جب بھی ایک نہ ایک نہ ترکوں کی فوج اندرون صحرائیں خود سٹ کر پڑاؤ ڈالتی۔ کیونکہ عربوں میں یہ صفت تو ضرور ہو کہ وہ ہمیشہ دشمن کے قریب پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دست بدست جنگ کا موقع ہاتھ آجائے مگر ساتھ ہی اسکے وہ ابھی تک گولوں کی آتشباری کے عادی نہیں ہوئے تھے جنکے متواتر پھٹنے سے سارا کیمپ نمونہ دوزخ بنا رہتا تھا میں یہ نہیں کہتا کہ عرب جان کے خوف سے گولہ باری سے ڈرتے تھے مگر چونکہ گولے پھٹنے کی آواز بہ نسبت اُن زخموں کے جو گولوں سے پہونچتے ہیں زیادہ مکلف ہوتی ہو اس لیے ہر وقت ہوا کا متوج اور کان بھونکنے والی آوازیں عربوں کو پریشان اور خوف رکھتی تھیں مزید برآں جب کوئی قلعہ شکن گولہ آکر پھٹتا تھا تو بالوں کے دل بادل تمام میدان میں چھا جاتے تھے

پس سب کیفیتیں باعث اضطراب تھیں مین نے خود عربوں کو گھبرا گھبرا کر ۱۲-۱۳ بجھہ قطر کا گولہ پھٹنے کا حال بیان کرتے سنا اور بڑے بڑے گولے جو ان گولوں کے پھٹنے سے بالومین بڑ گئے تھے دکھاتے اور بتلاتے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ اصل مین ان گولوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ لہذا غیب بدوون کو محض ڈرنے کیلئے اھد صرف کثیر برداشت کرنا عقلمندی کا فعل نہیں ہے۔ اب جس مقام پر ترکین یہ موقع بحری قیون کی زد سے محفوظ ہو لیکن یہ خیال مکرنا چاہیے کہ وہ دشمن سے منہ موڑنے کے لیے یہاں آ پڑے ہیں کیونکہ حملہ فندقی بنی غشیر سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے بلا لحاظ کثرت و قلت کس قدر مستعد ہیں۔ نیز ترکی چوکیاں بھی شہر طرابلس کے بہت قریب ہیں انکی قربت ۲۰ ہنوری کے واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جبکہ ترکوں نے موضع غرغیش پر حملہ کیا تھا اور اٹلی والوں کو پچاس نفر کے نقصان کے ساتھ موضع مذکور کے بیرونی قیم تعمیر کردہ دھسون سے پسپا کر دیا تھا۔

۱۰ دسمبر کا واقعہ ہو کہ ترکی مستقر مین اٹلی والوں کی پیشقدمی کی خبر پہنچی یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن ترکوں کے داہنے بازو کی جانب بڑھ رہا ہے۔ یہ خبر پہنچتے ہی نشاط باب بمرہی افسران اسٹان صنعت بنی آدم کی جانب روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر اس خبر کو صحیح پایا۔ معلوم یہ ہوا کہ سورج نکلتے ہی ایک ایتالی دستہ قلعہ حروف سی کی خندقوں سے باہر نکلا اور غرغیش والی سڑک پر مغرب کی جانب رخ کیے ہوئے آگے بڑھا۔ اس دستہ مین جو دیکھ بھال کے لیے تیار ہو کر نکلا تھا ۵۰ نمبر والی بلٹن اور کچھ حصہ ۳ نمبر کی بلٹن کا چار سو سوار اور خچروں کا ایک توپ خانہ شامل تھا یہ دستہ نہایت احتیاط کے ساتھ آگے بڑھا اور آخر سنسور پہنچ گیا جہاں برصرت ایک ترکی چوکی تھی جس مین چار جوان پہرہ کے لیے مقرر تھے یہ لوگ ایتالیوں کو آتے دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور انھوں نے قبضہ کرتے ہی تار کاٹ ڈالا اور تار گھر کو مسما کر دیا ان تار دن کے کٹنے سے

زوارہ کے ساتھ سلسلہ نامہ و پیام منقطع ہو گیا۔ لیکن بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ پھر تار کی
 مرمت ہو گئی چنانچہ زاویہ میں میرا اس شخص کا ساتھ ہوا جو مرمت کرنے والے کو دس
 پاؤنڈ ڈوٹرھ سو روپیہ اجرت دینے جاتا تھا۔ میری رائے میں اٹلی والوں کے سوا
 اور کوئی فوج دنیا میں ایسی نہیں ہے جسے سنسور جیسے غیر محفوظ نزدیک اور فوجی کوئی
 کے لحاظ سے آسان مقام پر دو مہینے تک حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔ خیر اس سے
 فراغت پا کر اٹلی والے ڈرتے ڈرتے سنسور کے دھن طرف بڑھے تھوڑی دور گئے
 ہوئے کہ یکایک ترکی باقاعدہ سپاہیوں کی ایک چوکی سے سامنا ہو گیا جس میں پھر
 بیس نفر سپاہی موجود تھے بمخلہ ان کے ایک شخص اٹالیوں کے آنے کی اطلاع پاتے
 ہی صنعت بنی آدم کی طرف اس حملہ کی خبر کرنے کو روانہ ہو گیا تھا باقی اُمیس آدمی اپنی
 جگہ پر جمے رہے اور دشمن کو زور آتے دیکھ کر بندوق بازی آغاز کر دی مگر دشمن مع سامان
 و سامان پیچھے ہٹ گیا۔ میں اس واقعہ کے روز ترکی کیمپ میں موجود تھا اور میں نے
 تمام افسروں اور سپاہیوں کو اٹلی والوں کے انتہا سے بودے پن پر ہنستے اور مضحکہ
 اُڑاتے دیکھا۔ وہ کہتے تھے ہمیں امید تھی کہ اٹالی صنعت بنی آدم پر حملہ کرینگے اور
 ہم کو بیدار شتیاق تھا کہ لڑنے کا موقع ہاتھ آئے گا مگر ایسی قسمت کہاں آئے میں نے اس
 حملہ کی کارگذاری صرف یہ دیکھی کہ خچروں کے توپ خانہ سے اگولے ترکی کیمپ پر چلائے
 گئے جو کیمپ سے ایک ہزار گز کے فاصلہ پر پھٹا کیے اور اسی طرح بیکار صانع کیے گئے
 شام کو معلوم ہوا کہ اٹالی والوں نے سنسور بھی خالی کر دیا اور اپنے پرانے مورچوں پر
 خندقوں کی پناہ میں جا چھے۔ اخبار مارننگ پوسٹ کا نامہ نگار قیصر الطہ اس مہم کے
 متعلق نہایت مضحکہ انگیز بحث کرتا ہوا کہ وہ لکھتا ہے کہ اس دیکھ بھال والی مہم کا نتیجہ ہوگا
 کہ آئندہ طرابلس کی پچھ جان ب سے ہتھیار و دیگر سامان جنگ کا خفیہ طور سے پہونچنا بند
 ہو جائیگا۔ لیکن نامہ نگار مذکور یہ نہیں سمجھا سکا کہ سنسور تک آکر واپس جائے اور پندرہ گولہ

چلائے سے یہ نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہے۔

ایطالیوں کے جواب میں ترکوں نے بھی ۱۶ دسمبر کو عربوں کی ایک معقول جمعیت مقام صنعت بنی آدم میں جمع کی میرے خیال میں غالباً یہ ہم طرابلس پر حملہ کرنے کے لیے تیار کی گئی تھی لیکن ترکوں اور عربوں کو انتظار نہیں کرنا پڑا نہ ایطالیوں کی تلاش میں جستجو کرنا پڑی کیونکہ ۱۹ دسمبر کو دشمن نے ترکوں کے بائین بازو کی طرف جدید پیش قدمی کثیر فوج لیکر شروع کی۔ ۴ دسمبر سے یعنی جب سے کہ ایطالیوں نے ترکوں کے بائین بازو کو دبا یا یا تھا اور ترک عرب بزمین میں جھٹ آئے تھے دشمن کا یہ عالم تھا جیسے ساون کے اندھوں کو مہر ہار سو جھٹتا ہو یعنی ایطالیوں کو فتح کے خواب نظر آتے تھے۔ ایطالی افسر اور نامہ نگار نہایت فخر و مباہات کے ساتھ ہوا باندھتے تھے کہ اب ہمیں اس وقت تک جنگ کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی جب تک کہ جبل غازیان پر ہمارا قبضہ نہ ہو جائیگا۔ چنانچہ اس خیال کے بموجب انھوں نے عین زارہ کو بہت محفوظ کر لیا تھا۔ تختوں کی متوازی دیواریں بنا کر درمیان کی جگہ ریت اور کنکروں سے بھر دی تھی اور سابق عثمانی کیمپ کی حفاظت کے لیے چودہ ہزار جوانوں کی جمعیت یعنی ایک مسلم دستہ (ڈویژن) فوج کا متعین کر دیا تھا قبل واقعہ جنگ بیان کرنے کے ایطالیوں کی کوتاہ اندیشی ظاہر کر دینا مناسب ہو یعنی اگر موسم کی خرابی کی وجہ سے ہوائی جہازوں سے ایک ہفتہ تک کام نہیں لیا جاسکتا تھا مگر انکی جگہ پر سواروں سے کام لینا چاہیے تھا اور ایطالی رسالہ فوج کا فرض تھا کہ اصل واقعات اور حالات کی خبر رکھتی اسکو معلوم رہنا چاہیے تھا کہ جس فوج نے ۴ دسمبر کو نہایت سخت مقابلہ کیا تھا وہ ابھی تک صحیح و سالم موجود ہو بلکہ علاوہ محفوظ ہونے کے تعدا میں بھی ترقی کی گئی ہے۔ نیز اس فوج کا دائرہ کار زارہ بہت وسیع ہو گیا ہو جسکا مرکز عین زارہ سے صرف پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہو۔ برعکس اسکے ایطالیوں کا قیاس تھا کہ چند کمزور فوجی چوکیاں جو ترکوں نے عرب بزمین زارہ کے درمیان قائم

کر رکھی ہیں اسے کسی شدید مخالفت یا مقابلہ کی امید نہیں ہی مگر انکا قیاس بالکل غلط ثابت
ہوا اور انکو اس قیاس کی بدولت اچانک صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ ایطالی اس جنگ
کی بنیاد بیان کرتے ہیں کہ اتاریج جانچ عرب تو ہونے کے قرب و جوار کے رہنے والے
عین زارہ آئے اور انھوں نے ایطالیوں سے فریاد کی کہ اندرون ملک سے بدو جوتے
ہیں وہ انکو لوٹ لیتے ہیں اور طرح طرح کی زیادتیوں کرتے ہیں لہذا ایطالی انکی حمایت کریں
اور بدوؤں سے نجات دلوائیں۔ مجھے اس قصہ کی اہمیت نہیں معلوم ہو سکی مکن یہ کہ یہ
عرب ترکوں کے جاسوس ہوں جو ایطالیوں کو اپنے دام میں گرفتار کرنے گئے ہوں یا واقعی ایطالیوں سے نہ
طلب کرنے گئے ہوں بعد جنگ ختم ہونیکے شام کی وقت ان عربوں میں سے تین شخصوں کی لاشیں گولیوں سے پھینکی
پانی گئیں معلوم ہوا کہ ان تینوں آدمیوں نے راستہ بتانے کی خدمت اپنے سر لی تھی انکی
حالت سے ثابت ہوتا تھا کہ ایطالیوں کو جب انکے فریب کا یقین ہو گیا تو ان عربوں کو
گولی مار دی گئی۔ بہر حال ان عربوں کے بیان پر تھوڑی فوج ہاتھ پائی کر ل فارا بہر طور اس
کی جانب بدو لٹیروں کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوئی اور سوچ نکلنے کے پہلے تین ملٹینین
پیادوں کی ایک رسالہ تین خچروں کی توہین و متعدد دیگر قسم کی توہین عین زارہ سے باہر
نکلے۔ اس فوج کے پیادہ سپاہیوں کے حصہ میں ۱۱ نمبر برسا گلیاری پلٹن بھی شامل تھی
جسکی بار برداری کی گاڑی جو غنیمت میں آئی تھی میں نے عزیز یہ میں خود دیکھی۔ یہ فوج ایسی
جبری گھڑی چلی تھی کہ ابتدا سے اسکو طرح طرح کے مشکلات کا سامنا رہا۔ تر ہونے کو جو راستہ
گیا ہو اسکا نشان بالو پر بہت خفیف تھا۔ حالانکہ معلوم ہوتا ہو اس سبب سے یہ لوگ اکثر راستہ بھول گئے
اور کئی مرتبہ راستہ کی تلاش میں آگے بڑھ کر پلٹے جسکے باعث سے رات گنڈا دھوا ہو گیا۔ اس
اثنائیں ترکوں کو یہ مقام فندق بنی عشیر ایطالیوں کی پیش قدمی معلوم ہو گئی اور جو عرب اس
مقام کی حفاظت کے لیے متعین تھے انکی مدد کے لیے اور جوان دوسری جو کی سے جو میل کے
فاصلہ پر تھے بھیج دیے گئے۔ پس جیسے ہی عربوں نے ایطالیوں کو آتے دیکھا اسی وقت سے

پریشان کرنا شروع کیا جدھر گئے دیکھا اُس جانب بالو کے ٹیلوں میں ادھر سے اُچک کر ادھر جا پونچے اور جہان زد پائی دشمن کو نشانہ بندوق بنایا جموقت سے دن نکلا اُسوقت سے ان حملوں کے تواتر اور شدت میں ترقی ہوتی گئی اور ایطالی سپاہی کام آتے گئے لیکن اُنکو دشمن کی ایسی مجتمعہ قوت کے مقابلہ کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی نہ بوجہ دشمن کی پوشیدگی کے کوئی بدلہ لے سکے۔ جب فندق بنی عشرہ تھوڑی دور گھبرا کر نل فارا لے کسی سبب سے یعنی میرے نزدیک ترکی کیمپ واقعہ مقام مذکور کے بازو پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج کو یکایک اپنی بائیں جانب مڑنے کا حکم دیا لیکن اُسوقت تک عربوں اور چند ترک سپاہیوں کے متواتر حملوں اور قدر اندازی نے ایطالیوں کے حواس بگاڑ دیے تھے اس واسطے اب وہ آہستہ آہستہ اُگے بڑھنے لگے پھر تھوڑی دیر کے بعد ٹھہر گئے اور آخر کار سپاہیوں نے لگے لیکن اب ایک نئی مشکل پیش آئی یعنی یہ کہ ایطالیوں نے وقت اور فاصلہ اور سمت کا صحیح اندازہ کرنے میں غلطی کی تھی کیونکہ ملک طرابلس کے اندر عموماً اس زمانہ میں آفتاب ساڑھے چار بجے غروب ہو جاتا تھا اور گھنٹہ بھر کے اندر سب مقامات میں تاریکی چھا جاتی ہے چاندنی کا زمانہ بھی نہ تھا نہ اور کوئی روشنی تھی بجز گاہ گاہ افق کی جانب بجلی کی چمک یا بندوق و غنے کی لپک کے لہذا اس تاریکی کی بدولت اُٹلی واسطے بالکل راستہ سے بھٹک گئے۔ اس حالت سے ترکی فوج کے سردار نے بہت فائدہ اُٹھایا اُس نے اپنے عرب مددگاروں کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے دشمن کے دونوں بازو اور پشت کی جانب سے گھیر لیا۔ اب ایطالی چاروں طرف سے نرغہ میں آ گئے اور عربوں نے آہستہ اکبر کے نعرے مار کر حملہ شروع کر دیا آخر کار تکبیروں کی دل ہلا دینے والی صدائے جو توپوں کی گرج تلواروں کی جھنکار اور بندوقوں کی آواز سے بھی بلند تھی ایطالیوں کو حواس باختہ کر دیا اور وہ بھاگ نکلے لیکن اُنکے سردار یعنی کرنل فارا نے بڑی جوانمردی سے اپنے حواس درست رکھے اور اپنی اور اپنے افسروں کی جان توڑ کوششوں سے اپنی فوج کو منتشر نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے ایک ٹیکرے پر سب کے

ساتھ جا پونچا اور وہاں رات بسر کرنے کی غرض سے خندقین کھود لیں اور اپنی توپوں کو گھوڑے کھلو کر موقع سے نصب کر دیا۔

باوجود اس انتظام کے ایطالیوں کی حالت خطرناک تھی۔ ساتھ نفر فازی عرب ایطالیوں کے بائیں طرف سے چکر لگا کر پشت کی جانب جا پڑے تھے اور سمت شمال سے سلسلہ آمد و رفت منقطع کر دیا تھا دوسری جماعت عربوں کی اس ٹیکرے کو جنوب کی طرف گھیرے پڑی تھی۔ میرے نزدیک عرب مجاہدین میں سب سے زیادہ ہوشیار چالاک اور جنگجو فاذان کے رہنے والے ہیں یہ لوگ نہایت چالاک سے نقل و حرکت کرتے اور لڑتے ہیں غرض نصف شب تک ایطالی ہر طرف سے گھر گئے اور انکو بجز ایک جانب کے اور کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہا جسے عربوں نے اپنی غلطی سے کھلا رہنے دیا تھا۔ اس راستہ کا پتہ دشمن کو عجیب طرح چلا سنا جاتا ہے کہ برسا گلیاری پلٹن کا ایک چھوٹے درجہ کا افسر جس وقت کہ فوج روانہ ہوئی ہو شہر یعنی طرابلس میں کچھ کام سے بغرض خرید و فروخت گیا تھا اور وقت پر عین زارہ واپس نہ آسکا تھا جس وقت واپس آیا اور اپنی پلٹن کو نہ پایا تو افسوس کی حالت میں صحرا کی طرف اپنے ہمراہیوں کی تلاش میں تنہا روانہ ہوا۔ آخر چلتے چلتے بندوبست کی آواز پر کان لگاتے لگاتے اس فوجوان افسر کو اپنی فوج کا پتہ چل گیا۔ اس وقت اندھا ہو گیا تھا لیکن حسن اتفاق سے یہ افسر اسی طرف سے اپنی فوج میں جا پونچا جس طرف کہ کچھ چیم جانب راستہ کھلا ہوا تھا۔ اس افسر کی آمد ایطالیوں کے لیے بہت غنیمت ہو گئی کیونکہ اس وقت تک کرنل فارا اور دیگر افسروں کو خیال تھا کہ انکو عرب مجاہدین اور ترک باریج فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہو یہ حالت دیکھ کر اس بہادر اور منجملے افسر نے بغرض بدھ لانے کے عین زارہ واپسی کا قصد کیا لیکن روانگی کے بعد صرف تین چار فرانگ مسافت طو کی ہو گی کہ ایک عرب کی گولی سے اسکا گھوڑا کام آ گیا کسی نہ کسی طرح دوڑتا ہوا بچھڑا ہوا فاذان کے طرابلس کا ایک سو بہادر و جانبہ جنوب واقع ہو

فوج بین آٹا اور دوسرا گھوڑا لیکر اس کھلے راستے سے عین زارہ کی طرف صبح سلامت چلے جا جب عین زارہ آدھی دور رہ گیا تو اندھیرے میں پتھروں پر ٹھوکر کھا کر گھوڑا گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی اسوقت شخص پیدل روانہ ہوا آخر کار اپنی پلٹن برسا گلیاری کی ایک چمے کی سے گھوڑا لیکر اس وحشتناک خبر کو عین زارہ تک پہنچایا میرے نزدیک اس بہادر افسر کو نشان جسارت جس طرح ہمارے یہاں وکٹوریہ کر اس ہو دے صلیب و کٹوریہ اور اٹلی میں جو نشان اس عورت کے مساوی ہو عطا کرنا چاہیے۔ لیکن اس خدائیں اس بہادر بیڑ جس پر اٹلی کے محصور تھے اور حالت شراب ہو گئی تھی زمینوں اور مردوں کا ڈھیر لگا تھا اسپر بھی عربوں کے حملے ہر طرف سے جو رہے تھے نہ اٹلی والوں کو راستہ کی خبر تھی نہ توجانہ کی جسکے ہتھمال کا انکو بہت شوق ہو کر اسوقت کام میں نہین لایا جاسکتا تھا لہذا اٹلی حالت نہایت ناگوار اور مایوسانہ ہو گئی تھی پس وہ فوج جو طرابلس سے صبح کے وقت عربوں کی گوشامی کے واسطے روانہ ہوئی تھی اپنی جان لیکر بے سرو پا بھاگ کھڑی ہوئی یعنی جو فوج فاتح بننے گئی تھی غلطی ثابت ہوئی۔ کرنل فارلے جنٹلس کے واسطے بہت عمدہ موقع تجویز کیا تھا کہ وہ فوج کو کراڑا کا سامان بھی کر لیا تھا اور یکسہم جلد چلنے والی کھداریوں میں توپوں کے چھانسنے کے لیے میدان بھی اچھا مل گیا تھا لیکن اسکی فوج اگت گئی تھی لہذا اس بہادر کرنل کو کھٹلاتے اپنے ارادہ یعنی صبح تک قیام کرنے کے واقعات سے مجبور ہو کر بیکہ چھوڑنا پڑی کیونکہ سپاہیوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ قدم اٹھنے کے تھے اور عین زارہ کی جانب بھگدڑ شروع ہو گئی تھی لہذا کرنل نے بھی واپسی کا حکم دیدیا مگر اس واپسی میں اس کے چل کر بھگدڑ ہو گئی اور ایطالی سپاہی صحرا کے اندر تاریکی میں بھاگتے ہوئے شمال کی جانب روانہ ہو کر کرنل فارلے کے باقی سپاہیوں سے صبح کے وقت اس ملکی فوج سے ملے ڈھیر ہوئی جو عین زارہ سے روانہ کی گئی تھی اور آخر چھ گھنٹہ کے بعد وہ بھی منزلی پر جا پہنچے۔

اس فکست میں ایطالیوں کے نقصان کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ مجھے موجودہ

زمانہ کی جنگوں میں سے کسی میں تعداد مقتولین و مجروحین کی نسبت اس قدر غلط بیانی کا تجربہ نہیں
 ہوا جس قدر آج طرابلس میں کی جاتی ہو اور عدا کی جاتی ہو۔ ترک افسر اس میں ایک طرح
 سے محبوب ہیں کیونکہ بعض موقعوں پر انھیں محض عربوں کی خبروں پر اعتبار کرتا ہوتا ہے اور عربوں
 کی فطرت ہو کہ وہ اپنے بیان میں نہایت مبالغہ سے کام لیتے ہیں اس قدر کہ ان کی باتیں منکر
 انسان کی نیچے کی نیچے کی سانس نیچے اور اوپر کی اوپر بجاتی ہو۔ مثلاً ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے
 کہ ۱۶ ممبر کو ایک عرب عنبر میں یہ خبر لیکر آیا کہ وہ بھرہ ہی ایک جنرل مرہ کے پولیس کا
 سپاہی، اس غرض سے بھیجا گیا ہو کہ قصبہ خمس کے چھن جانے کی خبر کرے اور یہ کہ پولیس کے
 کے پاس ایک مراسلہ بھی ہو جس میں متذکرہ بالا حالات درج ہیں پولیس کا سوار اسوجہ سے
 پیچھے رہ گیا کہ اس کا ٹھکانا لنگ کرنے لگا تھا مگر اسے مراسلہ عرب کو نہیں دیا۔ دوسرے
 روز پولیس کا سوار آیا لیکن اس کے پاس کوئی مراسلہ نہ تھا اور یہاں قصبہ بقول فتحی باب کے عربوں
 کی داستان بانی "ثابت ہوئی۔ پس جس موقع پر مسلمانوں کی فتح اور ایطالیوں کی شکست کا
 بیان بجا کسی عرب راوی کے کیا جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں بہت کچھ نہ سچ لگایا گیا
 ہو۔ تاہم اس جنگ کے متعلق مجھے صحیح حالات معلوم کرنے کا موقع ملا کیونکہ میں مقام
 جنگ سے بہت قریب ٹھہرا تھا اور دوسرے روز میں نے ترک افسروں سے اس دیر پا جنگ
 اور ایطالیوں کی شکست کے حالات دریافت کیے جنکو دشمن کے نقصان کا صحت کے
 ساتھ اندازہ کرنے کا موقع ملا تھا ان کے بیان کے بموجب یہ دریافت ہوا کہ بہت سے
 ایطالی پیادہ سپاہی اور توپچی کام آئے اور یہ توپیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عرب لوگ
 دوسو ہندوقین اور کچھ میگنن کیمپ میں لائے علاوہ اسکے ڈھیر کے ڈھیر جو توں اور ایطالی
 ٹوپوں کے جو غالباً بالذمہ میدان جنگ میں پیڑے ملے ہوئے یا کچھ لاشوں سے اتارے
 گئے ہوئے بازار میں فروخت کے لیے رکھے گئے تھے۔ بخمہ مال غنیمت کے ڈاکٹری
 اور ماروں کا ایک بکس بھی تھا جنکی قیمت میرے نزدیک ایک سو پچاس پونڈ یعنی دو ہزار

روپیہ سے زائد ہوگی مگر ایک عرب نے اُسے چند فرانک کے عوض فروخت کر ڈالا۔ اس معرکہ کے متعلق ایطالیوں نے مشہور کیا ہے کہ ترک اور عربوں کا بہت شدید نقصان ہوا یعنی یہ کہ اُنکے نقصان سے بدرجہا زیادہ مگر اصلیت یہ ہے کہ صرف گیارہ آدمی مارے گئے اور چالیس زخمی ہوئے جو عزیزہ کے شفا خانہ میں علاج کے لیے بھیج دیے گئے۔ مقتولین و مجروحین میں زیادہ تعداد بہادران فزان کی تھی جو ایطالیوں سے ۳۰ یا ۴۰ گز فاصلہ پر کڑے تھے۔ زخمیوں میں میرانو کہ محمد ثانی بھی تھا جو میرے ساتھ مدائن سے عزیزہ تک آیا تھا۔ یہ شخص حیثیت ایک ملازم کے بیکار ثابت ہوا تھا بلکہ مکلف تھا لیکن عرب مجاہدین کے پہلو بہ پہلو جنگ میں حصہ لیکر اُسے اپنی پچھلی برائیوں کا بدلہ حاصل کر لیا اور میرے دل میں بھی اُسکی گونہ عورت پیدا ہو گئی۔ اس شخص نے نہایت خوبی کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا کیونکہ وہ ٹیونس میں صافی فوج کے اندر رہ چکا تھا دلیر بھی تھا اور کھوڑے پر خوب بیٹھتا تھا جب میں اُسکی عیادت کے لیے اسپتال گیا تو اُسے اپنے واقعات نہایت منہج و بسط کے ساتھ بیان کیے کہ کس طور سے وہ ایطالیوں کے قریب سو گز کے فاصلہ کے اندر پہنچ گیا اور ایک ایطالی کو جو سیدھا کھڑا ہوا تھا غالباً کوئی افسر ہو گا فضا بندوق بنایا اسکے بعد ہی اُسکی ران میں گولی لگی لیکن ٹھہری بجلی اور وہ زمین پر آ رہا۔ محمد بہت خوش نظر آتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ چند روز میں صحت یاب ہو کر ٹیونس واپس جائیگا مجھے اُسکی یہ حالت یعنی ایک زخمی سپاہی کی حیثیت بہ نسبت ایک ڈینگ باز اور بے تمیز رہنما کے اچھی معلوم ہوئی حقیقت یہ ہے کہ اُسکو انگریز اور امریکہ کے سپاہیوں نے بالکل خواب کر دیا ہے ورنہ فی نفسہ وہ بہتر آدمی نہیں ہے۔ اُسے ایطالی چھوٹے قد کی گولی لگنے سے کچھ زیادہ ایذا نہ تھی اس لیے اُسکو مذاق کی سوجھتی تھی اُسی کے پاس والی چار پائی پر ایک زخمی ترک افسر تھا جسکے پھیمپٹون کے اندر سے گولی ہو کر نکل گئی تھی۔ ان دونوں فوجیوں میں زیادہ تر قابل لحاظ دونوں کی حالت تھی ایک طرف ترک افسر خاموشی اور با وقار

استقلال کے ساتھ اپنی تکالیف کو برداشت کرتا تھا دوسری جانب اس شخص کی مکلفیت چہل بازی سے طبیعت کو تنفر ہوتا تھا۔ قابل ذکر یہ بات ہو کہ محمد باوجود زخمی ہونے کے اپنا حصہ مال غنیمت یعنی ایک ایلطالی بندوق اور ایک سپاہیوں والا تھیلہ میدان جنگ سے اڑا لایا تھا۔ اس تھیلہ کے اندر ساٹھ عدد کارتوس بنڈ لون مین بندھے ہوئے طے جنیر سولیناٹ کیپوٹ لکھا ہوا تھا۔

الفرض ۱۹ دسمبر کی لڑائی کے وہ واقعات ہیں جو اوپر بیان کیے گئے اگر یہ مان لیا جائے کہ پانچ ہزار عرب جو عین زارہ گئے تھے وہ محض ایلطالیوں کو اپنے دام میں لاسنے گئے تھے تو یہ ماننا پڑیگا کہ آج تک کوئی فوجی چال اس قدر کامیاب نہیں ہوئی جیسے کہ یہ اور کبھی کسی فوج نے اس آسانی سے دھوکھا نہیں کھایا جیسا کہ ایلطالیوں نے کرکٹل فارا کے بقیۃ السیف صرت اسوجہ سے صحیح سلامت نکل گئے کہ عربوں کے پاس میگزین ختم ہو گیا تھا ورنہ ایک بھی بچ کر نہ جاتا۔ عربوں میں بڑی کجختی یہ ہو کہ وہ کارتوس بہت ضائع کرتے ہیں ہر شخص اپنی من مانی جنگ کرتا ہو اور کسی شخص کو باحتیاط اور موقع سے کارتوس خالی کرنے کی عادت نہیں ہو۔ ایلطالی بیان کرتے ہیں کہ آدھی رات کے قریب بندوق چلنا موقوف ہو گئی اس خاموشی کا سبب صرف یہ تھا کہ عربوں نے سب کارتوس خالی کر ڈالے تھے اور اسوقت تک اُنکے پاس کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ غرض اس ہزیمت نے ایلطالیوں کو اچھی طرح سبق دیا ہو گا اور اب وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ صحرا کے اندر بڑھنے کا آئندہ کیا نتیجہ ہو گا اس سخت ہزیمت کو ایلطالیوں نے نہایت معمولی واقعہ دکھایا ہو اور اپنے کثیر نقصانات کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کی ہو برخلاف اسکے ترکون اور عربوں کا نقصان پانچ سو سے لیکر ایک ہزار نفوس تک بیان کیا ہو۔ مجھے حیرت یہ ہو کہ مسٹر ہنٹ برلے کا اس تجربہ کار اور محتاط نامہ نگار اپنے مضمون میں متذکرہ بالا نقصانات اور تعداد درج کرے مگر میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کل بیانات غلط اور نہایت مبالغہ آمیز ہیں۔ اگر

کوئی شخص نہ بیانات کو غور سے پڑھے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ کرنل فارا کی شکست نے ایتالیائی فوجی حلقہ میں بہت گہرا اثر کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نافرمانی جس طرح کی فوج اس کے پاس تھی اُسکو دیکھتے ہوئے بہت بڑی ہمت سے کام لیا اور کم سے کم اس قدر کامیابی حاصل کی کہ کچھ حصہ اپنی فوج کا نہایت خطرہ سے نکال لایا اور اس کا رگڑاری کے انعام میں اُس کا درجہ بڑھا دیا گیا لیکن وہ جنرل جو ایتالیائی دستہ متعینہ عین زارہ کا سردار تھا موقوف کر دیا گیا۔

میری رائے میں وہ ایتالیائی سپاہی نہایت خوش نصیب تھے جو اُس ہولناک شب کو عربوں کی گولیوں اور خیموں سے بچ رہے اور پھر اپنی بحری توپوں اور خندقوں کی پناہ میں جا پونچے۔ انجیل مقدس کی ایک آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ”جو شخص جنگ کرنے جائے اُسے چاہیے کہ پہلے اپنے نقصانات کا اندازہ کرے۔“ لیکن ایتالیوں نے اس حکم کے بالکل خلاف کیا اور میرے نزدیک آج تک کسی قوم نے اس حکم سے ایسی سرتابی نہیں کی جیسی کہ ایتالیوں سے ظہور میں آئی۔

اب میں راستوں کا ذکر کرتا ہوں یعنی سرحد ٹیونس سے لیکر ترکی کی پیمپ تک دو راستے گئے ہیں ایک جنوب سے آیا ہے اور ایک شمال سے جنوبی سڑک جس حقیقت کی ہے ٹیونس سے نکل کر مقام وصیبت میں آئی ہے اور وہاں سے نالوط اور غاریان ہوتی ہوئی مغرب تک چلی آئی ہے۔ اس سڑک پر بہ نسبت شمالی راستہ کے جو بنی غردان ہو کر آیا ہو چکر پڑتا ہے اور راستہ میں تین روز زیادہ صرف ہوتے ہیں گو اس راہ میں نفع یہ ہے کہ ایتالیوں سے کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔ علاوہ نفع کے اس راہ میں خوبی یہ ہے کہ شمالی سڑک کی طرح غیر دلچسپ اور ویران و سنسان نہیں ہے بلکہ جبلستان کے اندر ہو کر گزرتے سے راہ میں پہاڑیان اور چشمے اور درخت بہت ملتے ہیں مگر اچھی باتوں کا خیال جنگ کی حالت میں بہت کم کیا جاتا ہے اسوجہ سے یہ راستہ کام میں نہیں آتا۔ میں نے اوپر ایتالیوں سے خوف کا ذکر کیا ہے

حالانکہ واقعہ یہ ہو کہ عثمانیوں کو چند روز کے تجربہ میں معلوم ہو گیا کہ انکو شمالی راستہ یعنی ساحلی سڑک پر بھی دشمن سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ شمالی راہ ساحل سے چند سو گز کے فاصلہ پر میلون سمندر کے کنارے چلی گئی ہے اور ایطالی جنگی جہاز بلا خوف مزاحمت چکر لگایا کرتے ہیں اس پر بھی ہر روز قافلہ کے قافلہ اس راستہ سے گذر کرتے ہیں اور فوجوں کی آمد و رفت و نقل و حرکت ادھر سے ادھر لگی رہتی ہو لیکن کوئی مزاحمت نہیں کرتا ایطالیوں کے کروڑوں ڈسٹرکٹر قسم کے جنگی جہازات پہرہ دیتے رہتے ہیں اور یہ کرشمے انکی زد کے اندر ہوتے رہتے ہیں پس ایطالیوں کی ناقابلیت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اس حرکت پر ایطالی اس سے زیادہ ناملائم الفاظ کے مستحق ہیں تعجب کی بات ہو کہ یورپ کا اعلیٰ درجہ کا ایک جنگی بیڑہ ایسے دشمن کے ساتھ معرکہ آرا ہو جو مقابلہ تعدا میں صفر پر موجب بھی وہ قافلون کو نہایت بزدلی اور خاموشی کے ساتھ اپنا آنکھوں کے سامنے کھلے میدانوں میں گذرنے دے اور کوئی کوشش اس امر کی جو اسکی قوت اور شان سے مناسبت رکھتی ہو نہ کرے جسکی وجہ سے یہ سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو جائے میں نے ان جنگی جہازوں کی کارروائیاں بخیم خود دیکھی ہیں اور مجھے یہ بات نہیں بھولی ہے کہ ان جہازوں نے ساحل کی جانب سیکڑوں گولے پھینکے ہیں۔ چنانچہ غریبات سے بونیش تک تمام ساحل گولوں کے ٹکڑوں اور گراہوں سے چھلنی پڑا ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ سب ضائع ہوئے۔ اس حالت کو اخبار نویس کے قابل نامہ نگار نے جو میرے ساتھ کمپ واقعہ عزیز میں تھے ذیل کے الفاظ میں خوب ظاہر کیا ہے اور میرے نزدیک ذرا برابر واقعہ نہیں کیا ہے۔ لگتے ہیں کہ ساحل کیا ہے بلکہ ہم کے گولوں اور گراہوں کی نمائندگاہ ہے۔ معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بحری توپوں سے مسلسل گولہ باری، بحری کارگزاروں کا تماشہ کھانے کے لیے کی گئی ہے۔

میرا تجربہ ہو کہ کسی شخص کو خفگی پر اس طرح کی حماقت آمیز گولہ باری کی خس برابر بردہ

نہ تھی کیونکہ کوئی نشانہ ٹھیک نہیں پڑتا تھا اور نہ کوئی آدمی صنایع ہوتا تھا طرابلس کے لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ ٹیونس کی جانب سرحدی چوکیوں سے گزرنے کے بعد تھوڑا پھیر کر راستہ اختیار کرتے اور اس طریقہ سے ایطالی جنگی جہازوں کی زد اور پٹیرہ والوں کی نظر سے اوجھل رہتے مگر میں نے دیکھا کہ کسی شخص کو اس قسم کی احتیاط کا خیال بھی نہیں تھا کیفیت یہ تھی کہ سارے بان گولوں کے ادھر ادھر گرنے پر منستے تھے اور ترکی فسر گولہ باری پر اس خیال سے بہت مسرور ہوتے تھے کہ جب قدر گولے داغے جاتے ہیں دھوئیں اور آواز کے ساتھ اٹلی کا خزانہ خالی ہوتا جاتا ہے۔

نصف دسمبر تک اسی قسم کی نشانہ بازی دور سے جاری رہی مگر ایطالیوں کو واضح رہے کہ اس طریقہ میں صرف روسیہ کا نقصان تھا جان کا ضرر نہ تھا۔ ایطالیوں کے نزدیک عربوں سے بھی کسی قسم کا خوف نہ تھا گو یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ عزیمات کے مقام پر وہ محض دشمن سے قریب ہونے کے لیے کمر کر پاتی ہیں اترائے تھے مگر حال ۵ دسمبر کو ایطالیوں کی رگ حمیت جو شمین آئی اور دھڑکی جہاز مقام سیدی سعید میں عین مقبرہ کے سامنے لاکھڑے کیے۔ مقام سیدی سعید سرحد ٹیونس سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہو اور یہاں پر ان بزرگ کی درگاہ ہو جنکے نام سے یہ مقام موسوم ہو ان بزرگ کو تمام طرابلس والے مانتے ہیں اور اس دیران و صحرائی جگہ پر یہ درگاہ بہت خوشنما اور اسکا منظر بہت دل ویز معلوم ہوتا ہے۔ صورت یہ ہے کہ اس وسیع درگاہ کا شفاف اور سفید رنگ کا عظیم گنبد ایک بالو کے ٹیلہ کے پیچھے نظر آتا ہے اور اس کے دامن میں کچھ باغات اور ایک چشمہ میٹھے پانی کا واقع ہے۔ جب یہ جہاز لنگر انداز ہو چکے تو ان میں سے ایک نشئی پرسوار ہو کر لوگ خشکی پر اترے لیکن ایک عرب عورت جو درگاہ کے قریب کھڑی تھی یہ سب کرشمے دیکھ رہی تھی جیسے ہی اس نے کافروں کو آتے دیکھا چلا چلا کر ان کسانوں کو جو قریب کے کھیتوں میں کام کر رہے تھے مطلع کر دیا۔ ان عربوں نے نہایت پھرتی کے ساتھ اپنی مار زبند و قین سنبھالیں

کچھ لوگوں کو اور ساتھ لیکر چھوٹی سی جمعیت تیار کر لی اور جنگ کے لیے آگے بڑھے لیکن ایٹالیوں نے اُنکے آنے کا انتظار نہیں کیا بلکہ فوراً اپنی کشتی میں بیٹھ کر جہازوں پر جا پونچے اور جہاز چند گولے بالوں کے ٹیلوں کی جانب چلا کر چلتے ہوئے۔

دوسرے روز پانچ بجے صبح کے وقت پھر دو ایٹالی کروڑ رزیز رفتار زرہ پوش جہاز اُسی مقام پر آئے اور خشکی کے قریب لنگر انداز ہوئے۔ عرب لوگ اُس وقت ہوشیار تھے لیکن بموجب ہدایات میجر موسی بے سردار عساکر متعینہ زوارہ چھپے بیٹھے رہے کیونکہ میجر موصوف نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ اگر ایٹالی آئیں تو عربوں کو چاہیے کہ بالوں کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور ایٹالیوں کو خشکی پر اترنے دین بلکہ تھوڑی دور آگے بڑھنے دین اُسکے بعد بندوبست چلائیں چنانچہ عربوں نے ویسا ہی کیا۔ میں اُس وقت موجود تھا جو وقت یہ عرب بالوں کے ٹیلوں میں چھپے پڑے ہوئے دشمن کا انتظار کر رہے تھے حالت اُنکی یہ تھی کہ اُنکی آنکھیں بوجہ اشتیاق کے چمک رہی تھیں اور دل و جان سے تمنا کر رہے تھے کہ اُٹلی واسے خشکی پر آئیں اور انھیں جنگ کا موقع ملے۔ عربوں کی کیفیت دیکھ کر مجھے ملک ناروس میں اپنے نرکار کے واقعات یاد آ گئے اور اپنا نرکاری کتابچہ کا نام ڈک کر بہت یاد آیا خصوصاً وہ کیفیت جبکہ چڑیوں کے انتظار کی حالت میں وہ بلا اطلاع آجاتا کہ اور جب کوئی بطخ سر پر اڑتی ہوئی پانی میں جا گرتی ہو اور ڈک بچپن ہو کر یانی میں کودنا پاتا ہو اور مجھے بجز روکنا پڑتا ہو۔ غرض موسی بک کی تعلیم نے جو ناکہ عربوں کو کسی قدر باقاعدہ بنادیا تھا اسی سبب سے وہ ٹیلوں پر چھپے پڑے رہے لیکن اُنکی انگلیوں میں بندوبست چلانے کے شوق کی وجہ سے کھجی ہو رہی تھی اتنے میں ایٹالیوں کی پہلی ٹکڑی آگئی اُسکے ساتھ ایک افسر تھا اور سپاہی خندق کھودنے کے اوزار ہاتھ میں لیے تھے اُسکے بعد چھوٹا آگ بوتھ سپرہ لوگ سوار ہو کر آئے تھے تین بار جہازوں تک آیا گیا اور تین کشتیاں بھر کر آدمی خشکی پر انارے میرے نزدیک کل ڈیڑھ سو آدمی ہونگے یہ جمعیت

نہایت احتیاط سے آگے بڑھی ایک افسر سب کے آگے تھا اور بار بار ٹھہر کر دیکھتا رہتا تھا۔ چاروں طرف میدان اور پہاڑیوں کا معائنہ کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ یہ لوگ ٹیلیون پر جہان عرب تھے چڑھنے لگے اس وقت عربوں نے فکرنا شروع کیا افسر کے ایک گولی لگی اور گھٹنوں کے بھل آ رہا دوسری گولی اور لگی اور اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس افسر کے کام آئے کا اثر اٹالیوں پر عجیب پڑا یہ ڈیڑھ سو آدمی کنارے کی طرف نہایت بدحواس اور بے ترتیبی کی حالت میں دم دبا کر بھاگے اور ۳۴ نفر عرب ان کے تعاقب میں دوڑے کیونکہ اب عربوں کو روکنا ناممکن تھا خیران بحری سپاہیوں نے یہ کیا کہ اپنے افسر اور چھ نفر مقتول یا مجروح سپاہیوں کو اٹھالے گئے لیکن ۵۰ عدد سلچے بچھاڑ دے اور ۳۰ کارٹوں نیز بہت سی ٹوپیاں خشکی پر چھوڑ گئے اس معرکہ میں صرف ایک عرب زخمی ہوا جس کے ایک گال میں گولی لگ کر دوسرے گال سے نکل گئی تھی اور جیڑے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

القصد یہ اٹالیوں کی پہلی کوشش تھی اور غالباً اخیر بھی ہو کیونکہ اس وقت تک پھر انھوں نے شمال کے راستہ سے ترکی کی کمپ تک کی آمد و رفت روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی برخلاف اسکے عربوں پر اس کامیابی کا نہایت عمدہ اثر پڑا۔

اہم لوگوں کو بطریق و درندہ بنعاری و خمس کی لٹرائیون کا صحیح حال دریافت کرنے میں بہت دقت ہوئی لیکن یہ معلوم ہوا کہ ان مقامات پر متواتر لٹرائیاں ہوئیں اور بہت سی رہتی ہیں سا گیا ہے کہ انور بے نے جو شروع سے عساکر عثمانیہ متعینہ بنغازی کا سپہ سالار ہی عربوں کی بہت بڑی جمیعت فراہم کر لی ہے۔ اٹالیوں نے دو مسلم دستے ان مقامات پر معین کر رکھے ہیں لیکن یہ بات ظاہر ہو کہ وہاں بھی انکی فوج محصور ہو اور حملہ آور بحیرہ شہر یا جہان تک بحری توپوں سے انھیں مدد مل سکتی ہو آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں۔ عربوں کا بھی نقصان بوجہ اسکے کہ وہ اٹالیوں کی خندقوں پر نہایت سخت حملہ کرتے رہتے ہیں بہت ہو کیونکہ دشمن ان میں رہتا ہے اور وہ کھلے میدان میں چنانچہ ایک سخت

معرکہ کی بابت معلوم ہوا کہ انور بے کی فوج مین سو آدمی کام آئے بھلاں اس کے اگر
ایطالیوں کے پیغامات پر جو روم تک بہت سی تحریفوں کے بعد پہونچتے ہیں غور کیا
جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ سرینیکا پر قبضہ حاصل کرنے کی یہ صورت ہے کہ چند
شہروں کی شہر پناہ کے حدود تک ایطالی اپنا دخل کر سکے ہیں باقی کی ہوس ہی ہوس
ہی۔ اور یہ کہ ایطالیوں کے نقصانات کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہو جسے بھی معلوم
ہوا ہے کہ عثمانی حکاموں کی ہمتیں بوجہ ان کامیابیوں کے جو سرینیکا میں حاصل ہوئی
ہیں و نیز بسبب اپنی فوج کی جرأت اور استقلال کے بہت بڑھ گئی ہیں۔ اور ایک قلعہ
سے جسکی نسبت میں خود شہادت دے سکتا ہوں یعنی ایک سولفر ایطالی قیدی مع ایک
میدانی توپ کے ترک اور عربوں کے ہاتھ آنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ حملہ آوروں کی ہنکاری
کی جانب اطمینانی حالت نہیں ہے۔ قبل جو خبریں پندرہ دسمبر کی جنگ کی بابت خمس سے
آئی تھیں وہ ایک دوسرے کی متضاد اور بے سرو پا تھیں لیکن بعد کو جب سرکاری رسالے
مستقر میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ دو ہزار ایطالی سپاہی خمس کے جانب مغرب خشکی پر اتارے
تھے اور ان کے ساتھ قلعہ بند ایطالیوں نے بھی شہر پناہ سے نکل کر چلا دیا تھا۔ اسکے جو
میں ترک اور عربوں کی مختصر ٹکڑی نے بھی حملہ کیا اور آخر ایطالیوں کو سخت نقصان کے
ساتھ انکی خندقوں تک پسپا کر دیا۔

مین لے زورہ پر ایطالی گولہ باری کا حال اور مقام پر بیان کیا ہے۔ لہذا یہاں
قلم انداز کیا جاتا ہے۔

باب چہارم ترکی کیپ کے حالات

جب ہم ترکی کیپ کی جانب سفر کر رہے تھے تو ہم کو جبل زاویہ جسکے واسطے میں عزم نہ تھا واقع ہو دور سے دکھائی دیتا تھا اس پہاڑ کی شکل کسی قلعہ کے بالا حصہ کی ایسی ہو اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس وسیع صحرائے میں بہت بڑا قلعہ بنا ہوا ہو جب ہم عزیز یہ پہونچے تو ہمیں دیکھ کر تعجب ہوا کہ کجائے ویرانی کے نہایت چہل پہل ہو ایک وسیع میدان میں سیکڑوں عرب ادھر ادھر بیٹھے ہوئے اور آپس میں باتیں کرتے نظر آئے بعض ان میں سے سپاہیوں اور افسروں کے ہاتھ خرید و فروخت میں مشغول تھے وہاں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سلطانی فوج کے لیے اشیاء خور و نوش کی مطلق کمی نہیں ہو۔ نیز ہر طرف ہم نے دیکھا کہ بورے کے بورے اور ٹوکے کے ٹوکے پیاز۔ آلو اور ذرہ زیتون۔ انڈے۔ چاول۔ بھیر بکری کے گوشت نمک نارنگیان اور روٹیوں سے بھرے رکھے ہیں وہاں ہم نے مرغیان بھی سبکنے دیکھیں مگر تیار نہ تھیں لیکن قہوہ کا بازار میں نام و نشان نہ تھا۔ شکر اور صابن کی لکڑی اور تمباکو بازار میں کبھی تھی مگر منہ کی تھی تاہم کسی چیز کے دام ایسے نہ تھے جس سے قحط کا گمان ہوتا۔ مثلاً آلو دو آنہ کے ڈیڑھ سیرل سکتے تھے اور انڈے آٹھ آنہ درجن بکری کا گوشت آٹھ آنہ فی سیر کہتا تھا خواہ معمولی گوشت ہو خواہ گردن کا عمدہ گوشت ہو البتہ روٹیاں نہایت طرابلس کے دیگر مقامات کے منہ کی تھیں یعنی چھوٹی چھوٹی بتلی گول روٹیاں جو کہ عموماً فی روٹی نہیں چار پیسے کو بکتی ہیں یہاں تقریباً دو آنہ کو ملتی تھیں الغرض میرے نزدیک جہاں تک لڑائی کا تعلق اشیاء خور و نوش سے ہو۔ یہ جنگ طرابلس کے اندر روتی حصہ ملک میں برسوں جاری رہ سکتی ہو یہ خلاف اسکے اگر اٹلی والے اپنی فوج کو اندرون ملک میں بڑھائیں تو انکو ورسد سمندر کے ذریعہ سے لانا ہوگی اور صحرائے میں لیجانے کے لیے ناممکن و مشکلات کا

سامنا کرنا پڑیگا۔

سوق یعنی بازار کے جنوب کی طرف کو نک (سرکاری مکان) واقع ہو جیسا کہ عموماً ہاہر جگہ پایا جاتا ہے یہ کوئٹہ کے احاطہ کے شکل کی وسط آبادی میں ہوتی ہیں اور ہر جگہ کی طرح یہاں بھی عربوں اور اونٹوں سے بھری تھی اور نہایت گندی تھی۔ اس کو نک کی دوسری منزل پر جانے کے لیے چوڑا زینہ بنا ہوا تھا اس زینہ میں جا بجا چھانیاں کٹی ہوئی تھیں جنکی زدہ بہت دور تک صحرا میں تھی یہ زینہ چند کمروں کی طرف گیا تھا جس میں بہت معمولی سامان رکھا ہوا تھا۔

میں نے دیکھا کہ ترکی افسر مقام عربیہ میں نہایت تکلیف سے سہر کرتے تھے لیکن میں نے کسی شخص کی زبان سے کوئی شکایت نہیں سنی۔ ہر شخص نہایت خوش اور جوش میں نظر آتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ انگریزی فوج میں بحالت جنگ جو آسائش فوج کو پہنچائی جاتی ہو اس سے اور عربیہ کی حالت سے زمین آسمان کا فرق ہو یہاں اس ہوسیدہ کو نک میں ایک کمرہ ہو جس میں سپہ سالار اور فوجی بے اور جاوید بے سوتے ہیں اسی کمرہ میں ہر سہاگہ لکھے جاتے ہیں اور یہیں سے روزانہ احکامات جاری ہوتے ہیں اسی مقام پر فوجی عدالت کا اجلاس ہوتا ہے اور یہیں عربوں کے وفد سے ملاقات کی جاتی ہے اور پھر اسی مقام پر ترکی افسر کھانا کھاتے ہیں میرے خیال میں اگر تکلیف کو کوئی شخص شکل دیکھنا چاہے تو اس چھوٹے سے کمرہ کو جا کر دیکھ لے۔

کرنل نشاط بے جتنے غیر ملک کے لوگ تھے ان سے نہایت اخلاق سے پیش آتے تھے چنانچہ میرے ساتھ بھی اسی طرح پیش آئے اس شخص کو ابتدا سے جنگ سے جو مشکلات پیش آئے ہیں میرے نزدیک اُن کے خیال سے دوسرا سپہ سالار کبھی اُٹھیں گا۔ اس سے غیر معمولی قابلیت کے ساتھ ابتدا سے جنگ کی گولہ باری کے زمانہ میں اپنی فوج کو صحیح و سلامت نکالا اور میرے نزدیک یہ فوجی چال بہت مناسب تھی کیونکہ یہ ترکیب نہایت نفیس ہے کہ ایٹالیوں کو

بیرتو براس کے مقام تک چالاکی سے بلا کر سخت شکست دی جائے بہ نسبت اسکے کہ اپنی فوج کو غیر محدود زمانہ تک بحری توپوں کا نشانہ بننے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ سپہ سالار اور اسکے مددگار فتحی بے نے نہایت قابلیت اور کامیابی کے ساتھ اپنی مختلف الالوان فوج میں کچھتی پیدا کر دی ہو اور سب سے بڑا اور مشکل کام یہ کیا ہو کہ ببقاعدہ عربوں کو تھوڑا بہت قوا عددان بنادیا ہو یہاں ہر ترکی افسر فرانسیسی زبان سمجھتا ہو خصوصاً فتحی بے جو حال میں سفارت پیرس سے بدل کر آئے ہیں فرانسیسی زبان میں نہایت روانی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں لیکن اپنے کتے کے ساتھ بلقان کی دسی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔

ہماری خوش قسمتی سے یہاں پر بہت سے نامہ نگار موجود تھے مثلاً مسٹر ٹلیم اور گیرٹوٹ جنکا ادیر میں ذکر کر آیا ہوں علاوہ اسکے یہاں مسٹر سنیکز رائٹ اور مسٹر اسلر ملے جنکی وجہ سے بہت لطف آیا جب میں ان سے رخصت ہوا اسوقت مجھے اُنکے چھوٹنے کا بہت رنج تھا۔ مسٹر اسلر سے بہت دلچسپی ہوتی تھی کیونکہ وہ مراکش کے واقعات دیکھے ہوئے آرہے تھے۔ مسٹر سنیکز رائٹ کا عربوں پر بہت اثر تھا میں نے دیکھا کہ روز عرب شیخوں کا مجمع اُنکے خیمہ میں ہوتا تھا اور شیخ برونی جو عربوں کی جانب سے مشہور ممبر پارلیمنٹ ہو اور بنجاوشیوخ عرب ہوسب کے شمول میں ان سے ملنے آتا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ ان لوگوں کے دلوں میں اس لکریز کی کس قدر وقعت اور عظمت تھی۔ مسٹر سنیکز رائٹ طبعیتاً نہایت خلیق آدمی ہیں اور چونکہ اُنکے چہرے پر ڈاڑھی ہو جسکو عرب بہت مستحسن جانتے ہیں اور نشان بزرگی و عظمت سمجھتے ہیں اس سبب سے انکا اثر اور زیادہ بڑھتا تھا مسٹر سنیکز رائٹ کے ہمراہ سلیم نامے ایک دو غلا عرب عدل کار بننے والا تھا یہ شخص دن کو ترحمان کا کام کرتا تھا اور شب کو نہایت سلیقہ ور باورچی کی خدمت بجالاتا تھا۔

اس کو ناک کے اور کمرون میں ہلال احمر کے ڈاکٹر مع کپتان ٹلیم اور دیگر ترکی اسٹاف افسران رہتے تھے جسوقت میں پہونچا ہوں اس زمانہ میں فتحی بے موجود نہ تھے لیکن مسٹر

مانٹیکو جو میرے پہونچنے کے وقت جبل غاریان کو جا رہے تھے اپنے ہمراہ وہ خط جو میں
 فتحی بے کے نام تعارف کے لیے لایا تھا لیتے گئے اور پہونچا دینے کا وعدہ کیا مسٹر مانٹیکو سابق
 میں انگریزی پلٹن موسومہ روائل فیوزیلرز میں افسری کے عہدہ پر مامور تھے لیکن اس
 جنگ میں شرکت کی وجہ سے موقوف کر دیے گئے مجھے فتحی بے کے جیسے قابل افسر سے
 ملنے کا بیداشت تھایا وہ بے مثل شخص ہے کہ جسکی بہت اور قابلیت پر ترکون کی موجودہ
 مدافعا جنگ کا دار و مدار ہے۔ اس سے پہلے مجھے کبھی مسٹر مانٹیکو سے ملنے کا اتفاق نہیں
 ہوا تھا اس لیے آج مل کر اور تھوڑی دیر باتیں کر کے بید خوشی ہوئی اس وقت وہ
 بہت سخت پیچش میں مبتلا تھے اسی سبب سے انکو مجبوراً عرب بیقاعدہ فوج سے جدا
 ہونا پڑا لیکن باوجود اس مختصر زمانہ کے جو انھوں نے جنگ میں بسر کیا تھا انکو بہت
 عہدہ اور دلچسپ موقع جنگ میں شریک ہونے کے ملے مسٹر مانٹیکو کو بوجہ نا تجربہ کاری
 کے یا بوجہ اسکے کردہ اپنا عہدہ چھپانا نہ پسند کرتے ہوں طرابلس پہونچنے میں بہت
 وقتیں اٹھانا پڑیں یعنی چونکہ عہدہ سکندلفٹنٹ روائل فیوزیلرز کی ساتویں ریزرو پلٹن میں
 مامور تھے اس لیے وہ مقام سفاس میں روک لیے گئے اور نو روز تک وہیں پڑے رہے
 لیکن آخر کار ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر بہت سے خطرات کا سامنا کرنے کے بعد
 ساحل طرابلس تک پہونچ گئے جب وہ پہونچے تو ترک افسروں نے انکے ساتھ نہایت
 عمدہ برتاؤ کیا گو بلحاظ ایک سپاہی کے انکا عدم وجود دیربر تھا کیونکہ بوجہ زبان نہ جاننے
 کے نہ تو کسی فوج کو لڑا سکتے تھے اور نہ دوسرے افسروں کا حکم سمجھ سکتے تھے تاہم کپتان
 امین آفندی جو عربی دستہ واقع سوق الجمعہ کے سپاہ سالار تھے مسٹر مانٹیکو کو اپنے ہمراہ
 لیتے گئے یہاں انکو بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں جو روزمرہ ہفتوں تک ابتدا سے
 جنگ کے زمانہ میں غلستان کے اندر ہوتی رہیں شرکت کا موقع ملا جب میں اُن سے ملا ہوں
 تو وہ ایک افسر کی وردی پہنے اور تلوار لگائے ہوئے تھے یہ وردی کسی طرح مقام زمانہ

مکے ہاتھ اگئی تھی مین نے مذاقاً مسٹر مانٹیکو کی وردی کی طرف اشارہ کیا جو جاہا شکست ہو گئی تھی جبکہ جواب اُنھوں نے نہایت متانت سے یہ دیا کہ یہ حالت بعید از قیاس نہیں ہو کیونکہ اُنھوں نے گیارہ لٹریٹوں مین اسے پہنا ہی مسٹر مانٹیکو کی بابت سنا جاتا ہو کہ اُنھوں نے نخلستان مین ایطالی چوکیوں پر جو مکانوں کے اندر واقع ہیں نہایت جرات سے حملے کیے تھے۔

مسٹر مانٹیکو نہایت کمسن آدمی ہیں اسوجہ سے میرے خیال مین مات کی سردی اور ہون کی محنت نے اُنکی صحت پر بہت اثر کیا اور بہت دنوں تک اسپتال واقع سوق الجمعہ مین علاج کرتے رہے بعد ازاں ترک ڈاکٹروں نے جنکو عموماً اُنکے علاج کا ڈرا خیال تھا عزیز مین بلالیا اور بیان اُنکی خدمت کے لیے دو سپاہی مقرر کر دیے اور ایک کمرہ رہنے کو دیا جب مین پہنچا ہوں تب اُنکو عزیز سے غاریان کی طرف ہٹانے والے تھے کیونکہ غاریان کی آب و ہوا بہت اچھی ہو اور ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہاں پہنچکر اُنکو بالکل صحت ہو جائیگی مجھے امید ہو کہ مسٹر مانٹیکو اپنے ترک دوستوں کے بہت مشکور ہوئے کیونکہ بعض موقعوں پر اُنھوں نے اپنے زخمی افسروں کے آرام کا خیال بمقابلہ مسٹر مانٹیکو کے نہیں کیا اور باوجود اسکے کہ یہ اُنکے عزیز تھے اور ترکوں کے ہجوم نہ تھے لیکن اُنکے ساتھ انتہائے مہربانی سے پیش آئے میرے نزدیک مسٹر مانٹیکو کو دنیا کی کسی قوم کے ہاتھ سے یہ آرام و آسائش در یہ خاطر داری نصیب نہ ہوتی جس کا وہی پر مسٹر مانٹیکو جبل غاریان گئے تھے اُس مین تین گھوڑے لگے ہوئے تھے یہ گاڑی منیت مین ایطالیوں سے ہاتھ آئی تھی اور مین نے خود دیکھا کہ اُس پر وہ الفاظ لکھے ہوئے تھے ”نمبر ۱۱ جینٹ بریگلیاری ٹی۔ ایس۔ الپائن کی گاڑی“ مجھے یہ گاڑی دیکھ کر خیال آیا کہ واقعی جبل الپائن پر چلنے والی گاڑی کے لیے شمالی افریقہ کا رکیستان کس قدر موزون ہو۔ مسٹر مانٹیکو سے مل کر مجھے معلوم ہوا کہ اُنکو اپنی آئندہ حالت کے متعلق بہت پریشانی ہو اور مجھے اُنکی ناواقفیت

کسی قدر تعجب ہوا انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ بوجہ قواعد و وجوہ انگلستان کل افسر خواہ
 کسی قسم کی فوج کے ہوں کسی غیر قوم کی جنگ میں شرکت سے ممنوع ہیں بلکہ جس ملک
 میں جنگ کے آثار پائے جائیں وہاں بھی جانے کی ممانعت ہو۔ چنانچہ جب سے ترکی
 اور اٹلی کے درمیان جنگ چھڑی ہو اسوقت سے کسی افسر کو اٹلی ہو کر یا اطالیہ یا ہندوستان
 جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی کہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مسٹر مانٹیکو اپنے عہدہ سے
 برطرف کر دیے گئے ہیں لیکن میں نے بوجہ انکی بیماری اور کمزوری کے یہ خبر نہیں سنا
 بلکہ اشارتاً اس قسم کی مثالوں پر گفتگو کی کہ ”بہت سے نامی افسر ایسے گذرے ہیں کہ جنھوں
 نے قواعد اور ضوابط کی خلاف ورزی کر کے غیر ملک کی فوجوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کی
 اور تھوڑے دنوں کے بعد انکی خطا معاف ہو کر جگہ مل گئی“ مسٹر مانٹیکو کی نسبت بہت کچھ
 نامہ و پیام درمیان انگریزی اور ترکی وزارت جنگ کے ہوا آخر کار استنبول میں یہ فیصلہ
 کر لیا گیا کہ اگر مسٹر مانٹیکو کو انگریز برطرف کر دینگے تو انکو ترکی فوج میں جگہ دی جائیگی۔
 علاوہ اور خدمات کے مسٹر مانٹیکو نے طرابلس میں ترکی افسروں کی اہلی خدمت یہ کی کہ
 ایطالیوں کی وحشیانہ حرکتوں کے آثار جو انھوں نے اکتوبر کے قتل عام میں کی تھیں کشم
 خود دیکھے۔ میرے نزدیک انکا بیان نہایت سچا اور صحیح ہے اور ایسے صاف گو نامہ نگاروں
 کی جیسے کہ مسٹر میک کالگ اور اخبار کوکا لینز برگ کے نامہ نگار ہیں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ سمس
 سے ایک ہفتہ پہلے مسٹر مانٹیکو غاریان سے واپس آئے اور انگلستان کی طرف روانہ ہوئے
 مجھ سے کہتے تھے کہ انکا مقصد انگلستان جانے سے یہ ہے کہ انگریزوں کو ایطالی مظالم
 کی مخالفت کی طرف توجہ دلائیں۔ اور انکو یقین تھا کہ وہ انگریزوں کو بھر جانے میں کامیاب
 ہو گئے لیکن میں نے ان سے بیان کر دیا تھا کہ مسٹر اسٹیڈ اور مسٹر میک کالگ وغیرہ دیگر
 اشخاص نے اس قسم کی کوشش میں کسی قدر کامیابی حاصل کر لی ہے لیکن آجکل کی یہ
 حالت ہے کہ تازہ واقعات اس قدر جلد اور قوت اثر کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں کہ جمہور انگلستان

کو یاد بھی نہ ہوگا کہ گذشتہ اکتوبر میں کیسے اندوہناک حادثات گذر چکے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسٹر مانٹگو سلطانی فوج میں ملازمت کر لینے یا طرابلس واپس آئے لیکن یہ ضرور ہو کہ زمانہ انکو جان گیا ہو اور مجھے امید ہے کہ کسی روز وہ حسب خواہش اپنے کسی اعلیٰ فوجی عہدہ پر پہنچ جائیں گے۔

کونٹ واقع عذریہ کے سامنے ایک عمارت تھی جسے عارضی طور سے اسپتال بنالیا تھا اور اس عمارت کے قریب انجن ہلال احمر کے خیمہ نصب تھے اس انجن کے ڈاکٹروں کا طرابلس پہنچنا ترکی فوج کے لیے خدا کی رحمت سے کم نہیں ہوئے تھے اکثر ترکی سول و فوجی ڈاکٹروں سے ملنے کا اتفاق ہوا میں نے تقریباً سب کو نہایت خلیق پایا اور انکی ہمارے ہی میں نہایت دلچسپی حاصل ہوئی میرے نزدیک دنیا کے ہر حصہ میں ڈاکٹروں سے زیادہ کسی کی باتوں میں دلچسپی نہیں ہوتی کیونکہ انکا پیشہ ایسا ہو جسکی وجہ سے ہر شخص کے دل میں انکا خوف اور عزت ہوتی ہو اس لیے اس خطرناک پیشہ والوں کو باتیں کرنے والے بہت مل جاتے ہیں مجھے جو حالات ان ڈاکٹروں سے معلوم ہوئے وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہیں مثلاً انھوں نے عرب زخمیوں کی بابت کہا کہ بعض لوگوں نے عمل جراحی کے وقت کلوروفارم سونگھنے سے قطعاً انکار کر دیا وہ کہتے تھے کہ لوگوں نے بلا ہوشی کی دوا سونگھے ہوئے اپنے ہاتھ اور ٹانگیں کٹوائیں یہ باتیں غالباً اہل یورپ کو یقین نہ آئیگی کیونکہ انہیں جسمانی اور روحانی تکالیف کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک غریب عورت کے پہلو میں ایٹالیوں نے گولی مار دی تھی پس گولی نکالتے وقت بہت گہرا شریا گیا اور دیر تک عمل جراحی ہوتا رہا لیکن اس عورت نے بغیر کلوروفارم سونگھے ہوئے یا آتنا تکلیف ظاہر کیے ہوئے فشر لے لیا۔

لے کوک کا ذکر اس کتاب میں اکثر مقامات پر آیا ہے لہذا چاہیے کہ بڑے شہر اور قصبوں میں سرکاری عمارتیں جو سرالوہیہ حکام وغیرہ کے محلے کا کام دیتی ہیں کوک کو ملائی ہیں۔ ان عمارتوں میں فوج و دیگر سامان شکل کار توں وغیرہ جمع کیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت قلعہ کا کام بھی دے سکتی ہیں کونٹ کی دیہیت ہو جوسی زمانہ میں ہزار طہین کوک میں بھی

موجودہ زمانہ کی جنگوں میں عموماً لوگ گولیوں سے زیادہ زخمی ہوتے ہیں لیکن ترک اور عرب فوج میں زیادہ تر گرہاؤں اور گولہ کے ٹکڑوں کے زخم پائے گئے پس اس واقعہ سے دو نتیجے نکلتے ہیں اول یہ کہ ایطالی جنگ کی حالت میں سپدائی اور بحری توپیں زیادہ تعداد میں استعمال کرتے ہیں دوم یہ کہ انکی پیادہ فوج کی نشانہ بازی بدریغہ بدوق ہے اثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ ایطالی سپاہی اس قدر سامنے ہونا بھی پسند نہیں کرتے جس قدر خندقوں میں بیٹھ کر شست ماندہنے کے لیے درکار ہو۔

عین زارہ کے قیام میں جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہوتا ہے چشموں سے پانی لیا جاتا تھا لیکن جب سے فوجی مرکز عزیزہ ہو گیا ہوا سوقت سے صرف دو کنوین واقعہ عزیزہ آب دسانی کا ذریعہ رہ گئے ہیں جن میں سے ایک کی حالت یہ ہے کہ دن بھر پانی ٹھننے سے خالی ہو جاتا ہے اور شب کو پھر بھر جاتا ہے ان کنوؤں کا پانی نہایت میلاد و خراب ہوتا ہے اور نہایت تعجب انگیزہ امر ہے کہ کوئی بیماری نہیں پھیلتی۔ سنا گیا ہے کہ ہمارے آنے کے پہلے بعض موتیں ہیضہ سے ہوئی تھیں مگر آجکل کوئی بیماری نہیں ہوتا ہم دوسرے کو ایک ترکی افسر عفت بے نامے کا جنازہ میرے خیمہ کے پاس سے گدرا جس کے ساتھ بہت سے سپاہی اور افسر تھے اور پہاڑی والے قبرستان میں دفن کرنے لیے جاتے تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ بیچارہ تپ محرقہ میں فوت ہوا گو اس بیماری میں یہ پہلی موت تھی لیکن اس واقعہ کی خبر سے ہمارے کمپ میں تشویش پھیل گئی غنیمت ہوا کہ اسکے بعد پھر کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ آجکل کی فوجوں میں اکثر نائے فاؤتسم کا بخار بہت رائج رہتا ہے چنانچہ ٹرانسوال کی لڑائی میں جب صدر آدمی بوئروں کی گولیوں سے ہلاک ہوئے اسی قدر اس بخار سے مرے۔ ہوتا ہے کہ اس بخار کے کیڑے جسم کے اندر بذریعہ ماکولات و مشروبات پونچتے ہیں اور اگر کوئی شخص اپنی طبیعت پر جبر کرے اور ذرا احتیاط سے کام لے تو اس بیماری سے بچنا ممکن ہو اس لیے میں نے اپنے یہاں یہ سخت انتظام کر رکھا تھا

کہ پانی کی ایک بوتل جس میں پریسٹنٹ آف پوٹاش گھلا ہوتا تھا رکھی رہتی تھی اس پانی سے دوسری بوتل خوب دھو کر اُس میں جوش کیا ہوا پانی بھرا جاتا تھا اور اُس میں تین ٹکیان سوڈیم ایلڈ سلفیڈ کی ڈال کر ٹھنڈا کر لیا جاتا تھا اور پینے کے کام آتا تھا۔ اس دوا کا خاصہ یہ کہ کنوین کے پانی کا میل بالکل چھانٹ دیتی ہو۔ ٹرا انسوال کی لڑائی میں جوش کیے ہوئے پانی کا استعمال ناممکن تھا کیونکہ جب کبھی موقع بھی ملتا تھا تو وہ عجیب و غریب سامان جو کہ جا پانیوں کے ساتھ کوریا اور پمپوریا میں تھا ہمارے پاس موجود نہ تھا مزید دقت یہ تھی کہ سپاہی پیاس ضبط کرتے پر قادر نہ تھے اور جوش کیے ہوئے پانی کے قواعد کے سخت خلاف تھے اس لیے تپ محرقہ کی دبا کسی طرح کم نہ کی جاسکی میں نے خود دیکھا ہے کہ دھوپ میں چلنے کے بعد سپاہی اپنی صفوں سے جدا ہو گئے اور ایک نالہ کی طرف جھپٹ کر اسکا گندہ پانی پینے لگے جس میں مراؤنٹ پڑا ہوا تھا وہ سپاہی جو سردی چوکیوں پر معین تھے اور انکو اس انتظام کی فرصت بھی تھی وہاں بھی اس امر کی پابندی کے لیے کہ ہر سپاہی جوش کیا ہوا پانی پیے سخت نگرانی کی ضرورت پڑتی تھی۔ مزید برآں اگر بغرض محال کسی کیمپ کے اندر پانی کا انتظام بھی ہو جائے جب بھی کھینوں کا کوئی انسداد نہیں ہو سکتا یہ مخلوق جسکا وجود ہر جگہ پایا جاتا ہے انسان کے جان کی دشمن ہے اس لیے کھینوں کو طرفۃ العین میں کام تام کر دینے والی بلا کہنا بہت صحیح ہو میں نے بعض جگہ لکپوں میں کھینوں کی اس قدر کثرت دیکھی ہے کہ خیمہ کے خیمہ اُن سے سیاہ رہتے تھے۔

بہر حال ہمارے کیمپ میں ضروری انتظام صفائی کا ہونا چاہیے تھا بعض بعض مقام پر کیمپ کی حالت یہ تھی کہ ایک کرنل نے نہایت غصہ میں کہا کہ یہاں صہیل کی طرح گندگی رہتی ہو اصل یہ ہے کہ معمولی انتظام بھی صفائی کا نہ تھا عربوں کی یہ حالت تھی کہ میلے جوتے لگائے ہوئے مرد و عورت و بچے سب جا بجا پڑے رہتے تھے میلا پانی اور کھینوں کی کثرت ہر جگہ پائی جاتی تھی حقیقت یہ ہے کہ چپش بیمنہ اور ٹائیفاؤڈ بخار پھیلنے

کے لیے اس سے موزون اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ہمارے دونوں پر جو اپنے وطن اور اسلام کی حفاظت کے لیے جانیں دے رہے ہیں خدا کی نیک نظر ہو اس سبب سے بیمار یوں کی وجہ سے بہت کم متوہن ہوتی ہیں اور جو ہوئیں بھی تو بہت فصل کے ساتھ وقوع میں آئیں۔

گیارہ دسمبر کے دن جرمن ڈاکٹر صاحب وارد ہوئے انکی حالت وہی تھی کہ اپنی خوش فلییون سے باز نہیں آتے تھے چاہے کسی کو دلچسپی ہو یا نہ ہو۔ دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دراصل سند یافتہ ڈاکٹر نہیں ہیں بلکہ طبی طالب علم ہیں جو طرا بلس میں محض اس غرض سے آئے ہیں کہ ترکوں سے چار ہزار فرانک مایہوز انتظار وصول کریں لیکن ان کی پیچا رہی یہ امید بر نہیں آئی کیونکہ ترکوں نے دوہری ہفتہ کے بعد انکو جواب دیدیا اس پر بہت خفا ہوا کہ اپنے گھر واپس گئے اسی زمانہ میں ایک شخص احمد بن سلمی نامے لاشون اور زخمیوں کو اٹھانے والی فوج تیار کرتا تھا یہ شخص نہایت ذہین اور طباع ہی اور ملک ٹیونس میں سوق بلج جو سفاکس کے قریب واقع ہو رہتا ہے اس فوج کو مفصلہ ذیل طریقہ سے تیار کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ دس عرب چٹھے پڑاتے اور سیلے کپڑوں کی وردیاں پہنے ہوئے آئے اور صف باندھ کر کھڑے ہو گئے بعد اُسکے انکو اپنا کام شروع کرنے کا حکم دیا گیا انکو بتلایا گیا کہ آدمی کو اٹھا کر چار بانی پر کیونکر لٹانا چاہیے ایک آدمی ان میں سے زمین پر لیٹ گیا اور اسے استھان اٹھانے لگے وغیرہ۔ زیادہ تر وقت یہ بانی گئی کہ یہاں کے لوگ دل سے اپنے کام کو نہیں سیکھتے ہیں کیونکہ اس شخص سے لیکر جو کہ مردہ بنا تھا ہر آدمی برابر ہنستا جاتا تھا۔ سوڈانیوں کی حالت ان لوگوں کے بالکل خلاف ہو کیونکہ انکو میں نے دیکھا کہ قواعد کرنے سے نہایت سرور ہوتے ہیں اور اسکو محض دلکی نہیں سمجھتے بلکہ عموماً سوڈانی صفیں باندھ کر چلنے اور نشانہ بازی کرنے سے اسقدر خوش ہوتے ہیں کہ جب قواعد کا وقت ختم ہو جاتا ہے اسکے بعد خود جمع ہو کر ایک دوسرے کو قواعد کی

مشق کراتے ہیں۔

دسویں اور گیارہویں دسمبر کو علاوہ عفت بے کے چھ عرب اور فوت ہوئے جو میر خیمہ سے پچاس گز کے فاصلہ پر پہاڑی کے اوپر قبرستان میں دفن کیے گئے۔ یہ عرب گذشتہ جنگ کے دشمنوں سے ہلاک ہوئے تھے عرب اور ترک جو عام طور سے شتر باغ پانی پیتے ہیں ایسا ہی کاری زخم لگے تو مرتے ہیں ورنہ اکثر اچھے ہو جاتے ہیں ایک عرب کی نسبت میرا تجربہ یہ کہ وہ سات گولیاں کھا کر غزنیہ تک ۲۸ میل کے فاصلہ سے پیدل چلا آیا اور اچھا ہونے کے بعد اسے جیل غاریان کے اسپتال جانے سے انکار کیا بلکہ اس امر پر اصرار کرتا رہا کہ اس کو مقام جنگ پر بھیجا جائے۔

یہاں اس ریگستانی کسپ میں نہایت سادگی کے ساتھ تجزیہ و تفسیر کی رسم ادا کی جاتی تھی اور اس قسم کے موثر رسوم نہیں بریتے جاتے تھے جنکا عموماً ہماری فوج میں بحالت جنگ رواج ہی یہاں جنازہ کے ساتھ جو لوگ ہوتے تھے وہ مصغین باندھ کر نہیں چلنے تھے نہ دفن کرنے کے بعد بند و قین سر کی جاتی تھیں نہ رخصتی بگل بجائے جاتے تھے لیکن اس نافر کے جنازہ کے ساتھ کسی قدر اہتمام تھا جسکا اثر دل پر پڑتا تھا کیسپ میں کوئی امام مقرر نہ تھا لیکن ایک عرب نے وہ آیات قرآنی جو دفن کے وقت پڑھی جاتی ہیں تلاوت کیں اور اس کے بعد یہ بیان کیا کہ ”یہ شخص گھر بار اور اپنے بال بچوں سے دور اپنے بادشاہ کی خدمت اور اسلام کی حمایت میں ظالم اور کافر دشمن کے مقابلہ میں فوت ہوا اور لہذا ایسے آدمی کو ضرور بہشت میں جگہ ملیگی پس حاضرین کو چاہیے جو کہ اس وقت اس کا ماتم کرنے قبر کے گرد کھڑے ہیں کہ وہ بھی جائیں اور یہ شرف حاصل کریں“ حضور رسول کریم کا تعلیم کیا ہوا یہ عجیب و غریب مذہب جو کہ کروڑوں ہندوگان خدا کو زندگی اور موت کے وقت آئندہ حیات الہی کے آسمے سے خوش رکھتا ہے بغیر مشربوں کی امداد کے ہر سال مالک افریقہ میں پھیلتا جاتا ہے کئی صدیاں گزریں جب شمالی افریقہ میں

اس مذہب نے اپنا قدم جمایا تھا اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی حمایت میں مشرقی اور مغربی
افریقہ کے باشندے آتے جاتے ہیں حقیقتہً اگر یہ مسئلہ صحیح ہو کہ وہی لوگ دنیا میں زندگی
کے مشکلات کا مقابلہ کر سکتے ہیں جن میں کہ اس مقابلہ کی قوت ہوتی ہو اور اگر یہی مسئلہ
مذہب کی حیات و ممات کے موقع پر چسپان سمجھا جائے تو میرے نزدیک ممالک افریقہ
اور ایشیا میں عیسائیت پر نسبت اسلام کے بہت کمزور ثابت ہوگی۔ مثلاً میں یہ کہنا
چاہتا ہوں کہ کارنجیج اور اسکندریہ کے گرجا گھر جو کسی زمانہ میں عیسائیت کا مرکز تھے
اور جبکہ حال بہت سے مصنفین نے لکھا ہے نیز داندال اور انکے فاتحان کا مذہب و نیز دیگر
فاتحان کے مذاہب جو انکی فوجوں کے ہمراہ آئے تھے آج اسلام کے سامنے بے
نام و نشان نظر آتے ہیں۔

جبل زاویہ کی چوٹی پر ایک درگاہ بنی ہوئی ہو درگاہ سے میدان کی طرف بہت
دور تک نظر جاتی ہو میدان میں اگر دشمن ہو تو اس مقام سے نہایت آسانی کے ساتھ
مقابلہ کیا جاسکتا ہو یا اگر کوئی دشمن آسمان میں اڑتا ہوا آئے جب بھی بہت خوبی سے
فشانہ بنایا جاسکتا ہو ایٹالیوں کو ہوائی جہازوں سے بہت مدد ملی لیکن اس وقت
تک انھوں نے عربیہ کی طرف آنے کی جرأت نہیں کی تھی آخر کار ۲۲ دسمبر کو ایک ہوائی
جہاز جسکی شکل بڑے گدے کے مانند دور سے نظر آتی تھی کپ کی طرف بہت فاصلہ سے آتا
دکھائی دیا جہاز چلانے والا صاف نظر آتا تھا اور جہاز کے سفید گلٹ کیے ہوئے پیرس
دھوپ میں خوب جھلکتے تھے لیکن یہ جہاز عین کپ کے اوپر نہیں آیا اور دو ہزار گز کی بلندی
سے نیچے نہیں اُترا اگر قریب آتا تو ضرور اسپر نشانہ بازی کی جاتی جہاز کے آنے کی یہ
صورت ہوئی کہ جس طرح جڑیا اڑتی ہوئی سر کے اوپر سے نکل جاتی ہو اسی طور سے وہ بھی
نکل گیا مجھے اس اُڑتے ہوئے جہاز کو دیکھ کر خیال آیا کہ اگر قریب ہوتا تو جڑیوں کی طرح شکارچی
لے داخل ایک قوم کا نام ہے۔

کیا جاتا اگر سپہ گولیان چلائی جانیں اور ایک بار ٹوٹ کر زمین پر آ رہتا تو کیا تماشہ ہوتا بلکہ
 وغیرہ میں قصہ لکھا ہو کہ دیوتا سمندر میں بڑی مچھلیاں پکڑا کرتے تھے ایک دریائی درندہ
 کا کانٹے سے شکا رکھا تھا میرے خیال میں ہوائی جہازوں کا شکار بھی دیوتاؤں کے
 کھیلنے کے قابل ہو۔ ایک موقع پر ایک ہوائی جہاز کے پروں میں گولیاں لگی تھیں
 لیکن ایسا نقصان نہیں پہنچا کہ بیکار ہو جا سیری تمنا تھی کہ ہمارے یہاں کئے جہازوں
 اپنے جہاز لیکر یہاں چلے آتے اور اس بہادر فوج کا جو اپنے ملک کی حفاظت نہایت
 جانفروشی کے ساتھ کر رہی ہو اور طرح طرح کی مشکلات میں گرفتار ہو ساتھ دیتے میرے
 نزدیک ان میں سے بعض لوگ ایسے ضرور ہونگے جو محض بخمال تجربہ اور نام و نمود حاصل
 کرنے کے آئے ہوتیار ہو جائینگے کیونکہ یہاں انکو جدید تجربے صحرا میں اڑنے سے حاصل
 ہونگے وزیر ہندوستان و مصر کے ہزاروں مسلمان انکے ممنون منت ہو جائینگے میرے خیال
 میں انکا یہاں آنا انکی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کیونکہ زندگی میں تجربہ کسی قدر خطرات
 برداشت کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہو اور اسی سبب سے حوادثات زندگی دلچسپ ہو جاتا
 ہیں مزید برآں ترکوں کا ساتھ جو کہ ذہبت شوقین شکاری ہیں خالی از لطف نہ ہوگا
 علاوہ اسکے انکے خدمات کے عوض میں بہت کافی معاوضہ بھی دیا جائیگا ان باتوں کو دیکھتے
 ہوئے میرے نزدیک ولایت کے میدانوں میں تفتیش اوقات کرنے سے یہاں آنا بدرجہا
 بہتر ہے۔

ایطالیوں کو اپنے ہوائی جہازوں سے اکثر موقعوں پر بہت عمدہ مدد ملی انھوں نے
 جہازوں کے ذریعہ سے ترکی فوج کی تقسیم اور عربوں کے جمع ہونے کے حالات معلوم کیے
 اکثر لائیں میں عیاروں کا استعمال اس غرض سے کیا گیا کہ دشمن کی طرف ہم کے گولے
 پھینکے جائیں مگر اس وقت تک جنگ کا یہ طریقہ غیر موثر ثابت ہوا ایک مرتبہ ایطالیوں نے
 ترکی اسپتال واقع سوئی الجبہ پر ہوائی جہازوں سے بم پھینکے تھے اور گولے خیموں کے

اندراگر کر پھٹے تھے لیکن بقول ایک بوڑھے ترک ڈاکٹر کے کہ گولے کے ٹکڑے ہر طرف
 اڑاؤ کر لگے مگر خدا کے فضل سے کوئی زخمی نہیں ہوا۔ ایطالیوں کی یہ حرکت نہایت قابل
 نفرین ہے کیونکہ ہسپتال پر ہلالِ احمر کا جھنڈا نصب تھا جو یقینی ہوئی جہازِ ران کو مٹا
 نظر آتا ہوگا پس ایسی صورت میں یہ اندر کہ غلطی سے ایسا کیا گیا ناقابلِ سماعت ہے۔ میں نے
 اس بات پر اس سبب سے زیادہ زور دیا ہے کہ اکثر سفید جھنڈے اور نشانِ صلیبِ احمر
 کے غلط استعمال اور بے حرمتی کا الزام فریقینِ جنگ میں سے کسی پر اخبار و نہیں لگایا
 جاتا ہے اور اکثر اس مضمون پر بہت کچھ بیہودہ بلکہ اس رہتی ہے۔ اسی طرح ٹرانسوال کی
 ہوائی کے زمانہ میں بعض انگریزی اور نوآبادیوں کے اخبارات نے بوئروں کو بہت
 سخت سست لکھا تھا اور یہ شرمناک جنگ یعنی گالی گلوچ بہت دنوں تک جاری
 رہی تھی مجھے اس بات سے انکار نہیں ہے کہ بوئروں نے بعض موقع پر عداوتِ خمیوں
 کی گاڑی پر گولیاں چلائی ہوئیں یا دم لینے کے لیے سفید جھنڈا بلند کر دیا ہوگا یا غائب
 دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا ہوگا کیونکہ ہر فوج میں شکارِ درنا شائستہ لوگوں کی کمی
 نہیں ہے لیکن بہادر بوئروں پر جو ہر طرح سے سپاہی ہونے کی حیثیت سے ہمارے
 مد مقابل ہیں اس قسم کا عام الزام نہایت بیجا اور غیر منصفانہ ہے کیونکہ اگر غور کیا جائے تو
 یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ جنگوں میں سفید جھنڈا یا صلیبِ احمر کا نشان کتنا بڑا ہوتا ہے
 بعض حفاظت آمیز تحریروں سے لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ یہ جھنڈے اتنے بڑے ہوتے
 ہیں جیسے کہ کوئی مکان اور ایسے پیش نظر ہوتے ہیں جس طرح کسی مسجد یا کلیسا کے مینار والے
 موجودہ زمانہ کی جنگ کا قاعدہ ہے کہ بہت وسیع حصہ ملک میں پھیلی ہوتی ہے اور سفید جھنڈا
 چونکہ کسی سپاہی کے ہمراہ نہیں ہوتا اس سبب سے موقع کے وقت یا تو سفید رومال کا بنا لیا
 جاتا ہے یا کرتے کا کپڑا اچھا کر بندہ وق کے منہ پر باندھ کے بلند کر دیا جاتا ہے پس اس قسم کا
 سفید جھنڈا جو متذکرہ بالا طریقوں سے ہم پہونچا یا جاتا ہے جنگ کی بل چل یا دھوین یا

زمین کی بستی و بلندی یا بوجہ فریقین جنگ کے درمیان بعد مسافت کے جو آجکل کی
 لڑائیوں میں بسبب دور پر توڑ کرنے والی بند و قون اور توپوں کے لازمی ہو اگر نہ دکھائی
 دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے مثلاً امین دو واقعہ بیان کرتا ہوں جبکہ ٹرانسوال میں
 دو موقعوں پر سفید جھنڈا ہتھیار رکھ دینے کے نشان کے طور پر بلند کیا گیا تھا ایک مرتبہ
 مقام نکلسنر نیک میں ایک چھوٹے افسر نے یہ خیال کر کے کہ تم اسکے ماتحت جو چند نفوس
 سے زیادہ نہ تھے چاروں طرف سے گھر گئے ہیں سفید جھنڈا بلند کر دیا تھا حالانکہ اسکے
 گرد اسکی اپنی فوج کے بارہ سو آدمی چاروں طرف چھپے بیٹھے تھے اسی طرح اسپین کوپ
 کے مقام پر جہان ہماری فوج بوئرون کے مقابلہ میں نہایت بہادری سے لڑ رہی تھی
 کسی شخص نے خند قون سے سفید جھنڈا بلند کر دیا اسے دیکھ کر بوئرون نے فکر کرنا بند
 کر دیا اور انگریزوں کے مورچہ کی طرف بڑھے جب ایک کمرل نے یہ دیکھا تو خندق کے
 اوپر چڑھ کر باؤا بلند کہا کہ تین ہرگز ہتھیار نہ رکھو لگا لہذا بوئرون کو واپس جانا چاہیے
 یہ سن کر بوئر اپنی پہاڑیوں میں واپس چلے گئے جب بوئر واپس ہوئے تو انگریزوں نے
 ان پر بند و قین چلائیں اور کئی آدمی ضائع ہوئے حقیقت یہ ہے کہ ہماری فوج میں سے
 جن سپاہیوں نے ان واپس جانے والے بوئرون پر گولیاں چلائی تھیں وہ جالیکہ ہتھیار
 رکھنے کا وعدہ کر کے مگر چلے گئے نہایت نالائق اور بزدلانہ حرکت کی اور انکی یہ حرکت ہرگز
 قابل معافی نہیں ہے لیکن اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ چھوٹا سا سفید جھنڈا
 انگریزی فوج میں بھی چند آدمیوں نے دیکھا تھا لہذا جب کسی فوج پر یہ الزام لگایا جائے
 کہ اس نے دشمنوں کی گاڑی پر گولہ باری کی تو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ تین ہزار یا پانچ ہزار
 کے فاصلہ پر پڑا ہے بڑا جھنڈا بہت قوت دار دوربین کے ذریعہ سے ایک نقطہ سے دیکھا
 واضح نہیں معلوم ہو سکتا اور اگر کافی روشنی نہ ہو تو بالکل تمیز نہیں کی جاسکتی میرے ایک
 دوست نے پارلیمنٹ میں مسٹر مارکوٹ سے سوال کیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کا جھنڈا

موجودہ نشان سے بڑا ہوا کر کیون نہین لگواتے اسکے جواب میں سامعین کو موجودہ نشان کی لمبائی اور چوڑائی کا حال سن کر بہت استعجاب ہوا تھا خصوصاً اس بات کو خیال کر کے کہ یہ جھنڈا سڑک سے کس قدر چھوٹا نظر آتا ہے۔

عزیز یہ میں ہالال احمر کے خیمہ بہت دور تک پہاڑی کے نشیب میں نصب تھے اور اس عمارت کے قریب واقع تھے جس میں کہ اسپتال تھا پس اس وسیع کیپ میں جس میں کہ عرب اور مختلف قسم کے جانوروں کا مجمع تھا فوجی اور رسول ڈاکٹروں کو بہت کام کرنا پڑتا تھا اور کسی وقت فرصت نہین ملتی تھی۔ چونکہ مجھے یقین ہو کہ کوئی شخص مجھے ترکوں کی مخالفت کا الزام نہ لگائیگا لہذا میں چند باتیں ترکی ڈاکٹروں کے انتظام کے متعلق کہنا چاہتا ہوں اور دوستانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ میں رسول ڈاکٹروں کی بہت عزت کرتا ہوں جنکا ایثار نفس نہایت قابل تعریف ہو مجھے معلوم ہو کہ ان میں سے ایک صاحب نے محض یہاں اپنے خدمات کی انجام دہی کے شوق میں اپنی شادی نہین کی اور چلے آئے اور بہت ایسے ہیں جو اپنے فوائد کا لحاظ نہ کر کے اپنا مطلب چھوڑ کر یہاں کام کرتے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے خواہ فوجی ڈاکٹر ہوں یا صلیب احمر کے ڈاکٹر ہوں کسی نے کیپ کا انتظام اچھا نہین کیا مجھے ہمیشہ اس بات سے استعجاب رہا کہ ترک جو طبیعتاً دنیا کی صفائی پسند و نفیس مزاج قوموں میں ہیں کیونکہ اس طرح کی غلاطت کو رد رکھتے ہیں حالانکہ یہ کہا جاسکتا ہو کہ عزیز یہ کیپ ایسا مقام ہے کہ جہاں عربوں کی آمد و رفت مع اپنے جانوروں کے جو سب کے سب میلے ہوتے ہیں برابر لگی رہتی ہو تاہم کیپ کی موجودہ حالت میں ترقی ہو سکتی ہو اور یہ ممکن ہو کہ معمولی صفائی کا انتظام کیا جاسکے اور ضروری قواعد حفظان صحت کا لحاظ رکھا جائے پس ایسا نہ کرنے کے لیے کوئی معقول عذر نہین کیا جاسکتا یہاں کی زمین بہت آسانی سے کھودی جاسکتی ہو پس اکوڑا پھینکنے کیلئے

بلا کسی وقت کے گڑھے کھودے جاسکتے ہیں مگر اس قسم کا کوئی انتظام نہ تھا پس جہان
خیمہ نصب تھے یعنی انسان اور جانور رہتے تھے ہر طرف غلیظ پڑا رہتا تھا اور ہر سنت
تا قابل بیان گندگی نظر آتی تھی اور ہر جانب سے سخت بدبو یا کرتی تھی حتیٰ کہ سپتال کے
خیموں کے قریب مرغیوں کے پروں پر اور پاخانہ پڑا رہتا تھا جس پر وقت بڑی اور چھوٹی کھین
بھنکا کرتی تھیں اور بیماری پھیلنے کا اندیشہ رہتا تھا یہ انتظام ممکن تھا کہ پہاڑی کے
دامن میں کچھ حصہ اراضی اہل یورپ کے لیے مخصوص کر دیا جاتا اور عربوں کے واسطے
سارا میدان بازار کے جنوب میں چھوڑ دیا جاتا برخلاف اسکے ان بہادر مگر میلے جنگجو
عربوں کو ہر طرف پیر رہنے کی اجازت تھی اور جا بجا اپنے اونٹوں سمیت جمع رہتے تھے
جنگلے جسموں کی بدبو ہر طرف پھیلی رہتی تھی جہاں تاک میں نے تحقیق کیا باقاعدہ فوج
کے سپاہی بھی اس بات پر نہیں مجبور کیے جاتے تھے کہ پانی جوش دیکر استعمال کریں
حالانکہ اس احتیاط کے نہ ہونے سے انکی صحت کی حالت بہت خطرہ میں تھی الغرض
کمپ کی حالت ایسی تھی جس سے ہر وقت مہیضہ وغیرہ وباؤں کے پھوٹنے کا اندیشہ
رہتا تھا لیکن ان بہادر اور دلیر محافظان وطن پر خدا کی خاص رحمت تھی جسکے باعث
سے وہ بیماریوں سے محفوظ تھے گوانھوں نے اپنی لاپرواہی اور بد انتظامی سے
اپنی جان کو بہت خطرہ میں ڈال رکھا تھا۔

اگر کوئی شخص کمپ واقعہ معزیزہ کی صفائی کی حالت دیکھے تو اسے یہ فیصلہ کرنا
پڑے گا کہ عثمانی فوج کے طبی افسروں نے ترقی کی راہ میں اپنی فوج کے ساتھ قدم نہیں بڑھایا
ہو سلطان فوج نے اپنی حالت اس قدر درست کر لی ہو کہ آج دنیا کی بہترین فوج میں
شمار کیے جانے کے قابل ہو مگر طبی جز بالکل پیچھے ہو ایک ترکی افسر سے مجھ سے اس
معاملہ میں بحث ہوئی اُس نے اس امر کا اعتراف بھی کیا کہ واقعی طبی انتظام درست نہیں
ہو لیکن ساتھ ہی اُس نے بھی اعتراض کیا کہ انگلستان کے ایسے دو بلند ملک کے لشکر میں

تپ محرقہ سے جنگ ٹرانسوال کے زمانہ میں کیوں اسقدر آدمی فوت ہوئے میرے نزدیک اسکا اعتراض صحیح تھا کیونکہ اس تباہ کن جنگ میں ہمارا کل انتظام خواہ فوجی ہو یا طبی نہایت خراب اور بے ترتیب رہا۔ تپ محرقہ سے ہمارے لشکر میں اسقدر موتیں ہوئیں کہ انکی تعداد بڑھ کر مجھے یقینیت فرو قوم ہونے کے نہایت شرم آتی ہو مجھے خوب یاد ہے کہ تپ محرقہ کے بیمار گیلی زمین پر برساتی پچھائے پڑے رہتے تھے اور کتنے ہی ہومہارا اور خوش و خرم لوگ اس بد انتظامی کے نذر ہو گئے اگر ہمارے ڈاکٹروں میں طبی اور انتظامی قابلیت اس پیمانہ کی ہوتی جیسے کہ چند سال بعد جاپانیوں سے ظاہر ہوئی تو کوئی شبہ نہیں کہ بہت سی عزیز جانیں ضائع ہونے سے بچ جاتیں۔ غور کرنے کا مقام ہو کہ نچمل بارہ ہزار بیماری سے فوت ہونے والوں کے زیادہ تعداد تپ محرقہ سے مرنے والوں کی تھی بمقابلہ اسکے صرف آٹھ ہزار آدمی میدان جنگ میں کام آئے اور جاپانی لشکر میں صرف ایک فی صدی بخار سے ضائع ہوئے۔ اصل یہ ہو کہ جاپانیوں نے اپنی قابلیت سے ثابت کر دیا کہ لشکروں میں بخار کی وبا کا کیونکر انسداد کیا جاتا ہو جسکا سہرا انکے سر ہو جاپانیوں کے قبل یہ وبازمانہ حال کے ہر لشکر کے اوپر مثل قمر کے فرشتہ کے نازل رہی ہو جس جنگ کا حال پڑھیے ایک ہی قسم کی اندوہناک داستانیں پڑھنے میں آتی ہیں مثلاً روس و روم۔ فرانس و جرمن۔ چین و ٹرانسوال یا مراکو اور فرانس وغیرہ جس بڑائی کا حال پڑھیے یہی معلوم ہوتا ہو کہ یہ نسبت تیر و تفنگ کے بخار سے زیادہ آدمی ضائع ہوئے۔ پس جو شخص کسی جنگ کی تاریخ لکھنے میں طبی انتظام کی درستی پر زور دے اور کامیابی کے لیے ضروری ٹھہرائے تو اسکی رائے حق بجانب ہو۔ نا تجربہ کار لوگوں کا حال یہ ہو کہ طبی ترقیات کی سست رفتار دیکھ کر ان لوگوں کو اکثر غصہ آجاتا ہی میرے نزدیک اسکا غصہ بھی بیجا نہیں ہو کیونکہ ان ترقیات کی تندی عزیز جانوں کی حفاظت کا دار و مدار ہو پس اگر بعض لوگ طبی ترقیات کی سستی پر اظہار ناراضی کریں تو بیجا نہیں ہے

مثلاً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ٹائیفا ٹڈ بخار سے محفوظ رکھنے والا ماوا چوبیس برس ہوئے
ایکاد ہوا تھا اور امتحان بھی کیا گیا تھا جانوروں پر ٹیکہ لگانے سے یہ بات ثابت
ہو گئی تھی کہ اگر اس قسم کے بخار کے کیڑوں سے عمدہ اور صاف کیا ہوا ماوا بنایا جائے
اور گرمی پہنچا کر اس غرق کو بے ضرر بنادیا جائے تو جس جانور کے ٹیکہ لگایا جائے وہ
اس بیماری سے محفوظ رہتا ہو لیکن ۱۹۱۷ء تک کسی انسان پر تجربہ نہیں کیا گیا۔ آخر
پروفیسر ان فیفر اور کول نے مقام برلن میں ایک لڑکے پر تجربہ کیا، مین ڈاکٹر رائٹ
کا مشکور ہونا چاہیے جنکی واویلا سے ۱۹۱۹ء میں انگریزی فوج جو ٹرانسوال بھیجی
جا رہی تھی اُسے بطور امتحان کے معمولی کوشش کے ساتھ ٹیکہ لگانے کا عمل کیا گیا
اُس جہاز پر حسبہ کہ مین سوار تھا اور فوج بھی جا رہی تھی مین نے دیکھا کہ ہر انفر نے
نہایت خوشی سے ٹیکہ لگوا لیا لیکن سپاہیوں کو راضی کرنے میں بہت دقت پیش آئی۔
چنانچہ چند آدمیوں کے اور کوئی راضی نہ ہوا مگر اس قسم کے شاذ و نادر امتحان کی
بنیاد پر کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا تاہم بقدر معلوم ہوا اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ
ٹیکہ کامیاب رہا اُس زمانہ کے بعد جب سے ٹیکہ لگانا لازمی کر دیا گیا تو عجیب و غریب
کامیابی ظہور میں آئی چنانچہ جاپانی سپاہیوں میں بوجہ ٹیکہ لازمی ہونے کے متوہن اسقدر
کم ہوئے کہ بجائے نہ ہونے کے شمار کرنا چاہیے بخلاف اسکے روسی فوج کا جہاں اس
قسم کی جبریہ احتیاط رائج نہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں آدمی بخار کی نذر ہو گئے۔ جاپانی
طبی افسران کی بیدار مغزی کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ ہر سپاہی کو ایک بکس کمر بوسوٹ کی
گولیوں کا دیا گیا تھا یہ دو امراضِ محدہ کے لیے بہت مفید ہوا اور نہایت دلچسپ بات
یہ ہے کہ ہر بکس پر لکھا ہوا تھا کہ ”اگر روسیوں کو شکست دینا ہو تو ان گولیوں میں سے تین
گولیاں روز کھاؤ“

حال کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جس طرح بخار سے محفوظ رہنے کے لیے

ٹیکہ لگانا مفید ہوتا ہو اسی صورت سے پیش میں بھی ٹیکہ سے نفع ہوتا ہو چنانچہ فرانس میں ڈاکٹر دوسے لارڈ ڈوڈاٹر کا ایجاد کیا ہوا ٹیکہ لگایا جاتا ہو جسکی وجہ سے ملک فرانس میں سینتالیس فی صدی اموات پیش سے بہ نسبت سابق کے کم ہو گئی ہیں فرانس کا مشہور پروفیسر شامس بخار کے ٹیکہ کی بابت بیان کرتا ہو کہ مقام اوجدہ میں تپ محرقہ کی بہت کثرت تھی چنانچہ اسے سپاس سپاہیوں کو ٹیکہ لگایا ان میں سے کوئی شخص اس قسم کے بخار میں نہیں مبتلا ہوا جو آنٹون کے فساد سے پیدا ہوتا ہو اور تیس سپاہی بھیوں نے ٹیکہ لگانے سے انکار کیا تھا اور ان سپاس کے ساتھ رہتے تھے ان میں سے چھ آدمی متذکرہ بالا قسم کے بخار میں مبتلا ہوئے اور دو آدمیوں پر ٹائیفائڈ قسم کے بخار کا حملہ ہوا۔ لیکن امریکہ کے حالات بہ نسبت ان واقعات کے زیادہ صحیح ہیں کیونکہ ہر کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی ہو اور جبریکل فوج کے داہنے ہاتھ پر چھپک کا اور بائیں ہاتھ پر بخار کا ٹیکہ لگایا جاتا ہو جسکا نتیجہ یہ ہو کہ پنیتالیس ہزار سپاہیوں میں ٹھہرائی برس کے اندر صرف گیارہ آدمی تپ محرقہ میں مبتلا ہوئے مگر کوئی ضائع نہیں ہوا پس اب وقت آگیا ہو کہ ہر مذہب قوم اپنی فوج کے نوجوان سپاہیوں کو تپ محرقہ کے خطر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔

کمپ کے اندر ایک اور بات جس سے جان خطرہ میں رہتی تھی وہ یہ تھی کہ برابر عرب لوگ بندوقین داغا کرتے تھے علاوہ اسکے کہ اس طریق سے کارٹوس بہت ضائع ہوتے تھے جان ہر وقت خطرہ میں رہتی تھی کیونکہ عرب بلا لحاظ کسی سمت یا آدمیوں کی موجودگی کے بندوق چلا دیا کرتے تھے پندرہ دسمبر کو جب میں بنی عسیر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ دو آدمی گویوں سے نشانہ ہو چکے ہیں بھلا اگلے ایک عرب تھا جسکی ران میں زخم آیا تھا اور ایک ترکی باقاعدہ فوج کا سپاہی تھا جسکے پیٹ میں گولی لگی تھی اس غریب ترک کی حالت شروع سے بہت نازک تھی کیونکہ گولی قریب سے لگی تھی اور آنٹون کو توڑ کر نکل گئی

تھی وہ بیچارہ شام ہی کو مر گیا ہم سب کو اُس کے مرنے کا بہت افسوس ہوا علاوہ اُن لوگوں کے جو اسے جانتے تھے ہم کو اس سبب سے زیادہ بچ تھا کہ آج کل کی حالت کے لحاظ سے ایک باقاعدہ سپاہی کا مرنّا ایسا نقصان رسان ہو جسکی تلافی نہیں ہو سکتی ہو اگر عرب مرجاتا تو ایک طرح سے قریب انصاف تھا کیونکہ وہ اپنے ہم قوموں کی حماقت اور لاپرواہی کا شکار بنتا لیکن غریب ترک کی بیفائدہ جان گئی اور بیوقت موت آئی غرض تمام دن عرب بندوقین چلا یا کرتے تھے اور اسکی بھی پابندی دیتی تھی کہ آسمان کی طرف نہ چلائے نہ کسی حالت میں یہ تھی کہ ماز بندوق کے ساتھ کھلونے کی طرح بچوں کے مانند کھیلا کرتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ بندوق صاف کرنے کے بعد ایک کارٹوس بھر کر اس بات کی آزمائش کے لیے داغتے تھے کہ بندوق ابھی حالت میں ہو کہ نہیں چلائے بعد صفائی کے کارٹوس چلانے سے وہ پھر سیلی ہو جاتی تھی اکثر گولیاں میرے سر پر سے سنسناتی ہوئی نکل گئیں اس لیے جب کبھی میرے خیمہ کے قریب بندوق کی آواز سنائی دیتی تھی تو طبیعت بہت پریشان ہو جاتی تھی کیونکہ یہ معلوم تھا کہ عرب بھری ہوئی بندوقوں کے ساتھ کس قدر بے احتیاطی کرتے ہیں۔ میں نے اکثر اس بات کی شکایت افرون اور ڈاکٹروں سے کی اور یہ کہا کہ گولی کے کارٹوس اس طرح صانع کرنا نہایت افسوسناک ہو لیکن وہ بھی بیچارے یہ کہہ کر چپ ہو رہے کہ عربوں میں کسی قسم کی پابندی اور ضبط قائم کرنا نہایت مشکل ہو میں سران کے مقام پر جب سے طینچہ کی گولی سے بچا تھا اُس وقت سے بہت احتیاط کرتا تھا لیکن جب بھی یہ خیال ہر وقت لگا رہتا تھا کہ باوجود تمام سب تکالیف سفر اور بیماریوں کے خطرات برداشت کرنے کے اگر کسی پاگل کی گولی آکر لگ گئی تو یہ موت ہرگز خوشگوار نہو گی۔

میرے خیال میں انگلستان کے اندر کوئی شکاری چالیس برس کے سن والا ایسا نہ ہوگا جسکا جسم چھڑے کے زخموں سے چھلنی نہ ہو میں نے خود بہت کم شکار کھیلا

اور بغیر زندگی کا بیمہ کرائے ہوئے کبھی شکار پر نہیں گیا لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ طالب علموں کے ساتھ جو چھپ کر بندہ لگاتے ہیں شکار کھیلنا نہایت خطرناک ہے۔ ۱۲ دسمبر کو میں طاہر بے کے ساتھ ترکی چوکیوں کا معاہدہ کر لے گیا اس افسر نے تو پچانہ کا ایک گھوڑا مجھے سواری کے لیے دیا تھا۔ اس سیر میں کپتان ٹلیم سے بہت مدد ملی شخص اعلیٰ درجہ کا زبان دان تھا ترکی زبان خوب روانی کے ساتھ بولتا تھا اور ہمیشہ نہایت مطمئن رہتا تھا اور بڑی سوجھ بوجھ کا آدمی تھا غرض اُس میں کل صفات جو ایک جنگی نامہ نگار میں ہونا چاہیے میں موجود تھے عثمانیوں سے اُس کو بہت محبت تھی اور انکی فوج کا بہت سہرت تھا آخر کار میں اور عبداللہ بے جو ترکی تو پچانہ کا افسر تھا اور کیپٹن ٹلیم مع دو پولیس سواروں اور دو سالہ کے سواروں کے روانہ ہوئے ہم کو پرانی میں دیر لگی کیونکہ یورپ کے باہر جس ملک میں سفر کرو تو سامان سفر مہیا کرنے میں دیر لگتی ہی۔ عذریہ سے ایک پلڈ ٹی پر ہم لوگ چلے راستہ میں عربوں کے گائون اور کنوؤں کے گرد سرسبز اور شاداب باغات نظر آئے ہمارے گھوڑے آہستہ آہستہ چار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہے تھے کیونکہ جہاں زمین سخت تھی وہاں بھی گھوڑوں کے ٹم چار چار انچہ زمین میں دھنستے تھے اور جہاں بالو کے ٹیلوں پر چڑھنا پڑتا تھا وہاں بہت دقت ہوتی تھی پوئی اور دُلکی چلنا ناممکن تھا یہ گھوڑے دُلکی چلنے کے عادی بھی نہ تھے کیونکہ صحرائین ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے کہ گھوڑا ٹھوکر لیکر گر نہ پڑے علاوہ اس کے ترک جب دھوپ میں سفر کرتے ہیں تو اپنے گھوڑوں کی حفاظت کا بہت خیال رکھتے ہیں اس سبب سے ہم آہستہ آہستہ تمام راستہ طو کرتے رہے۔

راستہ میں جا بجا ہم کو عربوں کی ملکہ دیاں ملین اور ایک مقام پر سات ترک سپاہی ملے جو دم لینے کے لیے ٹھہر گئے تھے عبداللہ بے نے اُن سے دریافت کیا کہ اُن کے جوتے کیا ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ بالو پر آسانی سے چلنے کی غرض سے انھوں نے

اُٹار ڈالے ہیں۔ یہ ترک کپتان بہت خوش مزاج آدمی تھا اس سبب سے اُسکی ہمراہی
 میں بہت لطافت آئی۔ حال میں ترکی گورنمنٹ نے مصنوعی جنگ کے زمانہ میں اُسے
 فرانس کی فوج کے ہمراہ پیرس میں تعینات کر دیا تھا عبداللہ بے پیرس کی آبادی
 اور وہاں کے طرز زندگی کا بہت معرفت تھا وہ لندن کبھی نہیں گیا تھا اس لیے
 اُسے ہمارے فوجی انتظامات۔ فوج بھرتی کرنے کا طریقہ۔ سپاہیوں کی تنخواہ اور
 میعاد ملازمت وغیرہ کے حالات نہایت شوق سے دریافت کیے اُسکا خیال تھا کہ
 ہمارے یہاں شاہی گارڈ کے افسر سب اعلیٰ خاندان کے لوگ ہوتے ہیں مگر میں نے
 اُسکو سمجھا یا کہ انگلستان میں دولت بہ نسبت شرافت خاندانی کے حصول عورت و
 ثروت کا بہت قوی ذریعہ ہو۔ روس و روم کی لڑائی کے زمانہ میں یہ عام رواج ہو گیا
 تھا کہ ترکی افسروں کی مذمت کی جاتی تھی اور مختار پاشا و سلیمان پاشا و عثمان پاشا
 کے سپاہیوں کی تعریف میں لوگ رطب اللسان رہتے تھے اُس زمانہ میں افسروں
 کی نسبت جو الزامات لگائے جاتے تھے چاہے صحیح ہوں لیکن موجودہ زمانہ کے ترکی
 افسر جنھوں نے مدرسہ حریہ میں تعلیم پائی ہو اور تھیں اُکریٹ و مقدونیہ و نیز بہمن کی
 جہاں ہمیشہ فساد برپا رہتا ہو جنگوں میں شریک ہوئے ہیں اُنکی نسبت یہ الزامات
 بالکل غلط ہیں یہ لوگ نہایت قابل سپاہی ہیں اور اپنے فن میں بہت مشاق اور اُس سے
 دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے ماتحت سپاہیوں کے ساتھ بہت ہمدردانہ برتاؤ کرتے
 ہیں اُنکے اخلاق کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اُن سے زیادہ دنیا بھر میں کہیں
 ایسے خوش خلق نیک طبیعت اور رحمدل لوگ نہ ملیں گے جیسے کہ ترکی افسر ہیں۔ اگر
 کوئی آدمی جٹلمیں کو مارنے کا مستحق ہو تو یہ لوگ ہیں میں اپنے ان دوستوں کا بہت
 احسان مند ہوں اور میری دل سے دعا ہو کہ کسی عمدہ اور اطمینان کے موقع پر مجھے ان
 لوگوں میں سے بعض کی صحبت پھر نصیب ہو۔

ہم تینوں آدمیوں نے صحرا کے اندر سولہ میل طے کیے کیونکہ عرب یہ اور تر کی جو کیوں اور مورچوں کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ تھا راستہ میں ہم بائین کرتے جاتے تھے اور آپس میں یہ طے کرتے رہے کہ بعد لڑائی کے لندن میں ملاقات کیونکر ہو نا چاہیے کپتان (یوزباشی) عبد اللہ بے نے کہا کہ اللہ ہمارے دوست شون میں ہمیں کامیاب کرے اور بعد جنگ کے ہم سب کو بخیریت ملائے لیکن جب ہم ٹرین میں تین سو وقت تک یہی کہنا چاہیے۔

ابن جاتے ہیں بلکہ سے میر پھر ملین گے اگر خدا لایا
چار گھنٹہ گھوڑوں پر سفر کرنے کے بعد ہمیں ایک خوبصورت اور شاہانہ نخلستان نظر آیا یہاں پر ترکوں نے اپنا مورچہ قائم کیا تھا اور اس مقام کا نام غالباً یہاں کی حالت کے لحاظ سے ”صنعت بنی آدم“ رکھا گیا تھا یعنی ”گازر بنی آدم“ کہلاتا تھا ہمارا پہونچنے کے بعد عرب نہایت اشتیاق کے ساتھ ہر طرف سے آکر ہمارے گرد جمع ہو گئے خصوصاً جب انھوں نے کیمپٹن ٹھیکس کے ہاتھ میں تصویر کشی کرنے کا کہہ دیکھا تو خود بخود حلقہ باز ہد کرتے ترتیب کے ساتھ کھڑے ہو گئے عربوں کے سرور اپنے شوخ و چالاک گھوڑوں پر درمیان صفت کے کھڑے ہوئے اور ساری صفت میں رنگ جا بجا سرخ لہراتے ہوئے نشان لیکر استادہ ہو گئے۔

یہ منظر نہایت نفیس تھا اور یہاں کی حالت دیکھنے سے ان لوگوں کے جوش و غروش اور سادگی کا پتہ چلتا تھا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوئی عرب نہایت خوش آئند لہجہ میں ذیل کے الفاظ پڑھتا تھا ”ہم سپاہی ہیں ہم کو موت سے کوئی ڈر نہیں ہر ہم اپنے وطن پر اپنی جائیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اس کے بعد لوگ بندہ فین اور تلواریں بلند کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنے اسلام کے سچے پیروار اور خلف ہیں یعنی یون کہنا چاہیے کہ ان لوگوں کا مطلب ذیل کی مثل کے مطابق تھا ”الولد ستر کا بیہ“

غرض ان لوگوں کے جوش کی کوئی انتہاء تھی کپتان ٹلھیم نے اس منظر کی کئی تصویریں کھینچیں لیکن میرے خیال میں اس موقع پر کسی اعلیٰ درجہ کے مصور کی ضرورت تھی جو اپنے قلم سے ان لوگوں کا نقشہ کھینچتا کیونکہ عکسی تصویر میں اس مجمع کی رنگارنگ پوشاکیں نیز سرخ سفید اور پھورے رنگ کی جھنڈیاں اور ردیاں زرد زرد بالو کا میدان اور تیز دھوپ جس میں گرمی کی وجہ سے ہوا میں لہریں پیدا ہو رہی تھیں اس خوبی کے ساتھ نہیں ظاہر کی جاسکتیں جیسے کہ قلم سے بنی ہوئی تصویر میں دکھائی جاسکتی ہیں اس مقام کا سردار ایک افسر نسیمی بے تھا جو اڑتیس نمبر کے رسالہ میں میجر کے عہدہ پر ممتاز تھا یہ شخص دراز قامت اور بہت ہی وجہ آدمی تھا طبیعت میں شوخی و مذاق اور سادگی تھی جو کہ ہر ترک شریف آدمی میں پائی جاتی ہو اس نے اپنے زمانہ ملازمت کے پچیس برس بوجہ سلطان عبدالحمید خان کی ناراضی کے ارض روم میں بسر کیے تھے۔

اس بے سرو سامانی کی جنگ میں جہاں افسروں کو اور ہر قسم کی تکلیفیں تھیں وہاں یہ آرام بھی تھا کہ اعلیٰ عہدہ داروں کے خیمہ بہ نسبت ہمارے فوجی خیموں کے بہت وسیع تھے۔ نسیمی بے کے پاس ایک خیمہ تھا جو بہ نسبت انگریزی خیموں کے وسعت میں دو نا تھا اور اس کے اندر بالو کی زمین پر نفیس کمائوں کا فرش تھا چلتے وقت میں نے اور کپتان ٹلھیم نے ولایتی پھلیوں وغیرہ کے ڈبے اپنے ساتھ رکھ لیے تھے کیونکہ ہمیں یہ خیال تھا کہ یہاں پہنچ کر یہ چیزیں کام دینگی لیکن ہمیں یہاں آکر نہایت استعجاب ہوا کیونکہ رسالہ فوج کے مہتمم نے ہمارے واسطے بہت تھوڑے وقت میں نہایت عمدہ کھانا تیار کر دیا یہ افسر گداز بدن نہایت خلیق تھا اور ہر وقت عینک لگا کر رہتا تھا جس عجلت سے کہ اس نے ہمارے لیے دعوت کا سامان کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے باورچی خانہ کے انتظام میں بہت قابلیت ہو ہمارے لیے جو کھانے تیار کرائے گئے تھے

ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔ پہلے بھٹنا ہوا بکری کا گوشت مع آلو ہمارے سامنے آیا اسکے بعد بھٹنا ہوا مرغ اور مرغ کے بعد نہایت لذیذ پلاؤ ہمارے لیے لایا گیا میوے میں دو بہت بڑے بڑے انار ہمارے سامنے رکھے گئے اسکے بعد ہم نے اس مزے کی ترکی قہوہ پی جو بہت اعلیٰ درجہ کے ہوٹلوں کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتی۔

قریب قریب سب ترکی افسر نیز نسبی بے سردار فوج فرانسیسی زبان میں گفتگو کرتے تھے کپتان ٹیلیگم کا مین بہت مشکور ہوں کہ ترکی زبان میں جو باتیں ہوتی تھیں وہ مجھے سمجھاتے جاتے تھے غرض مکہ شام کا وقت بہت لطف کے ساتھ گزرا اور جب مین رات کو سوئے لیٹا تو دوسرے برقی لائٹینوں کی ہلکی روشنی جو ایطالی مورچہ دقوہ بومیلیا تا پر لگی ہوئی تھیں اور میرے خیمہ کے چاروں طرف شعلہ ڈال رہی تھیں غنودگی کی حالت میں نظر آتی رہی۔ مجھے خیال تھا کہ اب خوب جی بھر کے چھٹھٹھنے سوؤں گا لیکن رات کو عارف بے کے دفعۃً گھبرائے ہوئے آئے سے آنکھ کھل گئی یہ شخص سرخ وردی پہنے ہوئے تھا اور عین زارہ کے گرد ایطالی مورچوں کے معائنہ کے واسطے گیا تھا وہ بیان کرتا تھا کہ بحیثیت ایک رسالہ فوج کا افسر ہونے کے اسے ایطالی رسالہ کا انتظام دیکھ کر سخت نفرت پیدا ہوئی کیونکہ اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ سب کے سب زمین پر پڑے سو رہے ہیں اور کوئی انتظام بہرہ چوکی کا نہ تھا اس نے بیان کیا کہ بومیلیا تا کے خندقوں کے گرد کئی قطارین خاردار تاروں کی لگی ہیں اور دو قوت دار برقی لائٹینیں نصب ہیں اور عین زارہ کے قریب ٹیلوں پر تو پٹانہ قائم ہو غرض ہر جگہ ایطالی فوجی حلقہ میں گھوٹے آدمی اور توپوں کی کثرت تھی یہی کہ ایطالیوں نے عین زارہ میں بالو پر تھمتہ بچھا دیے ہیں تاکہ توپیں گھنچنے میں آسانی ہو باوجود اس تمام سامان کے مین نے اس نوجوان افسر کو دشمن کی کثرت کی وجہ سے خوف زدہ اور ہایوس نہیں پایا۔ بلکہ وہ اور اسکے ساتھی نہایت خوش نظر آتے تھے اور آئندہ کی نسبت

بہت خوشگوار منصوبہ باندھے ہوئے تھے ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ ابتداء جنگ کے وقت شہر چھوڑتے ہیں ان سے بڑی غلطی ہوئی اس میں شک نہیں کہ جب ایک بات ہو جاتی ہو تو بعد کو اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور یہ خیالات یہ ہو کہ فلان فروگذاخت ہو گئی لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت جبکہ اعلان جنگ کا مقررہ وقت گزر گیا تھا تب عربوں کی جمعیت جو بعد کو اندرون ملک سے آئی موجود نہ تھی تاہم اس وقت بھی تین ہزار جنگجو عرب شہر اور نخلستان میں موجود تھے اور اگر باقاعدہ فوج کے لیے عمدہ خندقیں تیار کر لی جاتیں تو اس میں شبہ نہیں کہ محض گویا ہی سے عثمانی فوج کو پسپا کرنا دشوار ہو جاتا اور اس حالت میں ایطالیوں کو خشکی پر اترنے میں بہت وقت پیش آتی۔

تین سو کے قریب پھر ہم سو گئے اور صبح کو آٹھ بجے مزید اچا پے پی کر مع اپنے ہمراہین اور گارڈ کے روانہ ہو گئے کپتان عبداللہ نے تین ہفتہ کے بعد آج خط بنایا تھا اس وجہ سے جب وہ اپنی پوری وردی پہن کر آئے تو نہایت شاندار معلوم ہوتے تھے میں نے تمام افسروں میں انھیں کے پاس پوری وردی دیکھی جو کسی نہ کسی ترکیب سے چھپا کر یہاں تک لائے تھے اب ہمارے ساتھ کپتان محمد بے بھی ہو گئے تھے یہ نہایت وجہ آدمی تھے اور نیلے رنگ کی وردی جو کسی ایطالی افسر کی تھی پہنے ہوئے تھے اور ماز بند و ق نشانہ پر لٹکائے ہوئے تھے انھوں نے بیان کیا کہ ان کا ایک بھائی اٹلی میں فوج میں ملازم ہو رہا تھا وہ گھنٹہ تک وسیع میدان طر کرتے رہے جہاں جا بجا خوشبودار پھولوں کے جنگلی درخت اُگے ہوئے تھے اور جا بجا ہری گھاس کے تختہ زرد بالوں کے میدان میں بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔

اس طرف کا صدر مقام صنعت بنی آدم تھا اور ترکی فوج کا دایہ باز و فندق بنی عسیر میں واقع تھا جو کہ اول الذکر جگہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہو یہاں پر

کچھ سپاہی باقاعدہ فوج کے اور کچھ عرب مجاہدین تعینات تھے جس عمارت کی وجہ سے اس مقام کا نام فندق بنی غنیمہ پڑ گیا ہو اس میں ہم جا کر دوپہر کے وقت ٹھہرے اور قہوہ پینے کے وقت ایک فوجی ڈاکٹر سے دیر تک باتیں کرتے رہے اس ڈاکٹر نے پانی جوش کر کے استعمال کرنے پر بہت زور دیا اور اس نے بیان کیا کہ ترکوں اور عربوں میں نزلہ اور کھانسی بہت پھیلا ہوا ہو اس کے بعد اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کونسا عرق آنکھوں کو سرخی اور دیگر امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے استعمال کرتا ہوں اس کے جواب میں میں نے دوا کا نام بتا دیا اُس کے پاس سکا دوا سا ایک بوڑھا یونانی بیٹھا ہوا تھا جس نے مجھ سے پوچھا کہ میرے خیال میں جنگ کب تک ختم ہو جائیگی وہ بیچارہ بہت پریشان نظر آتا تھا اور اپنی بیوی بچوں کے پاس طرابلس جانے کا بہت خواہشمند تھا۔ یہاں بھی ہم نے جیسے اور مقامات پر دیکھا تھا دشمن سے چھینی ہوئی چیزیں فروخت ہوتے دیکھیں یہاں بھی اور مقامات کی طرح مال غنیمت بازار میں بیچنے کے لیے رکھا جاتا ہی ہم نے ایک دور میں شہر حنینا کی بنی ہوئی ایک شخص کے پاس دیکھی جسے کہ اُس نے پانچ پیسہ کو مول لیا تھا۔ یہ حال دیکھنے کے بعد میں نے ایطالیوں کی سرکاری خبروں میں ایک مضحکہ انگیز اور جھوٹا بیان پڑھا جس میں یہ لکھا تھا کہ اس وقت تک ایطالیوں سے دشمن نے بیخیز نہیں چھینا برعکس اسکے میں نے خود بازاروں میں یہ تماشا دیکھا ہو کہ جب کبھی ایطالیوں نے اپنی فتح کی خبر شائع کی ہو اس کے بعد بازاروں میں سات آنہ کے حساب سے ہشی کار توں ایطالیوں سے چھینے ہوئے بکے ہیں اور بند قونکی کوئی اتنا نہ تھی جو چاہتا نہایت سستی یعنی پونے دو روپیہ کی ایک بندوق مول لے لیتا۔ انیس دسمبر کی لڑائی کے بعد ایطالیوں کے کار توں کی یہ حالت تھی کہ بلا قیمت اگر کوئی شخص مالتا تو مل جاتے ایطالی سپاہیوں کی لکڑی کی تولیں جن پر ان کے نام گھدے ہوتے ہیں براخیزیوں کی چو لوں میں لٹکی رہتی ہیں۔ نیز جس دہرے خیمہ میں میں ٹھہرا ہوا تھا وہ بھی ایطالیوں کا تھا بلکہ اُس پر ایطالی زبان میں

کچھ لکھا بھی ہوا تھا۔ ان چیزوں کو دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دنیاوی ساز و سامان کس قدر بے ثبات چیز ہو سکی حالت یہ ہو کہ آج اسکے پاس ہو تو کل اُسکے قبضہ میں ہی جنگ کے زمانہ میں ترکی فوج کی وردیان عموماً غیر معمولی طرح کی ہوتی ہیں مجھے یاد ہو کہ ۱۹۱۴ء میں کمریٹ کی بغاوت کے زمانہ میں عجیب طرح کی وردیان ترکی فوج کو پنچائی گئی تھیں ترکی فوج میں ترکی ٹوپی کسی نہ کسی شکل کی ہر شخص کے سر پہ ہوتی ہو باقی کپڑے البتہ مختلف وضع کے ہر شخص پہنتا ہو میں نے کمریٹ میں دیکھا کہ اگر کوئی شخص وردی کا پتلون پہنے ہوئے ہو تو کوٹ معمولی غیر فوجی وضع کا ہو اسی طرح دوسرا شخص کسی اور رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہو مگر وردیوں کی خرابی شام کے وقت جبکہ فوج قواعد کرنی تھی بھول جاتی تھی یعنی جو وقت کہ یہ بہادر سپاہی اکٹھا ہو کر اپنے بادشاہ کے لیے نعرہ خوشی بلند کرتے تھے اور کیسے بادشاہ کے لیے (سلطان عبدالحمید خان) جو کہ ان کی طرف سے بالکل لایبر و اتھا۔ کمریٹ کی فوج کی وردیان تو خراب تھیں مگر اس زمانہ میں طرابلس کی فوج کی ظاہر ہی حیثیت اُس سے بھی بدتر ہو۔ جنگ کی وجہ سے اور خراب حالت ہو رہی ہو بعض سپاہی پرانی خاکی رنگ کی سرج یا رین کی وردیان پہنے ہیں اور بہتوں کے پاس صرف آسمانی رنگ کا باران کوٹ ہو۔ یہ کپڑے بھی جا بجا شکست نظر آتے تھے ہر ایک میں بٹن اور کندھوں کے تسموں کا پتہ نہ تھا۔ بعض سپاہیوں کے جو تون کی یہ حالت تھی کہ ان میں بچہ تلوے سکے اور کچھ باقی نہ رہا تھا مگر باوجود ان حالتوں کے مجھے دعویٰ ہو کہ دنیا بھر میں ان شکستہ حال سپاہیوں سے بہتر سپاہی نہ ملینگے پُرانے دو حکومت میں مجھ سے ایک کپتان نے بہت صحیح کہا تھا کہ ان سے زیادہ بہادر اور صابر سپاہی دنیا کے پردہ میں نہیں ہیں جس قدر میں عثمانی سپاہیوں کو دنیا کے مختلف حصوں میں دیکھتا جاتا ہوں اُس قدر میرے دل میں اُنکی قدر اُٹھتی جاتی ہو اور مجھے یقین ہو کہ موجودہ زمانہ کی غور و برداشت کی وجہ سے دنیا میں کوئی اُنکا تاقی نہ رہیگا۔ فرانسیسی سپاہی نہایت خوبی سے لڑتے ہیں

مگر ان میں یہ عیب ہو کہ بعض اوقات کامیابی کی صورت میں انکا جوش اعتدال سے بڑھ جاتا ہو اور بعض اوقات ناکامی کی حالت میں ضرورت سے زائد بیدل ہو جاتے ہیں لیکن ترک سپاہیوں میں خوبی یہ ہو کہ وہ ان عیوب سے بالکل پاک ہیں نہ وہ حد سے زیادہ آپ سے باہر ہو جاتے ہیں نہ اُنکے اوپر ناامیدی کا کچھ اثر ہوتا ہو ترک سپاہی کی عادت کبھی فینک مارنے کی نہیں ہو خصوصاً اس جنگ میں یہ صفت اچھی طرح پایہ ثبوت کو پہنچ چکی مثلاً اس وقت ترکوں کے مقابلہ میں بہت کثیر فوج ہو اور میں نے تجربہ کیا خواہ سپاہی ہوں یا افسر شخص نے نہایت تحمل و جرأت دکھائی مگر اپنی تعریف نہیں کی۔ ترک سپاہی شکست کی حالت میں نہایت قابل تعریف استقلال سے کام لیتے ہیں چنانچہ حال ہی کی لڑائی میں عین نازہ کے مقام پر جنرل پکوری کی پندرہ ہزار فوج نے جس وقت ترکوں کے دہن باز ویرہ باؤٹھ لائے اس وقت ترک نہایت استقلال کے ساتھ اور بلا خوف و خطر اپنے مقام سے ہٹے اور دشمن کے سواروں کے حملہ کو جو ممکن تھا کہ واقع ہوتا یا لکل خاطر میں نہ لائے شاید اس طمینان کا سبب ہو کہ بوجہ تجربہ کے وہ ایٹالیوں کی جنگی کارروائیوں سے واقف ہو گئے ہوں اور اس بات کا اندازہ کر لیا ہو کہ اُنکے مد مقابل سپاہیوں میں کتنی ہمت ہو سب سے بڑی خوبی ترکی فوج میں یہ ہو کہ ہر درجہ کے سپاہی میں محبت اور اتفاق ہو منوا بط کی پابندی ان میں اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک دوسرے میں بیجا بے تکلفی ہو لیکن پھر بھی سپاہیوں اور افسروں کے درمیان حقیقی محبت معلوم ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی عزت کرتا ہو انہما پر ایک وڈو کا نامہ لگا رہا جو اپنا فرضی نام اپنے مہنامین کے خیمے ”کیپی“ تحریر کرتا ہو ترکوں کی آرزوؤں کے متعلق نہایت معقول بات لکھتا ہو وہ تحریر کرتا ہو کہ ”ترکوں کی عین تمنا ہو کہ اٹلی واسے اپنی فوج مقدونیہ اور ایشیائے کوچک میں اتار دین اس وقت ترک امید کر سکتے ہیں کہ اٹلی والوں کو تادان جنگ دینا پڑیگا۔

افسروں کی وردیان بھی اسی طرح قسم قسم کی تعین جیسے کہ سپاہیوں کی بعض افسر

جو بہت دشوار گزار اور پھیر کے راستوں سے ٹیونس ہو کر مقام جنگ تک پہنچے تھے معمولی کپڑے پہنے تھے بنی غشیہ میں مین نے ایک افسر کو دیکھا کہ وہ بھورے رنگ کا دھاریلا جوڑہ پہنے تھا ایک افسر جو ہمارے ساتھ تھوڑی دور تک ہم سفر رہا تھا ٹائلون میں بیٹیان بانڈھے تھا اور رہبر دار جو نے مین مہمیز لگائے تھا اس مقام کے سردار فوج کو مین نے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں عورتوں والا اجالی دار بٹوہ لیے رہتا تھا غرض بخلاف مالک یورپ کے سخت قیود کے یہاں آسانی یہ تھی کہ کسی شخص کو اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ کون کس وضع کے کپڑے پہنے ہوا اور موجودہ حالت کے لحاظ سے اسکے سوا کچھ چارہ بھی نہیں تھا کیونکہ اٹالیوں کے اعلان جنگ کے بموجب جس مین کہ چوبیس گھنٹہ کی مدت درج تھی اور جسکی اطلاع ترکی حکام کو نہ رہی اٹالی کانسل متعینہ طرابلس ہو چکی تھی یہ حکام بلا قسطنطنیہ کے احکامات کے کوئی انتظام فراہمی اسباب ضروریات کا نہیں کر سکتے تھے۔ اسوجہ بہت اسباب ہگیا ان لوگوں کو احکامات کی اطلاع مدت ختم ہونیکے چھ گھنٹے پہلے پہنچی جسکے بعد اٹالی جنگی جہازوں نے قلعہ گرگولہ پر مشروع کی پس خیال کرنے کا مقام ہو کہ ان چھ گھنٹوں میں کتنی عجلت کرنی پڑی ہوگی اور کتنے فنکارا پیش آئے ہوں گے اس قلیل مدت میں میدانی توپوں کے لیے گھوڑے مہیا کیے گئے ہوں گے۔ بار برداری کے لیے اونٹ اور خیر اور نور و نوش کے لیے تمام انتظامات کرنے پڑے ہوں گے جیسوں کا لیجانا گولہ بارود کا لادنا غرض ہزاروں چھوٹی چھوٹی باتیں جو خواہ قلیل فوج کیوں نہ ہو مگر اسکے متعلق سوچنا اور طو کرنا پڑتی ہیں صرف ۶۰ منٹ میں انجام دی گئی ہوگی حقیقت یہ کہ کہ متذکرہ بالا امور کو خیال کر کے نشاط بے اور اسکے اساث افسروں کی کیا قست کی واد دینا پڑتی ہو کہ انھوں نے نہایت خوبی اور حسن انتظام سے اپنی کل فوج جو انکی ماتحتی میں تھی نہایت کامیابی کے ساتھ باوجود تمام ہل چل کے ایسے خطرہ کے مقام سے نکال لی اور صرف چند توپچی قلعہ حمیدہ اور سلطانیہ میں محض اٹالیوں کے دھوکا دینے کو کہ ان کا مقابلہ کیا جائیگا تو یہ مین سر کرنے کے لیے چھوڑ دیے۔ مین نے سنا ہو کہ اس روز جس دن کہ بلا سے

اسمائی ان لوگوں پر نازل تھی انکو اپنے عزیزوں اور دوستوں سے نصرت ہونے کا موقع بھی نہیں ملا ایک فوجی ڈاکٹر جس نے کیتھلاک فرقہ کی عیسائی عورت سے شادی کی تھی مجھ سے بیان کرتا تھا کہ وہ اس طوفان اور ہلچل میں اپنے مکان دوڑا ہوا گیا لیکن مکان کو بالکل خالی پایا اسوقت سے اسے اپنی بیوی اور چھ بچوں کا کچھ حال معلوم نہیں ہو کہ پیر کیا گذری یہ فوج طرابلس خالی کرنے کے بعد آہستہ آہستہ غرضیش کے قریب پہنچی اور وہیں رات بسر کی آخر شل سے رفتہ رفتہ عین زارہ کے گرد مورچے قائم کر لیے۔

جس زمانہ میں کہ میں ترکوں کے مورچہ میں ٹھہرا ہوا تھا مجھے جنگی جہازوں کی برقی لائٹیں جو اس مقام سے بارہ میل کے فاصلہ پر تھیں صاف نظر آتی تھیں انکی روشنی برابر کھجور کے درختوں اور بالوں کے ٹیلوں پر ڈالی جاتی تھی ایک بار مشرق کی جانب مجھے بحری توپوں کی آوازیں سنائی دین معلوم ہوا کہ جنگی جہاز مقام تجورہ پر گولہ باری کر رہے ہیں یہ مقام ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور اسکے تمام باشندے آبادی چھوڑ کر چلے آئے ہیں مگر اب بھی ایطالی بیڑہ کے ملاح اسپر گولہ باری کرتے ہیں اور کچی دیواروں پر مفت اپنے قیمتی گولے ضائع کرتے رہتے ہیں۔

ہم سب بنی عشیر سے عزیز یہی طرف داپس آئے ترکی مورچے سات میل تک پھیلے ہوئے ہیں لیکن ہم نے صرف صدر مقامات دیکھنے پر اکتفا کی اس سات میل کے حلقہ میں جا بجا آہنے اور بائین ترک اور عرب سپاہی ایطالی مورچوں کے گرد نصف دائرہ کی شکل میں مورچے چمائے پڑے ہیں اور اس نصف دائرہ کے اندر فوجی چوکیوں کا ایک حلقہ ہے جو کہ مورچوں سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے اور سمندر سے قریب ہی۔ دونوں فوجوں کے اصولی درغل میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے ایک جانب حملہ آور فوج ہے جسکے لیے سلسلہ نامہ و پیام اپنے ملک کی جانب کھلا ہوا ہے اور جسکے پاس توپ خانہ و میگزین اور فوج کثرت سے موجود ہے یعنی یہ کہ صرف طرابلس میں ستر ہزار آدمی موجود ہیں اور اور ان تمام سامانوں کے

بحری توپوں اور پٹیرے کی قوی برقی لائٹوں سے مدد ملتی رہتی ہو تاہم یہ نام کے حملہ آور اپنی گہری خندقوں اور خار دار تاروں کے حال میں چھپے بیٹھے رہتے ہیں اور آگے بڑھنے کی نہ ان میں ہمت ہو اور نہ قابلیت ہو۔ ان سے چند میل کے فاصلہ پر ملک کی حفاظت کرنے والوں کی فوج ہو جنکی تعداد یہ نسبت حملہ آوروں کے بدرجہا کم ہو لیکن وہ ایطالی فوج کو ایسا حقیر سمجھتے ہیں کہ انھوں نے ایک خندق کھودنے کی کبھی کوشش نہیں کی بلکہ اللہ پر بھروسہ کیا کہ بیٹھے ہیں کہ کب انکو منجانب اللہ انپر ٹوٹ پڑنے کا موقع ملتا ہو۔ گو مجھے متعدد دلیرائیوں میں تجربہ حاصل کرنے کا موقع ملا ہو لیکن میں نے اب تک کسی جنگ میں کسی فوج کی ایسی عمدہ اخلاقی حالت نہیں دیکھی جیسی کہ اس قلیل فوج کی پائی جاتی ہو۔ پس میرے نزدیک ترکوں کا خیال وراطمینان حق بجانب ہو کیونکہ ترک افسروں کی عادت کبھی ڈینگ مارنے اور بڑائی مانگنے کی نہیں ہو وہ کبھی اپنے سپاہیوں کی غلط اور بعید از قیاس تعریف نہیں کرتے ہیں بلکہ برعکس سکے وہ ایطالی افسروں کی بہادری اور انکی بے جگری کی یکسر زبان ہو کر تعریف کرتے ہیں انکا بیان ہو کہ ایطالی افسر اپنی فوج کے آگے نہایت بے خوف ہو کر بڑھتے ہیں اگر کسی شخص کو ترک افسروں کے بیان کی تصدیق کرنا منظور ہو تو ایطالی نقصانات کی فہرست اٹھا کر دیکھ لے اس سے صاف پتہ چل جائیگا کہ ایطالی سپاہیوں کے یہ نسبت افسروں کی اموات مقابلہ زیادہ ہوئی ہیں۔

میں نے اکثر ترکی اسید وارا افسروں کی زبانی جنگو ایطالیوں سے دست بدست لڑنے کا موقع ملا تھا ایطالیوں کے قصہ سننے میں۔ ردیف فوج کے ایک افسر نے لے مالک عثمانیہ میں جبر یہ فوجی قانون راج ہو بعض تشنیت کے علاوہ ہر شخص کو بوقت ضرورت فوجی خدمت انجام دینا ہونی پڑے کل رک رعایا سرکاری فوج شمار کی جاسکتی ہو اس فوج کا نام ردیف ہو۔ دوسری قسم فوج کی نظام کمالاتی ہو یعنی وہ عساکر جو وقت معین تک سرکاری ملازم رہتے ہیں اور بعد کو پیش پاسے ہیں ردیف فوج کو بھی سرکار کی جانب سے کچھ سالانہ نقد ملتا ہو ۱۲

مجھ سے بیان کیا کہ ایک باہم بندہ آدمی تھے اور ایلالیون کی پوری پلٹن ہم پر حملہ کرنے کے لیے دور سے آئے دکھائی دی جب ہم سب کا رتوس خالی کر چکے تو ہمارا ایک آدمی ایک کارتوس کے کس کو جو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا اور ہم سے تیس گز کے فاصلہ پر پڑا ہوا تھا اٹھانے کے لیے دوڑا لیکن وہ آدمی دور پہنچا ہوا گا کہ سینہ پر گولی کھا کے گر اُسکے بعد میں نے دیکھا کہ وہ پھر کھڑا ہو گیا اسپر میں نے اپنے ساتھیوں کو سنگینین چڑھا کر حملہ کرنے کا حکم دیا یہ حکم پاتے ہی ہمارے سپاہی سنگینین علم کیے ہوئے جوش میں نعرہ لگا کر چھپٹے میں قسم کھا کر کتا ہوں کہ اُنکو دیکھ کر ایلالی دختون کی اڑ میں اور خندقون کے پیچھے جا چھپے ہمارا زخمی سپاہی منزل نہیں ہوا بلکہ اچھا ہو گیا اور اسوقت عزمیہ میں موجود وہی سب ترک افسر با اتفاق یہ بیان کرتے ہیں کہ ایلالی افسر اپنے سپاہیوں کو تلواروں اور طینچوں سے دھمکا کر اُنکے بڑھاتے ہیں "کپتان محمد بے نے بیان کیا کہ "بندرہ روز کا عرصہ ہوا جب ایلالی فوج ہماری طرف حملہ کے لیے بڑھی میرے سپاہیوں نے چلا کر کہا کہ کپتان صاحب اب کرتہ ایلالی بہت نزدیک آ جا ئیگا کیونکہ اُنکا افسر طینچہ ہاتھ میں لیے ہوئے ہے " عبد اللہ بے نے جو ترکی توپ خانہ کے افسر ہیں مجھ سے نقل کی کہ "ایک مرتبہ اُنکے ماتحت چند باقاعدہ سپاہی اور کچھ عرب ایلالی پیادہ فوج کے مورچے پر نشانہ بازی کر رہے تھے دو ایلالی افسر اپنی پیادہ پلٹن کے سامنے کھڑے ہوئے تھے ہر ایک کے داہنے ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں طینچہ تھا اور ہر ایک اپنے سپاہیوں کو دھمکاتے جاتے تھے لیکن کوئی سنا نہ تھا کہ ایک عرب کی گولی سے ایک افسر گر پڑا اسکے گرنے ہی کل سپاہی دم دبا کر بے تماشا بھاگ نکلے " ترکوں سے زیادہ عرب لوگ شاہ عالمی کی فوج کی حثارت کرتے ہیں بعض وقت وہ بالوں کے ٹیلوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے مخالفین کی خندقون کی جانب تھوگ کر کہتے ہیں کہ "باوجود کثرت کے پجرات نہیں کر کھلے میدان میں آکر مقابلہ کرو" میرا خیال ہے کہ ایسے لوگوں کے بیانات کا جو حملہ آوروں سے جیلے ہوئے ہیں وہی نقصان

نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُن میں مبالغہ بھی ہوتا ہے لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ترکوں میں اپنی بڑائی کرنے کی بالکل عادت نہیں ہے اسوجہ سے ایک منصف مزاج شخص کو ماننا پڑے گا کہ اسوقت تک موجودہ جنگ میں ایطالی فوج نے خواہ بختیت جرات و بہمت یا بلحاظ فوجی قابلیت کے کوئی ناموری نہیں حاصل کی اہل یہ کہ قدیم اہل رومہ کے بہادر وں کے صفات اُنکے جانشینوں میں حال کے واقعات سے نہیں ظاہر ہوئے۔ اٹلی والوں نے جتنی جنگوں میں ہاتھ ڈالا شکست کھائی خواہ فرانس ہو یا آسٹریا یا حبشہ و اسے ہوں سب کے مقابلہ میں یہی ہوا اور اسوقت بھی احتمال ہے کہ اُسی طریقہ سے بیقاعدہ اور پر جوش عربوں کے مقابلہ میں شکست کھا ئینگے اور جب اس عجیب و غریب جنگ کی تاریخ لکھی جائیگی تو ہر دو فریق کے جنگی کارنامہ پڑھ کر دنیا کو استعجاب ہوگا۔

الغرض ہم فندق بنی عشیہ میں بہت سے دوستوں سے نصحت ہو کر عزیزیہ کی جانب روانہ ہوئے ترک افسروں نے مسافت کا غلط اندازہ کیا تھا جو بعد کو پندرہ میل نکلی۔

فاصلہ حقیقہ پر ہو لیکن اس سنان صحرائین ایک مقام سے دوسرا مقام بہت دور معلوم ہوتا ہے ہم کو چلتے ہوئے دو گھنٹہ گزر گئے لیکن جبل زاویہ کا بالا حصہ یعنی چوٹی نظر نہ آئی یہاں تک کہ آفتاب اپنی سنہری کرنوں سمیت ڈوب گیا اور لال لال شفق پھولنے لگی۔

شام کی ٹھنڈی ہوا میں مجھے ایسی سردی معلوم ہوئی کہ کپتان ٹیلجیم کا دوسرا اور کوٹ جو اُنکے ساتھ تھا میں نے نہایت خوشی سے قبول کر لیا ہمارے آگے آگے کو تو اُلی کا سوار راستہ بتاتا چلا جاتا تھا اور مجھے حیرت تھی کہ اسکو یہ دھندھلی لیکر کیسے نظر آتی ہو ساڑھے

چھ بجے کے قریب انسانی آبادی کا نشان یعنی کتوں کے بھونکنے کی آواز دور سے سنائی دی تھوڑی دیر کے بعد ہمیں کپ کے چراغ نظر آئے اسوقت اطمینان ہوا کہ اب ہمیں تازہ کھانا اور سونا آرام سے ملے گا۔

دھبہ کے مہینہ میں ہمارے کپ کے حدود پر ایروسیج ہوتے رہے کیونکہ عربوں کی

جمعیتیں لگاتار آتی رہیں روزیہ دیکھنے میں آتا تھا کہ دور سے ڈبل کی آواز سنائی دی اور اُس کے بعد میدان میں نیچی اونچی زمین طر کرتے ہوئے عربوں کی جمعیت آتے نظر پڑی یہ عرب اکثر چار چار کی قطار باندھ کر چلتے تھے کیونکہ ترک باضابطہ سپاہی اُنکو ابتدائی قواعد کی تعلیم دیکر بھیجتے تھے اور اکثر خود بھی ساتھ آتے تھے عربوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ وہ ہمارے باتیں کرتے ہوئے اور اُن کے ہمراہ اُن کے معلم نہایت خاموشی سے ساتھ ساتھ چلتے تھے عربوں کی جمعیت کے آگے آگے اُن کے شیوخ نہایت عمدہ گھوڑوں پر سوار نظر آتے تھے اور ہلالی جھنڈے جن پر قرآن پاک کی آیتیں کڑھی ہوئی تھیں ہوا میں لہراتے ہوئے جمعیت کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان لوگوں کا خیر مقدم نہایت خوشی کے ساتھ اور غرہ بلند کر کے کیا جاتا تھا اور یہ لوگ کپ میں چکر لگا کر قیام کی جگہ تجویز ہونے کے بعد اپنی پوشاکوں کے رنگ کے لحاظ سے ٹھہر جاتے تھے گویا اپنی ترتیب وہ اس طرح قائم کرتے تھے جیسے کہ باغبان پھولوں کے چمنوں کی قائم کرتا ہو اسی طرح ہر طرف سے کما آتی رہتی تھی حتیٰ کہ ایسے دور دراز مقام جیسے کہ طبیبو اور فازان ہین وہاں سے بھی وزیر نزدیک کے مقاموں سے غرض پورب پچھم اور جنوب ہر طرف سے کما پہونچتی رہتی تھی۔ فزازانی لوگوں کو یہاں تک پہونچنے میں پچھلیس روز صرن ہوتے تھے مزید بہان اُنکو صحرا کے دشوار گزار راستوں کو طر کر کے آنا پڑتا تھا میرے سامنے کی یہ خبر تھی کہ تو بیخ قوم کے لوگوں کی جمعیت صحرا کی جانب سے آنے والی ہو میرے سامنے ایک روز شام کو پانچسواونٹوں کا قافلہ خرمون سے لدا ہوا آیا دریافت سے معلوم ہوا کہ وسط ملک کے اہل قبائل نے ترکی فوج کو ہدیہ بھیجا ہو۔

میں نے اپنا چھوٹا سبز رنگ کا نیمہ میدان میں لگایا تھا جس میں رات کو مسٹر زید سوتے تھے اور دن کو بیٹھ کر میں یہ کتاب لکھتا تھا یہ نیمہ بہت ہلکا تھا اگر اُس کے کونوں پر تین ننگاڑی جاتیں تو اپنی جگہ سے کسی نہ کسی دن اُکھڑ جاتا باوجود ان تکلیفوں کے ہم نے

بہت آرام سے جس کی اکثر چھوٹے بچے اور بڑھی غریب عورتیں ہمارے پاس آتی تھیں اور
 ڈبل و بھول کے کتے جنکی صورت دیکھ کر ترس معلوم ہوتا تھا ہمارے خیمہ کے گرد جمع رہتے
 تھے ترک اور ہم لوگ انکو کھانا دیتے تھے لیکن عربوں کی عادت تھی کہ وہ ڈھیلا مار کر ہنکا
 دیتے تھے کیا ایسے ہی کہ ان کو دیکھ کر جنکی ایشیا سے کوچک میں کثرت ہو حضرت عیسیٰ نے
 کہا تھا کہ اگر وہ تم سے روٹی مانگیں تو کیا تم انکو پتھر مارو گے، مطلب اسکا یہ ہو کہ باپ
 اپنے بچے کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرنا چھوڑا کہ انسان کو خون کے ساتھ کرتے ہیں یعنی یہ
 کہ جب وہ روٹی مانگتے ہیں تو انسان انھیں ڈھیلے مارتا ہو میں نہیں جانتا کہ اس آیت
 کی یہ تفسیر صحیح ہو یا غلط لیکن اس موقع کے لحاظ سے جو ہماری سمجھ میں آیا میں نے لکھ دیا۔
 ۵ اوسمبر سے یہ حالت واضح ہو رہی تھی کہ ترکوں کے خیال میں کسی طرف پیش قدمی
 کرنے کا منصوبہ بند نہ رہا ہو نہیں ہزار عربوں کی جمعیت جو عزیزہ پر مبنی جمع ہوئی تھی ایک ایک
 بغیر کسی اطلاع کے غائب ہو گئی یہ لوگ آفتاب نکلنے روانہ ہوئے ہیں گئے کیونکہ شام
 کے وقت صحرا میں جا بجا آگ روشن ہوتی ہو آدمی اور اونٹ آگ کے گرد حلقہ کھینچے ہوئے
 بوجہ سردی کے موجود ہوتے ہیں پس عرب مع اپنے جانوروں کے صبح کے وقت خاموشی کے
 ساتھ چل دیے ہونگے تاکہ انکی موجودگی اور جاسے قیام کا پتہ نہ چلے جب یہ لوگ چلے گئے تو بازار
 کی چہل پھل جاتی رہی اس لیے دوکانداروں نے بھی اپنی گھڑیاں باندھ کر اپنے خریداروں کا
 ساتھ دیا عرب سپاہی بہت سادہ مزاج ہوتے ہیں اور انکے فراہم کرنے میں بہت آسانی
 ہوتی ہو کیونکہ انکی حالت یہ ہو کہ سب کہیں جنگ پر جانا ہوتا ہو تو کندھے پر بند روق
 لٹکا لیتے ہیں اور اپنے تجتہ کی کسی جیب میں کارٹوس بھر لیتے ہیں انکی غذا کی یہ حالت ہو
 کہ جو کی روٹی چند خرما اور ٹھوڑا پانی انکی ضروریات کے لیے کافی ہوتا ہو یا وجود اس
 کم خوری کے وہ میلون تک بلا اظہار کسی قسم کی تکلیف کے پیادہ پا چل سکتے ہیں۔
 سترہ تاریخ دس بجے دن کو ایک نہایت ضروری مراسلہ عزیزہ پر مبنی ہوا تھا جس میں

یہ خبر دج تھی کہ ایطالیوں نے ترکوں کے داہنے بازو کی طرف پیش قدمی شروع کی ہو اور
یہ کہ ایطالیوں کی فوج میں رسالہ تو بچانہ اور پیادہ پلٹنیں زیادہ تعداد میں شامل ہیں
اور طرابلس کے جنوب و مغرب کی سمت بڑھ رہے ہیں یہ خبر پاتے ہی کلک شات افسر
مع ہلالِ حمر کی جماعت کے مقام جنگ کو روانہ ہو گئے صرف لطفی بے جو منجملہ جماعت
ہلالِ حمر کے تھے عزیزِ مین رہ گئے۔ اتفاق سے جو وقت یہ خبر آئی ہو میں کمپ میں موجود
نہ تھا کپتانِ ٹیلیفون اور مسٹر اسلر فوراً اپنے ٹھوڑوں پر سوار ہو کر جو انکی خوش نصیبی سے
انکے پاس موجود تھے صنعتِ بنی آدم کی طرف روانہ ہو گئے جب میں نے توپوں کی گرج
سنی تو میں نے اور زید نے اپنا سامان لادنے کے لیے ایک اونٹ تلاش کیا اور ہم دونوں
آدمی صنعتِ بنی آدم کی طرف پیادہ پاروانہ ہوئے میں اس راستہ کو اولاٹھوڑے پر چڑھ کر چلا
ہوں لیکن پیادہ چلنا بہت دشوار معلوم ہوا کیونکہ راستہ ناہموار ہو اور جا بجا بالو کے ٹیلے
پڑتے ہیں۔ یہ سولہ میل ہم نے چار گھنٹہ میں طو کیے اور آخر کار شام کے وقت جبکہ آفتاب
دوب رہا تھا غلستانِ بنی آدم پہنچ گئے میں نے اس مقام میں بہ نسبت سابق کے جبکہ
پہلے آیا تھا عظیم تغیر پایا اس چھوٹی سی جگہ پر پہلے چند خیمہ پیادہ فوج کے نصب تھے اور
دو ٹکڑیاں اڑتیس نمبر رسالہ کی رہتی تھیں اب جا کر دیکھا تو اس کمپ کو ہر جانب وسیع پایا کیونکہ
یہاں تین ہزار بونکی جمعیت ٹھہری ہوئی تھی ان میں سے دو عرب ہم کو کمپ کے باہر لے اور ہمارا
حال دریافت کیا جب انھیں معلوم ہوا کہ ہم قوم کے انگریز ہیں تب ہم سے نہایت اخلاق
کے ساتھ پیش آئے اور کمپ کے اندر جانے کی اجازت دی آگے بڑھ کر ہم فوجی بے سے ملے
اور انھیں سین کر بہت تعجب ہوا کہ ہم عزیزِ مین سے یہاں تک پیادہ آئے ہیں جب ہم ٹھہر چکے
تب ہم نے کھانے کا انتظام کیا قہوہ تیار کیا اور کچھ نارنگیاں منگوائیں اور ڈبہ کا گوشت
اپنے پاس سے نکالا لیکن جیون ہی ہم کھانے بیٹھے تھے کہ دو سپاہیوں نے نسیمی بے کی
جانب سے یہیں پیغامِ دعوت دیا میں فوراً اس نیک نفس افسر کے پاس پہنچا اور اسکا اطمینان

کر دیا کہ کھانا ہمارے پاس موجود ہو لیکن تھوڑی دیر کے بعد اُس نے ہمارے پاس چاول مرغ کا سالن اور ایک نان پاؤ بھجوا دیا۔ پمادہ چلنے کی وجہ سے ہم لوگ بہت تھک گئے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ آرام سے سونے کو ملے لیکن کپ کی حقیقتِ شاد و غل و شور کی وجہ سے نیند آنا دشوار ہو گئی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عربوں کے سونے کا کون وقت ہو کیونکہ تمام شاہی اُنکی مختصر مختصر صحبتیں ادھر ادھر آگ کے گرد گرم رہتی ہیں اور قصہ گوئیاں جو کرتی ہیں کیونکہ عرب عموماً بڑے بلی ہوتے ہیں یا بعض جگہ یہ ہوتا ہو کہ ایک شخص بیات قرآنی کی تلاوت کرتا ہو اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سب مل کر آواز لگاتے ہیں عربوں کا اس طریقہ کے ساتھ خوش الحانی سے قرآن پڑھنا رات کی خاموشی میں خاص دل دینری رکھتا ہو اسی قسم کی مناجاتیں اور قریب قریب اسی لہجہ میں گرجا کے اندر بھی پڑھی جاتی ہیں۔

دوسرا دن لڑائی میں گذرا جسکو ایطالی جنگ بیرتویراس کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسکا بیان پہلے اسچکا ہو بعد جنگ ختم ہونے کے میں بھراہی مسٹر زید رسالہ کے گھوڑوں پر سوار ہو کر چونٹسی بے نے عطا کیے تھے عزیز یہ واپس لایا گیا ہم ڈھائی گھنٹہ میں پہنچ گئے لیکن اسباب کا اونٹ دوسرے دن صبح کو نو بجے پہنچا اسوجہ سے مجھ کو رات بھر بہت تکلیف رہی جب سارا بان سے سبب پوچھا تو اُس نے کہا کہ بوجہ تاریکی کے اُسے خوف معلوم ہوتا تھا اس وجہ سے نہیں روانہ ہوا ہمیں کھانے کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ بافراط موجود تھا لیکن رات کو اسقدر سردی تھی کہ باوجود مسٹر آسلر کا کوٹ اوڑھنے کے میری سردی نہ گئی اور رات بھر مجھے نیند نہیں آئی خیر جس طرح ہوا رات کا ٹی اور صبح کو دھوپ نکلنے اور کافی پینے کے بعد اپنا اونٹ صحیح و سلامت دیکھ کر میرے حواس درست ہوئے میرے سامان کے ساتھ ایک خرگوش بھی تھا جسے میں نے دسل نہ کو مقام صنعت بنی آدم میں خرید لیا تھا۔ مسٹر زید نے اس خرگوش کو انگریزی ذبیحہ کے طریقہ پر ذبح کیا یعنی یہ کہ اُسکے سر پر اس زرد سے گھونٹہ مارا کہ اُسکی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا فوراً ہی ہم کو عرب اور ترکوں نے گھیر لیا جنھوں

ہمارے ذبیحہ کا طریقہ کبھی نہیں دیکھا تھا ہمارا قصد تھا کہ جتنا ردال کر اسکا سالن کچا پین
 لیکن باوجود زید کے خوشامد کرنے کے کوئی عیب اسکی کھال جدا کرنے پر راضی نہ ہوا بلکہ
 چھوٹے سے بھی انکار کیا اسپر زید کو بہت غصہ آیا لیکن میں نے بمشغل تمام اسے
 سمجھا یا کہ مسلمانوں کے نہ چھوٹے کا خاص سبب ہو میں نے اس سے کہا چونکہ خرگوش کا
 خون نہیں نکالا گیا ہوا سو جسے کوئی ترک یا عرب یا یودی ایسی نجس شے کو ہاتھ نہ لگایا
 آخر کار زید نے اسکی کھال آپ ہی کھینچ لی اور قصہ تمام ہوا۔ قدیم مذہبوں میں ایسے
 جانور کے گوشت کھانے کی ممانعت کی گئی ہو جس کا خون نہ نکالا گیا ہو چنانچہ انجیل میں
 لکھا ہے کہ ان الفاظ میں ممانعت آئی ہو ”لہو نہ کھاؤ“ جس میں کہ اسکی جان ہے
 بعض مفسرین نے یہ خیال ہی معنی نبھائے ہیں کہ بعض لوگ زندہ جانور دن کے جسم سے
 گوشت کے ٹکڑے کاٹ لیا کرتے تھے اسوجہ سے انجیل میں ممانعت آئی ہو ہر دوس
 ایک سیاح کا بیان ہے کہ حبش کے لوگوں میں ایسا رواج تھا پہلے اسکی بات کو کسی نے
 یقین نہیں کیا تھا لیکن آخر کار صحیح ثابت ہوئی۔ میرے نزدیک انجیل میں ممانعت
 آنے کا سبب خاص ہوا اس حکم میں یہ نہایت باریک بات پوشیدہ ہو کہ قدیم خیال کے
 بموجب خون میں جانور کی جان ہوتی ہو سطح سے اور مقامات پر بھی اس خیال کو ظاہر کیا ہو
 مثلاً سام کی ایک آیت میں لکھا ہو کہ ”میرے لہو سے (زندہ رہنے سے) کیا فائدہ
 جبکہ میں (گناہوں کے) غار میں گر رہا ہوں“ متذکرہ بالا اصول کا اظہار متواتر مقامات پر
 یونان کی مشہور نظم اڈیسی میں کیا گیا ہو اس نظم میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ ایک شخص
 اوڈیسیس نامے باوجود ممانعت کے دوزخ کی طرف جاتا ہو اور وہاں اسکی جانب
 مہیب شکل کے بھوتہ ڈھٹتے ہیں لیکن اسکا کچھ نہا نہیں سکے کیونکہ بوجہ خون نہ ہونے
 کے ان میں قوت نہیں ہو جب وہ یہ دیکھتا ہو تو ایک گرہے میں ایک بھیڑ فوج کر کے
 خون جمع کرتا ہو اور خون کو دیکھ کر سب بھوت پینے کے لیے دوڑتے ہیں اوڈیسیس

ڈرجاتا ہو مگر اپنے قریب سے بھوتوں کو دور رکھتا ہو اور لمو پینے دیتا ہو تاکہ ان میں اس سے بات کرنے کی قوت آئے۔ یہاں ہمارے صحرائی باورچیخانہ میں یہی خیال موجزن تھا عرب لوگ سمجھتے تھے کہ خرگوش کا خون چونکہ نہیں نکالا گیا ہو اسوجہ سے اس کے اندر جان باقی ہوگی۔ پس ایسی صورت میں جبکہ جسم میں جان باقی ہو کسی جانور کا گوشت کھانا بہت ہی بڑا گناہ ہو بلکہ نہایت وحشیانہ حرکت ہو اور قطعی حرام ہو۔

شرع میں جب مین گیا ہوں اسوقت پہاڑی کا دھن جہاں میرا جیمہ نصب تھا آبادی سے علمیہ تھا اس سبب سے حفاظت کے واسطے ایک چوکیدار مقرر کر لیا تھا کیونکہ عرب ڈاکوؤں سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا ترکوں کو نقطہ چوری سے خوف نہ تھا بلکہ اپنے قیام کے زمانہ میں مین نے دیکھا کہ ترک افسر اس بات سے بہت خائف رہتے تھے کہ کوئی جو شبلا عرب لاء علمی کی حالت میں ہم لوگوں یعنی غیر ملک والوں پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ زوردارہ پہونچنے کے وقت مجھے اپنے دوست کپتان حسن آفندی کا اصرار پایا کہ انھوں نے تین عدد بلٹن والی ترکی ٹوپیاں لادی تھیں اور ہم پر بہت تاکید کی تھی کہ جب ہم آبادی کے اندر جائیں اسوقت ترکی ٹوپیاں ضرور پہن لیں کیونکہ کسی قسم یوروپین ٹوپی پہننے والے پہاڑی ہونے کا گمان کیا جاتا ہو چنانچہ جرمن ڈاکٹر پر یہ واقعہ گذرا کہ شوشہ اور زوردارہ کے درمیان ان کو مسلح عربوں نے دو مرتبہ اگھیرا لے کر بچ گئے ایتالی فوج میں عمر بامقصد دھوپ سے بچانے والی ٹوپی رائج ہو اس سبب سے کسی یوروپین کا اس قسم کی ٹوپی دیکر ممکن نہایت خطرناک ہو اور اگر وہ ترک یا عربوں کی جبراہی مین نہ ہو تو اسکی جان بچنا بہت مشکل ہو اس سبب سے مین نے سلطانی فوجی وردی کا ایک حصہ یعنی سر کی ٹوپی اختیار کر لی اور مین نے اسکو بہت فخر کے ساتھ اختیار کیا اس ٹوپی میں خوبی یہ ہو کہ معمولی یعنی گرمی کے دنوں میں ٹوپی کے کنارہ ہوا جانے کے لیے جو ملائم چھوٹی چھوٹی گدیایں علمی ہوتی ہیں ان سے سہ بہت آرام میں رہتا ہو اور بہت وقت دھوپ میں چلنا ہو تو ٹوپی کے گرد

خشاک یا گیلہ تو لیا باندھنے سے انسان کو گھٹنے سے محفوظ رہ سکتا ہو میرے نزدیک اس سے زیادہ لو سے حفاظت کا کوئی بہتر طریقہ نہیں ہے۔

ایطالیوں نے عربوں کی آپس کی مخالفت اور ترکوں کے ساتھ دشمنی کی بابت بہت سی محل اور یہودہ افواج میں اڑائی ہیں ان خبروں کے گڑبڑ سے میں سب سے زیادہ نیویارک ہرلڈ کا نام نگار متعینہ طرابلس نے حصہ لیا ہو اس شخص نے محض ایطالیوں کو خوش کرنے کے لیے انکی بزدلانہ خوشامد میں اس قسم کے محل واقعات لکھے ہیں وجہ یہ ہے کہ ایطالیوں نے عربوں کو وفادار سمجھ کر بڑا دھوکا کھایا ہو اور سخت نقصان اٹھایا ہو انکو معلوم ہو گیا ہو کہ ہر عرب کو ملو حرام حسونا پاشا سمجھنا انکی سخت غلطی تھی انکا خیال تھا کہ عرب ترکی حکومت سے ناراض ہیں ہیں یہ کہتا ہوں کہ طرابلس کے عرب اپنے ترک بھائیوں کے کبھی ایسے خیر خواہ اور دلسوز نہ تھے جیسے جنگ شروع ہونے کے بعد ہو گئے ہیں جو لوگ کہ مورچوں پر تعینات رہتے ہیں انکو تقریباً چار آنہ یومیہ دیا جاتا ہو اور سواروں کو بیادوں سے دو چہرہ روزنیہ ملتا ہو سب سے زیادہ جس بات سے عرب خوش ہیں وہ یہ ہے کہ انکو افراط سے کارقوس اور عمدہ بندوقین چلانے کے لیے ملتی ہیں وہ صرف عادی جنگ میں شریک ہونے سے خوش نہیں ہوتے بلکہ سب سے زیادہ مسرت انکو اس بات سے ہوتی ہو کہ ایطالیوں سے ہر حملہ کے بعد مال غنیمت ہاتھ آتا ہو عربوں کو لوٹ میں اس قدر مزہ آتا ہو کہ جب عین زارہ سے ترکی فوج عزیز یہ کی جانب ہٹنے لگی تو وہ عین زارہ میں محض اس غرض سے کئی گھنٹہ ٹھہرے رہے کہ جو سامان اتفاقات ترک چھوڑ جائیں اُس پر قبضہ کر لیں۔ عربوں کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر وہ کام آگئے تو جنت میں ابدی راحتوں کا لطف اٹھائیں گے دنیا کی راحتیں انکو بہت کم مطلوب ہوتی ہیں اور جب قدر کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے ضرورت ہو اُس سے ہمت زیادہ انکو بچکل ترکوں کے ہاتھوں مل رہا ہو کیونکہ جنوری سے لیکر دسمبر کے مہینہ تک انکی لڈیجوں کی روٹی پر ہوتی تھی اور آجکل انکو گیہوں کا آٹا روزانہ

دیا جاتا ہو پہلے وہ نہایت خوشی سے اپنا اونٹ تقریباً دو روپیہ لیکر کرایہ پر دیتے تھے
۱۔ جکل ترکی گورنمنٹ انھیں تقریباً چار روپیہ سے لیکر پانچ روپیہ تک فی اونٹ کرایہ
دیتی ہو حکامان گورنمنٹ عثمانیہ نے عربوں کو زائدہ حال کے اسلحہ سے مسلح کرنے میں بہت
جرات سے کام لیا ہو اور یہ اہم مسئلہ انھوں نے بہت خوبی کے ساتھ حل کیا ہو لیکن یہ
یقین رکھنا چاہیے خواہ جنگ کا نتیجہ کچھ ہو عربوں سے کوئی سلطنت ان مازاد مار مارٹی
بند و قونکو واپس نہیں لے سکتی ہو۔

عرب بند و قون کے بڑے متوقین ہوتے ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ میرے خود
سے چلنے والے طنجہ پر اکثر عربوں کی نگاہیں پڑتی رہیں۔ مجھے تجربہ ہوا ہو کہ اگر کوئی ایسی
بند و قون اُسکے نظر پڑ جاتی ہو کہ جس میں کار تو سون کا خزانہ ہوتا ہو تو اُسے دیکھ کر عرب
بھونے نہیں سماتے ہیں۔ میں نے غریب ساربانوں کو دیکھا ہو جنھیں کہ سیلون صحرا کے
اندہر پیادہ چلنا پڑتا ہو کہ وہ بھی ایک بند و قون خواہ پرانی وضع کی کیوں نہ ہو کندھے پر
لٹکائے رہتے ہیں۔ عربوں میں بند و قون باندھنا دلیری اور جرات فردی کا نمونہ سمجھا جاتا ہو
مجھے یاد ہو کہ جب میں نے اور تھیوڈور بینٹ نے جزیرہ سقوطرہ کے حالات دریافت
کرنے کے لیے سفر کیا تھا تو عدن کے مقام پر محض گیت سنانے کے معاوضہ میں چھٹا بیڑا
بند و قون خریدی تھیں ہم نے اُسکو صابون سے خوب صاف کر دیا تھا اور جب ہم سقوطرہ
پہونچے تھے تو وہاں کے سلطان کے سامنے ہدیہ پیش کی تھیں یہ بادشاہ ان بند و قون
کے پانے سے بہت خوش ہوا تھا اور اُسکی فوج کے سپاہی جنگی تعداد میں سے زیادہ تھے
انھیں دیکھ کر ایسے غلطوظ ہوئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک باری باری ان بند و قون کو
مخل چھڑی کے لیکر بند و قون کا منہ زمین پر ٹیک کر ٹھٹھا تھا ایک عرب کا ذکر ہو کہ اُس نے ترکی
موزچون پر بہت ہی مبطل بہا پیز مال غنیمت میں پائی تھی یعنی بادن نمبر ایطالی پلٹن کا جھنڈا
اُسکے ہاتھ لگا تھا اُس نے یہ بادیہ چیز بیچنے سے قطعاً انکار کر دیا تھا لیکن ایک ترک سپاہی

جھنڈے کی چھڑ کسی طرح عرب سے لے آیا جو عزیزیہ کے مقام پر نشاط بے کے کمرہ میں موجود ہو اس عرب نے نشان اپنی بیوی کو دیدیا تھا اسے اوطھہ کر نہایت فخر کے ساتھ ادھر ادھر پھرتی تھی میرے خیال میں اس عرب کے خاندان میں جھنڈا بطور ایک نادریادگار کے منسلک بعد منسلک منتقل ہو تا رہیگا۔

وہ لوگ جو ترکوں اور عربوں کے درمیان عداوت کے متعلق خبریں مڑاتے ہیں وہ اسلام کی تعلیم اخوت و ایکائیت سے بالکل ناواقف ہیں اس جنگ کی وجہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں یحییٰ پیدا ہو گئی ہو اور مسلمانوں پر بوجہ اسکے کہ اٹلی نے بلا سبب اور ترکوں کی جانب سے بغیر کسی چھیڑ چھاڑ کے ایک سلطانی صوبہ پر حملہ کر دیا ہو خاص فریڈر ہاؤپنا پنچ جہان امید نہ تھی کہ ترکوں کا کسی کو خیال بھی ہو گا وہاں بھی ترکوں کی ہمدردی کی حدائیں خلاف امید بلند ہوئیں مثلاً مین کو لکھیے جہان مہینوں سے خونریزی کا بادار گرم تھا اور باغی عرب شہر صنعا کو گھیرے ہوئے پڑے تھے اور جنگ یمن زور و زور سے جاری تھی اٹلی کی جانب سے اعلان جنگ پیش ہوتے ہی کایا پلٹ ہو گئی ان صوبوں میں جہان جہان عرب آبادی تھی سائے معاملات کا رخ بدل گیا حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں انھیں باغیوں کے سرداروں نے عرضہ داشتیں اس مضمون کی روانہ کیں کہ اسلام کی عظمت چونکہ معرض خطر میں ہی اسوجہ سے سب کلمہ گو پہلو پہ پہلو اسلام پر جان فدا کرنے کو تیار ہیں عربوں نے طرابلس میں ایک لاکھ آدمیوں سے مدد دینے کی آمادگی ظاہر کی ہو میرے نزدیک اب یمن کا معرکہ آئندہ کے لیے اٹھ رہا ہو ممکن ہو کہ جب ترک ایطالی کفار کی مدافعت سے فرصت پائیں اسوقت عرب پھر ان کے خلاف ہتھیار اٹھائیں غرض اس طریقہ سے صنعا کا محاصرہ اٹھ گیا اور جانبا ترک جنگی تعداد ایک ہزار سے کم ہو گئی اور جو قلعہ بندی کی حالت میں مدتوں سے کثیر التعداد باغی عربوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور بھوک و تکالیف کی وجہ سے نہایت لاغر و ضعیف ہو گئے تھے آخر شہر سے باہر نکلے

میرے خیال میں عربوں نے اپنی اس حرکت سے یعنی یہ کہ موجودہ زمانہ میں جنگ موقوف رکھنے سے قدیم زمانہ کی بہادری اور شرافت کا بہت عمدہ نمونہ پیش کیا ہوا افسوس تو یہ ہی کہ غریب ترکی بوجہ جنگی جہازوں کا بیڑہ نہ ہونے کے بالکل بے دست و پا ہو سکے بہادری سپاہی دشمن سے دست بدست لڑنے کے لیے اپنی بوٹیاں نوچتے ہیں اگر عساکر متعینہ مین کا ایک مختصر دستہ بھی بحر قزقم عبور کر کے آرٹھریا پہنچ جائے تو مجھے امید ہو کہ ایک ہفتہ کے اندر یہ ایطالی نوآبادی قلم و عثمانی مین شامل ہو سکتی ہے اور بمقابلہ ایطالی الحاق طرابلس کے جس کا وجود محض کاغذ پر نظر آتا ہے آرٹھریا کا الحاق زیادہ مؤثر طریقہ سے ملوثین آسکتا ہے۔

میرے خیال میں اگر ایطالیوں کو یہ منظور تھا کہ ترکوں اور عرب آبادی کے درمیان مخالفت پیدا ہو جائے تو انکو چاہیے تھا کہ اس جانب نہایت عاقلانہ کوشش کرتے انکو پیشتر سے اس بات کا علم ہونا چاہیے تھا کہ عربوں میں سب سے بڑا عیب روپیہ کی طرح ہے لہذا بالعوض اسکے ذراہ جیسے مقامات پر گولہ باری میں روپیہ صنایع کرتے انکو لازم تھا کہ چند لاکھ انشرفیان عربوں کے راضی کرنے کے لیے عوام میں تقسیم کر دیتے۔ ایطالیوں نے تھوڑا بہت اس تدبیر سے کام لیا لیکن نہ اسقدر جسقدر کہ ضرورت تھی یعنی یہ کہ طرابلس کے اندر انھوں نے حسونا پاشا اور اسکے حاشیہ برداروں کو رشوتیں دیکر راضی کر لیا۔ علاوہ اسکے انھوں نے غرغیش اور سنسور وغیرہ کی عرب آبادی و نیز دیگر مواضع کے باشندوں کو جو طرابلس کے قرب و جوار میں واقع ہیں رشوتیں دینے اور اپنی طرف ملانے کی بہت کوشش کی چنانچہ یہ بات اصلا ع سے لیکر سرحدی مقامات تک مشہور تھی کہ بعض عرب ایطالیوں سے مل گئے ہیں منجملہ انکے ایک شخص محمد بن منقر نامے جو ذراہ کی فوج کا افسر تھا ایطالیوں سے کثیر رشوت لیکر مل گیا تھا کیونکہ ایطالیوں کو اس مقام پر فوج اتارنے کی بہت خواہش تھی مگر حسن اتفاق سے اس بد معاش کی دغا بازی

قبل از وقت کھل گئی اور اب وہ غاریان کے جیلخانہ میں اپنی سزا جسکا کہ وہ یقینی مستحق تھا بھگت رہا ہو مجھے تعجب ہو کہ نشاط بے باوجود ثبوت جرم کے ایسے خطرناک دشمن ملک کو پھانسی کیوں نہ دیدی متذکرہ بالا شاذ و نادر موقعوں کے سوا اور کبھی ایطالیوں نے عربوں کو ہموار کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہمیشہ اس جانب لاپرواہی کرتے رہے دوسری غلطی انھوں نے یہ کی کہ جنگ کی ابتدا اس بیہودہ کبوا سے شروع کی کہ وہ طرابلس میں ہلال کی جگہ صلیب کو فروغ دینے آئے ہیں اٹلی کے جاہل اور نام کے پادریوں نے جنگ عیسائیت کے معمولی اصولوں سے بھی ناواقفیت تھی عوام الناس کو جنگ پر ابھارنے کی کوشش کی اور ایسی بدسلوکی سے ابھارا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف صلیب جنگین پھر شروع ہونے والی ہیں۔

متذکرہ بالا غلطیوں کے علاوہ اٹلی میں اس قسم کے پوسٹ کارڈ چھپوائے گئے جن پر طرح کی تصویریں بنی ہوئی تھیں منجملہ ان کے ایک تصویر تھی کہ برسا گلیاری پلٹن کا ایطالی سپاہی صلیبی جھنڈا ہاتھ میں لیے ہوئے مسجد کے مینار پر نصب کر رہا ہو۔ اس قسم کی دل آزار تصویر کا ایک پوسٹ کارڈ میں نے فتحتی بے کے پاس دیکھا تھا۔ مزید برآں ایطالیوں کے بحری ناکارہ سپاہیوں نے یہ حرکت کی کہ عربوں کے کچے مکانات منہدم کر دینے کے بعد مساجد پر بھی گولی پھینکے اور دیواریں اور چیمینے توڑ دیں علاوہ اسکے کینواس کے ٹوپوک سپاہیوں نے بے گناہ مردوں کے علاوہ قصابیوں کی طرح عورتوں اور بچوں کو حلال کر ڈالا یہ سب حرکتیں ایطالیوں سے باوجود اس علم کے سرزد ہوئیں کہ یہاں کے مسلمان اپنے مذہب میں بہت چمکے اور پر جوش ہیں اور یہ کہ طرابلس افریقہ میں مسلمانوں کی حکومت کی آخری یادگار ہو اور یہی مقام انکا آخری آماجگاہ ہو طرابلس کے قتل عام کی ایسی قوی شہادتیں موجود ہیں کہ انکو جھٹلانا ناممکن ہو ایک نامہ نگار تعینہ طرابلس کا بیان ہو کہ ایک عرب نے یہ سن کر کہ اُسکے بھائی کو ایطالی سپاہیوں نے

قتل کر ڈالا ہو فوراً اپنی بندوق لیکر صحرا کی طرف بھاگ نکلا تاکہ اپنے مذہب اور ملک کے جان نثاروں کے دوش بدوش لڑ کر جان دیدے باوجود اس واقعہ کے نیو بارک ہیرلڈ کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ عرب ترکوں سے نفرت رکھتے ہیں بلکہ اپنی حماقت میں یہاں تک لکھتا ہے کہ عرب جنگ کرنا نہیں چاہتے لیکن ترک جنگ کر سکتے ہیں پھر کرتے ہیں پس عرب انکے خوف سے لڑتے ہیں اگر اس شخص کو ذرا براہ ترکوں اور عربوں کی تعداد کا فرق معلوم ہوتا تو کبھی ایسی نالائق تحریر اس کے قلم سے نہ نکلتی عرب اپنے ان بھائیوں سے خود دشمنوں سے مل گئے ہیں اس قدر ناراض ہیں کہ کئی بار قتل و غارت کے واقعات ظہور میں آچکے ہیں مثلاً یکم جنوری کو کچھ عرب غرغیش جا پونچے اور جہانگیر تک مجھے معلوم ہوا ہو جتنے آدمی ایطالیوں سے مل گئے تھے سب کو قتل کر ڈالا اخبار لور کا بیان ہے کہ یہ لوگ عرب ڈاکو تھے۔ دوسرا ایطالی اخبار بلا کسی شہادت کے تحریر کرتا ہے کہ ”ایک سو ترک سپاہیوں نے بھر اہی بدودن کے ان لوگوں کو قتل کر ڈالا“ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ غرغیش کے قرب وجوار میں بھی سو ترک سپاہی نہ تھے نیو بارک ہیرلڈ کے نامہ نگار کو یہ موقع ترکی باقاعدہ فوج کی مذمت کرنے کا اچھا مل گیا لیکن اس اخبار کی قدر و عافیت اسی بیان سے ظاہر ہوتی ہے کہ اسے موقع واردات بجائے غرغیش کے سنسور بتایا ہو لکھتا ہے کہ ”دہان پچاس ترک سپاہی تعینات ہیں حالانکہ میرے علم میں سنسور کے اندر چار آدمیوں سے زیادہ کبھی نہیں رہے ایطالیوں کا بیان ہے کہ اس قصب کے مقتولین میں کم سے کم ایک بچہ اور ایک عورت بھی شامل تھی“ میں ایسے وحشیانہ حرکات کا حامی نہیں ہوں لیکن انصافاً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عربوں نے اس وحشیانہ طریقے سے اپنے ان بھائیوں کو دغا بازی کی سزا دی ہے جو کہ دشمن سے جا ملے تھے مگر یہ عرب نسبت ان عیسائی سپاہیوں کے جنہوں نے کہ ماہ اکتوبر میں گلستان کے اندر قتل عام کیا تھا زیادہ حق بجانب اور قابل معافی ہیں۔

میرے نزدیک ایطالی بڑی حماقت میں پڑے ہوئے ہیں اگر انھوں نے یہ یقین کر لیا ہو کہ طرابلس کے عرب اُنکے مطیع اور فرمانبردار بن گئے ہیں یہ بالکل اُنکا خیال ہی خیال ہی مثلاً جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ۷ اوسمبر کو کچھ ایطالی فوج دیکھ بھال کے لیے سنسور کے مقام پر آئی اور تار وغیرہ کاٹ ڈالنے کے بعد نہایت ہوشیاری سے اپنی خندقوں کو لوٹ گئی اور وہاں جا کر یہ خبر مشہور کر دی کہ سنسور والوں نے اُنکی اطاعت قبول کر لی ہو اگر مان لیا جائے کہ یہ حالت ہو یعنی اُنکی اطاعت طرابلس کے قرب وجوار میں رہنے والے گانوں کے لوگ قبول کرتے جاتے ہیں اور ایطالیوں کو کامیابی ہوتی جاتی ہو تو پھر ایطالیوں کا فرض ہو کہ اپنے لئے ہی خواہوں کی حفاظت کا انتظام کریں اور اُنکو جنگجو عربوں کے انتقام سے بچائیں مگر تعجب ہو کہ اُنھیں حفاظت کرنے کی جرات نہیں ہوتی کیونکہ غرض غرض کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وہ عرب موجود تھے جنھوں نے ایطالی حکومت قبول کر لی تھی پس جنرل فرگونی کی بڑی کمینہ اور ظالمانہ حرکت تھی کہ اُن لوگوں کو اُسے بے بار و مدد گار چھوڑ دیا۔ لہذا ایطالیوں کی جانب سے اس پہلو تہی کے بعد اظہار نفرت یا شکایت بے سود ہو کیونکہ اصل میں اُنھیں کے افسر کی خطا تھی جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ اس امر پر غور کرنے سے کہ غرض غرض کا گانوں غلستان میں واقع ہو جو طرابلس سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایطالی فوج اب تک محصور ہو باوجودیکہ جنگ کو تین مہینہ گزر چکے ہیں۔

جس وقت سے کہ ایطالیوں نے طرابلس پر قبضہ کیا ہو اس وقت سے اُنھوں نے عجیب اصول قائم کر رکھا ہے کہ کل صوبہ طرابلس کے رہنے والے ایطالی رعایا میں مطلب اس اصول کے قائم کرنے کا یہ ہے کہ کوئی عرب ایطالیوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے اُس کو بحیثیت ایک باغی مجسمہ قرار دیکر بصورت قید ہو جانے کے بلا مقدمہ چلائے ہوئے قتل کر دیا جائے لیکن بعض ایطالی حکام نے اپنے اس محل اصول کی حقیقت کی طرف

توجہ کر کے یہ اسے ظاہر کی ہو کہ صرف وہ عرب اس سزا کے مستوجب ہیں اور ان پر اطلاق بغاوت ہو سکتا ہو جو حدود مقبوضہ اٹلی کے رہنے والے ہیں یعنی ان کا خیال یہ ہے کہ جتنے عرب باشندے شہر طرابلس کے اندر رہتے ہیں یا شہر کے گرد و نواح میں اتنی دور تک آباد ہیں جہاں تک ایطالیوں کی گولیاں خندقوں سے پہنچ سکتی ہیں انکی باجہ تسلیم کرنا چاہیے کہ انھوں نے حکومت ایطالیہ کی اطاعت قبول کر لی ہو۔ مگر عام ایطالیوں کا خیال یہ ہو کہ لفظ باغی کا اطلاق کل مسلح عربوں پر ہونا چاہیے حتیٰ کہ وہ عرب جو کہ فزان کے ایسے دور دراز مقام سے جنگ میں شریک ہونے آئے ہیں وہ بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہو کہ یہ لوگ اس وقت سے شریک جنگ ہیں جب سے کہ ایطالی حملہ آوروں نے اپنا محل شہر الحاق شائع کیا ہو۔ ایک ترک افسر نے اس اعلان پر نہایت ہی معقول فقرہ کہا ہو اسکا قول ہو کہ ”جس طرح ایطالیوں نے طرابلس کا الحاق کر لیا ہو اسی صورت میں شامزادہ مناکو ملک چین کا الحاق کر سکتا ہو۔“

ایطالیوں کے اس محل خیال یعنی عربوں کو باغی قرار دینے کی تردید سطر و لفظ نے اخبار نیشن مطبوعہ انومبر میں نہایت خوبی سے کی ہو انھوں نے ثابت کر دیا ہو کہ ملکی لوگوں پر خواہ وہ کلمہ آور فوج کے قرب و جوار میں کیوں نہ رہتے ہوں لفظ ”باغی“ کا اطلاق نہایت بجا اور نامنصفانہ ہو بلکہ قواعد جنگ کے بالکل خلاف ہو افسوس کی بات یہ ہو کہ انگلستان کی مجلس عوام میں یہی غلط خیال سٹرپسن نے ایک سوال کے جواب میں ظاہر کیا ہو جو میرے نزدیک وزارت خارجہ کے ایک افسر کی زبان سے ادا ہونا نہایت نامناسب تھا کیونکہ اس جواب سے وزارت کی اصل واقعات سے لاعلمی ظاہر ہوتی ہو اکثر بین الاقوامی مجالس میں اس مسئلہ پر کہ ”باغی گان ملک کی حیثیت

مناکو ملک فرانس کا ایک شہر ہو یا ان کا حاکم شہزادہ کے لقب سے مشہور ہو اور محض حکومت فرانس کی مہربانی سے شہر نہ ہو خود مختار اند حکومت کرتا ہو جس طرح ہندوستان میں بہت سی چھوٹی چھوٹی دیہی ریاستیں ہیں وہی حالت شہزادہ مناکو کی فرانس میں ہو ۱۲

حملہ آور فوج کے مقابلہ میں کیا قرار دینا چاہیے، نہایت دلچسپ مباحث ہوئے ہیں اور قابل مطالعہ ہیں مثلاً مشاعرے میں فرانسز و جرمن کی لڑائی کے زمانہ میں جرمنی نے فرانسس کی کاشتکاروں کو جو دشمن کے خلاف بوجہ حب الوطنی لڑنے کو کھڑے ہو گئے تھے اپنا فرقہ مخالف ماننے سے انکار کر دیا تھا جرمنی نے وردی پوش سپاہیوں کو اپنا فرقہ مخالف تسلیم کر کے کاشتکاروں کو ان حقوق کے دینے سے انکار کر دیا تھا جو فوج کے سپاہیوں کو حاصل ہیں پس جو کاشتکار قید ہو گیا اسے قتل کر ڈالا تھا کیونکہ فرانس کے ان جنگجو کاشتکاروں نے جرمنی کے بہت سے افسر اور سپاہی قتل کر ڈالے تھے اسلئے انکے سبب سے جرمنی کو بہت ایذا اور تکلیف پہنچی تھی لہذا جرمنی کی یہ سختی ان بلاوردی وائے سپاہیوں کے ساتھ حق بجانب تھی اور جرمنی کے پاس معقول عذر بھی تھا تاہم جرمنی کی اس حرکت پر تمام یورپ میں شور مچ گیا تھا اور نتیجہ یہ ہوا تھا کہ تمام دولت یورپ کا متفقہ جلسہ ۱۸۸۸ء لندن شہر برسلز کے اندر قرار دیا گیا تھا تاکہ جنگ کے متعلق قواعد مرتب کیے جائیں۔ اس جلسہ میں سب سے اہم مسئلہ حبس کا تصفیہ کیا گیا تھا وہی تھا جو ماہ اکتوبر میں نخلستان کے قتل عام کے وقت پھر پیدا ہوا تھا۔ جلسہ مذکور بالا میں یہ بات باتفاقہ راطم کر دی گئی تھی کہ جس ملک پر حملہ کیا جائے اس ملک کے باشندوں کو اگر جنگ پر آمادہ ہوں وہی حقوق حاصل ہونا چاہئیں جو فوج کے سپاہیوں کو حاصل ہوتے ہیں روسی اور جرمنی نے اس تجویز کی مخالفت اس حد تک کی تھی اور یہ ترمیم پیش کی تھی کہ وہ لوگ جو کہ مقبوضہ مقامات کے حدود میں رہتے ہوں انھیں یہ حقوق نہ ملنے چاہئیں اور علاوہ اس ترمیم کے انھیں ہر دو دولت نے ذیل کی دفعہ کو بھی پیش کر کے منظوری حاصل کرنا چاہی تھی کہ ”اس ملک کے باشندے جس پر دشمن کا قبضہ ہو گیا ہو اگر قابض کے خلاف ہتھیار اٹھائیں تو انکو باضابطہ سزا ملنا چاہیے اور انکے ساتھ مثل سیران جنگ کے برتاؤ نہ کرنا چاہیے“ اس تجویز کی مخالفت کل چھوٹی بڑی سلطنتوں نے بہت

زور شور سے کی تھی اور اس فریق کے سرغنہ فرانس و انگلستان اور اٹلی کی سلطنتیں تھیں بلکہ یہاں تک ہوا تھا کہ اس تجویز کو منسوخ کر دینے کی تحریک کا ونٹ لینن نے کی تھی جو اٹلی کی جانب سے وکیل ہو کر اس جلسہ میں شریک ہوا تھا اور وکیل فرانس بیرن باڈ نے تائیدی تقریر میں یہ بیان کیا تھا کہ ”کسی ملک پر قبضہ پالینا ملکیت کی دلیل اس وقت تک نہیں ہے جب تک کہ فریقین میں صلح ہو کر وہ ملک بذریعہ صلح نامہ قابض کو نہ حوالہ کر دیا جائے ایسے ملک کے باشندے اگر حقیقت نہیں تو اصولاً ان قوانین کے پابند سمجھے جائیں گے جن کی حمایت میں وہ قبل قبضہ تھے ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا کہ اپنے قدیم قوانین کے ماتحت نہیں رہیں گے ان کے ساتھ نہایت سختی کرنا ہو اس لیے اگر وہ ہتھیار اٹھائیں تو ان کا مقابلہ اسی طریقہ سے یعنی غنیم کی فوج سمجھ کر کرنا چاہیے اور اگر وہ شکست کھا کر قید ہو جائیں تو ان کے ساتھ شل فریق جنگ کے برتاؤ کرنا چاہیے بلکہ اس طریقہ کے سوا اور کوئی طریقہ مناسب اور بہتر نہیں ہے“ انگلستان کے وکیل نے نہایت مختصر الفاظ میں نظام کیا تھا کہ ہماری حکومت ایسے عہد کی پابندی سے انکار کرتی ہے جسکی وجہ سے ہوس ملک گیری بڑا نیا ن لڑی جائیں اور ملک متنازعہ کے باشندوں کو فرائض حب الوطنی ادا کرنے میں مانع ہوں“ باوجود ان تمام سب واقعات کے جب پارلیمنٹ میں ہمارے ایک وزیر سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے پارلیمنٹ کو یہ سنا کر مطمئن کرنا چاہا کہ اٹالیوں کا قتل عام ان مہول کے خلاف نہیں ہے جو مذہب قوموں نے اپنے درمیان جنگ کی بابت قائم کر رکھے ہیں۔

مشروع نے اٹالیوں کی تردید میں ایک اور قوی دلیل یہ تحریر کی ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ مقبوضہ حصہ ملک میں بغاوت کرنا تو اعداء جنگ کے خلاف ہے تو یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس بغاوت کی سزا بموجب ضابطہ کے دینا مناسب ہے یا محض بدلہ لینے کے لیے قتل عام کرنا قانوناً جائز ہے“ اصل یہ ہے کہ اٹالیوں کے سر سے قتل عام کا الزام

نہیں اٹھ سکتا کیونکہ یہ امر صاف طور سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہو کہ تین روز تک ایطالی فوج کے سر پر خون سوار رہا اور اس خوف و ہراس کی حالت میں انھوں نے بلا کسی قسم کی عدالتی کارروائی کے بچے بوڑھے عورت مرد گناہگار اور بیگناہ سب کو جس طرح چاہا قتل کر ڈالا۔ جنگی قواعد و رسوم کے لحاظ سے کسی صورت میں بدلہ لینا اور قتل عام کرنا جائز نہیں ہو چنانچہ ایطالی امیر لٹرانے نے سلسلہ عزم میں اپنی رائے ظاہر کی تھی کہ قاعدہ کے بموجب قانون جنگ سے خلاف ورزی کرنے والوں کو صرف جرمانہ کی سزا دینی چاہیے پس جو فرضی اعتراض عربوں پر ایطالی کرتے ہیں اگر مان لیا جائے یعنی یہ کہ اہل عرب قوانین جنگ کی خلاف ورزی عمل میں لاتے ہیں اسوجہ سے ایطالیوں کو ہر طرح سزا دینے کی آزادی حاصل ہو جب بھی اس اعتراض کا جواب انھیں کے امیر لٹرانے کے قول سے دیا جاسکتا ہو یعنی کاؤنٹ لٹرا کا قول ہو کہ ”اگر ایک فریق قواعد جنگ کی پابندی نہ کرے تو محض اس بنا پر دوسرا فریق قوانین جنگ کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔“

اس بحث کے آخر میں میں پھر اس مسئلہ کے متعلق کچھ کہوں گا جو ایطالی عربوں کی نسبت پیش کرتے ہیں یعنی یہ کہ نخلستان کے عرب پوجہ کسی اعلان کے جو جبریل کینواسے شائع کیا تھا سلطان اعظم کی حمایت سے باہر ہو گئے تھے یا یہ کہ سلطان اعظم کی حمایت چھوڑ کر وہ حکومت ایطالی کی رعایا بن گئے تھے اس میں شک نہیں کہ چند عرب امرائے ایطالیوں سے رشوت لیکر ایطالیوں کی حکومت طرابلس میں قبول کر لی تھی لیکن ان کہنے بد معاشران کی دغا بازی سے یہ کیونکر نتیجہ نکل سکتا ہو کہ نخلستان کے اندر چھوٹے پون میں رہنے والے ہزاروں عربوں نے ایطالیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ یہ آن پڑھو غریب فرماں پڑھنا کیا جانیں پس انکو کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ ایطالی انکو اپنی رعایا سمجھتے ہیں لہذا اعلان وغیرہ کا قصہ بے بنیاد و اصلیت یہ تھی کہ عربوں نے جو اپنے ہتھیاروں کو بہت عزیز رکھتے ہیں خواہ وہ یہ انی چال کے ہوں یا نئی ساخت کے کامادہ ہوں یا بیچارہ جب ایطالیوں کو

آتے دیکھا تو ان ہتھیاروں کو مخفی کر دیا کیونکہ دنیا کی کوئی شہر ان سے جدا ہو جائے مگر
 بندوق اپنے پاس سے کبھی جدا نہ کرینگے اس واقعہ کے بعد مثل فرانسیزی کاشتکاروں
 کے جب موقع ہاتھ آیا تب انھیں ہتھیاروں کو لیکر ایتالیوں کے خلاف لڑنے کھڑے
 ہو گئے فرانسیزی اور عربوں پر کیا موقوف ہوا اگر انگلستان پر کوئی غنیمت حملہ کرے تو انگریز
 کاشتکار یہی صورت اختیار کریں گے اگر ایتالی افسران فوج اور ان کے مددگاروں پر
 حماقت اور کاہلی نہ سوار ہوتی تو وہ خواب غفلت میں نہ پڑے ہوتے اور ایسی ہشیمند
 کر لیے کہ عربوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملتا۔ ایتالی سپاہیوں کے مادر ایتالی نامہ نگار
 بھی اسی قسم کے جنون اور جوش میں مبتلا ہو گئے تھے اور کسی بات کی تمیز نہ باقی رہی تھی
 چنانچہ نامہ نگار اخبار اسٹیمپا تحریر کرتا ہوا کہ ”میرے نزدیک ایک بار پھر اسی قسم کا قتل
 عام ہونا چاہیے اور میں نہایت زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمام نخلستان کو عربوں سے
 پاک کر دینے کی سخت ضرورت ہو میرے نزدیک کسی طریقہ سے یہ امر جائز نہ رکھنا
 چاہیے کہ کوئی عرب شہر اور ایتالی خندقوں کے درمیان قیام پذیر ہو سکے بلکہ یہ عمل
 ہونا چاہیے کہ کوئی عرب خواہ غیر مسلح کیون نہ ہو اگر ان حدود کے درمیان پایا جائے
 تو وہ یقینی یا غی خیال کر کے قتل کر دیا جائے“ اسی طرح کی لغو تحریریں بعض نامہ نگاروں
 نے ٹرانسوال کی لڑائی کے زمانہ میں اخباروں میں لکھی تھیں نیز بعض نگریری کم و
 رسالوں نے اپنے مضامین میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ”وہ بوڑھے جنکے مواضع میں
 اعلان شائع ہو چکا ہو خواہ وہ اپنے وطن سے کتنے ہی فاصلہ پر جنگ میں مشغول
 کیون نہ ہوں انگریزوں کی رعایا سمجھے جا سکتے ہیں“

ایتالیوں نے پڑے دن کے چند روز پہلے فوجی قانون کی آرٹسین ایک ہول
 ظلم کیا۔ ناظرین کو خیال ہو گا کہ ۲۶ نومبر کی لڑائی میں بعض عرب پڑ درپہر حملہ کرنے کے
 بعد ایتالی فوجی حلقہ کو شکست کر کے مورچوں کے اندر چلے آئے تھے ان حملہ آوروں

میں سے بہت سے لوگ اپنے مکانات موقوفہ شہر طرابلس و فلسطین میں قیام پذیر ہو گئے تھے اس واقعہ کی خبر اٹالیا یون کو ایک بے ایمان یہودی نے کر دی جو اس راز سے واقف تھا اور سب آدمیوں کا نام اور پتہ اٹالیا یون کو بتا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ۱۴ آدمی جو بیچارے اپنے قدیم مکانون میں جا پڑے تھے گرفتار کر لیے گئے اور بعد میں تحقیقات کے بغاوت و جاسوسی کے جرم میں پھانسی پر لٹکا دیے گئے جس وقت اس دشیانہ سز کی خبر عزیز یہ میں پہنچی تو عرب مجاہدین میں دشمن کی جانب سے انتہا سے نفرت و انتقام کا جوش بھیل گیا احتجاج یہ ہو کہ ان چودہ آدمیوں کے قتل عمر نے مسٹر نیلس ممبر پارلیمنٹ اٹالیاہ متعجب سسلی کے دل پر بہت اثر کیا اس شخص کا حال یہ ہو کہ سوشلسٹ فرقہ کی جانب سے پارلیمنٹ کا ممبر ہوا تھا مگر باوجود سوشلسٹ ہونے کے اپنے اخلاقی اور سیاسی اصولوں کا خون کر کے اور اپنے عمل کے ساتھ کسی طرح اپنے فرقہ کے اصولوں کو بدقت مطابق ٹھہرا کر اس جنگ کو حق بجانب ثابت کیا تھا اور نہایت اظہار جوش و خروش و مباحثات کے ساتھ اس جنگ کی حمایت کی تھی اور جنگ کے نتائج یعنی خونریزی وغیرہ جو سوشلسٹ فرقہ کے اصولوں سے مطابقت نہیں کرتے تھے ان کے متعلق اس نے ایک عجیب دل کشی کی تھی یعنی یہ کہ جو وہ جنگ اس لیے غیر مناسب نہیں کہ کہ اس میں جان کیا بلکہ ایک قطرہ خون کا بھی نقصان نہ ہو گا لیکن ان چودہ آدمیوں کا قتل عہد بدلیل عدالت ہوتے دیکھ کر اس کے بھی حواس جاتے رہے گو اس وقت تک وہ سوشلسٹ فرقہ کے اصولوں کا ایک صورت سے مضحکہ اڑاتا تھا مگر آخر میں اس کو اخبارات میں شائع کراتے بن پڑا کہ ان واقعات کی وجہ سے جنگ طرابلس کا جوش اس کے دل میں بہت کم ہو گیا ہو۔

میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ عزیز یہ میں سامان رسد کی بہت کثرت تھی عزیز یہ پر کیا موقوف ہو میں نے جتنی ترکی جو کیا ان دیکھی ہیں ان میں بھی یہی حالت پائی جاتی ہو تھی

بہت خوشی اس بات سے ہوئی کہ جدید فوجی انتظام کی وجہ سے سپاہیوں کی غذا کا انتظام نہایت عمدہ طور سے کیا جاتا ہے اور اب میری رائے میں بحر انگلستان کی فوج کے یورپ بھر میں کسی فوج میں رسد کا انتظام ایسا عمدہ نہیں ہو جیسا کہ ترکی باقاعدہ فوج میں ہو۔ گو طرابلس میں فوج کی ظاہری حیثیت اچھی نہ تھی کیونکہ سپاہیوں کی وردیان اور جوتے میلے اور کسٹہ حالت میں تھے لیکن انکو تین چار طرح کا لذیذ اور عمدہ کھانا یعنی سالن روٹی ترکاری اور نہایت مہلے کے پکے ہوئے چاول جسکو پلاؤ کہتے ہیں ہر وقت دیا جاتا تھا اور نشاط بے و دیگر افسران بھی وہی کھانا کھاتے تھے جو ان کے تمام سپاہیوں کو ملتا ہو تمام افسر اور سپاہی ایک ہی طریقہ سے کھانا کھاتے ہیں یعنی دسترخوان کے گرد بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے چیزیں اٹھا اٹھا کر کھاتے ہیں جب کوئی افسر کھانا کھاتا ہو تو میں نے دیکھا کہ ایک سپاہی ملشت صابن اور تولیہ ہاتھ میں لیکر کھانے کے پہلے اور کھانے کے بعد انکا ہاتھ دھلاتا ہے یہ حالت دیکھ کر مجھے سلطان عبدالحمید کا زمانہ یاد آیا جبکہ بیمارے سپاہی مصیبت اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے تھے مجھ سے ایک جرمن نے بیان کیا کہ موجودہ زمانہ میں ترکی فوج کے اندر رسد کا ایسا عمدہ انتظام ہو کہ اُس کے خیال میں فوج کو ضرورت سے زائد کھانا دیا جاتا ہو میرے ایک مسلمان دوست نے جنھوں نے فرانسیسی فوج میں نوکری کی ہو اپنا ذاتی تجربہ بیان کیا تھا کہ عثمانی فوج کو فرانسیسی فوج کی بنسبت بہت عمدہ رسد ملتی ہے۔

مجھے اس بات سے بہت تعجب ہے کہ طرابلس بھر میں بحر زادیہ اور غزلیات کے قہوہ خانوں کے کہیں قہوہ کا نشان نہیں پایا جاتا ہو غالباً وجہ یہ ہوگی کہ یہاں ترک اور عربوں کے درمیان چائے کا بہت رواج ہو جسکو یہ لوگ اس ترکیب سے بناتے ہیں کہ پہلے چائے اسقدر پکا ڈالتے ہیں کہ وہ کڑوی ہو جاتی ہے بعد ازاں تلخی دور کرنے کے لیے فی پیالی نصف پیالی شکر ڈالتے ہیں چونکہ یہاں شکر گران تھی اسوجہ سے ترکوں کی

ایسی چلپ پینا بوجہ گرائی اور صرف کے نامکن تھا پس میں چاہے میں سیکرین کی ٹکیہ ڈالا کرتا تھا اور کبھی کبھی اپنے خیمہ کے چوکیدار یا اور کسی ترک و عرب کو جسے میں نے اس قابل پایا چائے پاتا تھا یہ لوگ شکریہ ادا کرنے کے بعد دراسی ٹکیہ کی شیرینی پر بہت تعجب ظاہر کرتے تھے۔ عموماً سو ٹکیہ سیکرین کی چھ آند کو ملتی ہیں پس میرے نزدیک چاہے اور کافی میں ملانے کے لیے اس سے زیادہ سستی اور شیرین کرنے والی اور سبک شکر طرابلس میں استعمال کے لیے نہیں ہو سکتی عرب لوگ سیکرین کو انگریزی شکر کہتے ہیں اور وہ لوگ عموماً قند کے قوزہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں میرے نزدیک اس صورت میں شکر بہت منافع ہوتی ہے کیونکہ استعمال کے وقت ان قوزوں کو کسی شو یعنی لوہے یا پتھر سے توڑنا پڑتا ہے اور بہت سی کمرچیں اڑا کر بالو میں مل جاتی ہیں اور کھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ عرب مجاہدین کی غذا عموماً خرمہ اور روٹی ہو لیکن جب کمپین قیام پذیر ہوتے ہیں تو کھانے کے بعد چائے بھی پیتے ہیں خرمون کی گٹھلیاں اونٹ کے لیے محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ گٹھلیاں اونٹ کے معرہ کو مفید ہوتی ہیں۔ اونٹ گٹھلیاں کھاتے وقت بہت پریشان کرتا ہے اسوجہ سے ساربان منہ چیر کر کھلاتے ہیں جیسے انگلستان میں حق انتخاب مانگنے والی عورتوں کو منہ چیر کر کھانا کھلایا جاتا ہے اکثر ساریاں یہ کرتا ہے کہ منہ کے اندر ہاتھ ڈال کر یہ ہدمزہ لقمہ اونٹ کے حلق میں ٹھیکتا ہے۔ اس موقع پر مجھے ارسطو کا لکھا ہوا ایک قصہ یاد آیا اُس نے لکھا ہے کہ ایک جوہل تھا جو خدا سے دعا مانگتا تھا کہ خدا اُسکی گردن اور لمبی کر دیتا تاکہ اُسکے حلق میں کھانے کی چیزوں کا ذائقہ زیادہ دیر تک رہتا اور وہ خدا کی نعمتوں کا مزہ زیادہ عرصہ تک لیتا۔ میرے خیال میں شاید اسی وجہ سے اونٹ کی گردن لمبی رکھی گئی ہے کہ اگر وہ کچھ نہیں ہو تو کم سے کم چارہ کی لذت اُسکے حلق میں زیادہ دیر تک رہے کیونکہ اونٹ کی خلقت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اُسکو کسی قسم کی راحت یا لذت یا آرام اٹھانے کا موقع نہیں ملتا اور اس غریب جانور کی

غذا باوجود بے انتہا محنت کے یہ ہو کہ کبھی کسی خاردار اچھاڑی کو نوج لیا یا کبھی سیر کے خیرت سے بچی نوج کر کھالی اور اسکے دودھ سے حلق تر کر لی۔ غرض اونٹ کے سارے جسم میں جو شہ ہو وہ گردن ہو۔ کپ میں کچھ عربوں کے پاس خیمہ تھے لیکن زیادہ تر وہ لوگ تھے جو ادمہ ادمہ حیران چاہتے تھے پڑ رہتے تھے کسی کا دیوار کے سایہ میں بستر تھا کوئی رسالوں کے مضامین میں پڑ رہتا تھا اکثر دن کے ہمراہ ان کے جھونپے بھی تھے اور دیکھنے میں آتا تھا کہ ادمہ ادمہ ایک خاندان یا کئی خاندان مل کر گڈ مٹوں میں رہتے تھے ہوا اول بارش سے حفاظت کے لیے اپنے اوپر بورون کا ٹاٹ یا خیموں کا کپڑا ڈال لیتے تھے علاوہ اسکے پہاڑی کے مشرقی دامن میں چند غار تھے بعض عرب ان میں جا کر آرام سے سو رہتے تھے لیکن جنھیں کوئی جاے پناہ نہیں ملتی تھی وہ مع اپنے جوڑ و بچوں کے میدان میں سوتے تھے اور صبح کو سخت سردی کے وقت گھانٹ پھونس روشن کر کے تاپتے تھے جتنے زمانہ تک میں طرابلس میں رہا حسن اتفاق سے کبھی زور کی بارش نہیں ہوئی ورنہ عزیز یہ جیسے کپ میں انتہائے تکلیف برداشت کرنا پڑتی میرے سامنے پانی برسنا مگر نہ اس قدر کہ پہاڑیوں کے دھن کو کاٹ کر نہایت تیزی سے بہ نکلتا اگر ایسا ہوتا تو میرے چھوٹے سے خیمہ کا جو پہاڑی کے دھن میں نصب تھا کو میں پتہ لگتا۔

کپ میں دستور تھا کہ ہر نامہ نگار کو دو عدد نان پاؤ نہایت عمدہ قسم کے ملتے تھے یہ فوجی باورچی خانہ واقع کو نک میں روزانہ تیار ہوتے تھے لیکن ماورائے روٹیوں کے ہم بھی جب چاہتے تھے خود تیار کر لیتے تھے۔ سینیکز رائٹ اور مسٹر آسکر کا کھانا سلیم پکا تھا اور وہ دونوں آدمی ساتھ رہتے تھے مسٹر ٹیلیم پلاں عمر کی جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور میرا مسٹر زید کا خور و نوش ایک میں تھا۔ جو لوگ کہ سیاحت کرتے رہتے ہیں اور جنگوں میں شریک ہوتے رہتے ہیں انکو تجربہ ہو جاتا ہو کہ کن مقامات پر کن اشیاء کی ضرورت پڑیگی اس لیے اپنے تجربہ کی بنا پر میں نے بہت سا ڈیون کا گوشت پھلیمان اور

شور بہ ساتھ لے لیا تھا سب سے زیادہ میرے کام جو چیزیں آئین وہ خشک کیے ہوئے
 پھلون کے ڈبے اور کراس و لمبکول کمپنی کے بنے ہوئے مُڑبے تھے مین نے اپنے
 باورچی خانہ اور خانہ داری کا انتظام سٹریڈ کے سپرد کر دیا تھا یہ شخص انشاورون سے کام
 لے لیا تھا اور حیرت یہ کہ باوجود زبان نہ جاننے کے مرغیان بکری کا گوشت اُنڈے آلو
 چقندہ ریچ وغیرہ نہایت سستے داموں خرید لاتا تھا۔ الغرض مین اور میرا ساتھی جس
 زمانہ مین کہ اپنے خیمہ میں قیام پذیر ہوتے تھے نہایت آرام سے بسر کرتے تھے ہمارے
 کھانے مین زیادہ تر اُنڈے مرغ کا سالن ترکاریاں روٹی میوے عمدہ قہوہ یا چائے
 ہوتی تھی پس صحرائ نشینی کی حالت میں ان اشیاء سے زیادہ ملنے کی نہ امید کی جاسکتی تھی
 اور نہ ضرورت تھی۔ مین اپنے تمام زمانہ قیام میں ایک روز بھی بیچارہ نہیں ہوا اور سادی غذا
 کا بلٹی فائدہ یہ ہو چکا کہ مین اور زید سیلون تک پیدل چل سکا چنانچہ ہم لوگوں نے تنو
 میل چار دن کے اندر پیادہ پاٹو کیے اور مین تیرہ گھنٹے تک کیلنٹ ٹھوڑے پر سوار
 ہو کر سفر کرتا رہا۔ الغرض جب مین اور زید طرابلس سے رخصت ہوا ہوا دن اسوقت ہمارا
 صحت و قوت کی حالت یہ تھی کہ ہم ہر قسم کی تکلیف برداشت کر سکتے تھے اور ہر طرح سے
 خوش و خرم تھے۔ ہم نے اپنی تمام مدت قیام میں جوش کیا ہوا پانی استعمال کرنے کی بہت
 پابندی رکھی اور ہر برتن کو پرفیگنٹ آف پوٹاش سے صاف کرتے رہے میرے نزدیک
 صحت قائم رکھنے کے لیے خصوصاً کمپ کے اندر رہنے کی حالت میں ان تدابیر سے بہتر
 کوئی تدبیر نہیں ہیں۔ علاوہ انکے چند اور اصول ہیں جنکی پابندی کی مین لوگوں کو نصیحت
 کرتا ہوں یعنی یہ کہ بیٹ پر فالائین کی پٹی اگر تمام دن نہ ہو سکے تو آفتاب غروب ہونے
 کے بعد ضرور باندھنا چاہیے۔ غذا بھوک رکھ کر کھانا چاہیے۔ ٹھنڈک کے وقت شام
 کو نہ نہانا چاہیے اور کوئی چیز جس میں بالوٹر گئی ہو ہرگز استعمال نہ کرنا چاہیے ہر شخص کو
 لازم ہو کہ کسی قسم کی ورزش کے بعد یا تولیٹ رہے یا اپنا پنڈا موٹے تولیہ سے رگڑ کر

صاف کرے یا صد ری بہن لے کیونکہ پینہ کی حالت میں ٹھنڈک پہونچنا ہر وقت نہایت اندیشہ ناک ہے اور بیمار ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ میری رائے میں شراب کا استعمال ترک کر دینا چاہیے اور بجائے اسکے گرم پانی یا ہلکی چائے استعمال کرنا بہتر ہو اگر برتن دھونے کے لیے گرم پانی میسر نہ آ سکے تو تھوڑی سی پینٹینٹ پانی میں گھول کر اس پانی سے برتن دھونا چاہیے کیونکہ جوش کیے ہوئے پانی کا استعمال ایسی حالت میں بالکل بے سود ہے جبکہ برتن اور پیالیاں وغیرہ ایسے پانی سے دھوئی جائیں جس میں بیماری کے جراثیم ہزاروں کی تعداد میں موجود ہوں۔

باوجود ان تمام سب احتیاطوں کے مجھے ہر وقت اندیشہ رہتا تھا کہ ایسے کیڑوں کے کاٹنے سے بیمار یوں میں نہ مبتلا ہو جاؤں جو مُردوں کے جسم پر بیٹھ کر اڑتے پھرتے ہیں۔ گویہ بیان دلچسپ نہیں ہوتا ہم اس حیثیت سے ان حشرات الارض کا ذکر ہی موقع نہ ہو گا کہ جہاں طرابلس میں جو ان بڑھے امیر غریب سب پر اور مصیبتیں تھیں وہاں ان کیڑوں کی کثرت سے بھی ایک آفت کا سامنا تھا بڑی اور چھوٹی مکھیوں کی بہت کثرت تھی خصوصاً چھوٹی مکھیوں کی جو مُردوں پر بیٹھ بیٹھ کر ہر طرف اڑتی پھرتی تھیں اور جنگی وجہ سے سب کو بہت تکلیف پہونچتی تھی پہلا اتفاق مجھے بیرطین کے مقام پر پڑا اسوقت سے رات ہو یا دن ان مکھیوں نے اسوقت تک میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور مجھے ایذا پہونچاتی رہی جب تک کہ میں وہاں سے اسوقت کے ہول میں قیام نہ نہ ہو لیا۔ ان حشرات الارض سے محافظت کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی اور ہم میں سے ہر ایک کے جسم پر سر سے پیر تک ان کے کاٹنے کے نشان تھے جہاں پر یہ کاٹتے تھے اس مقام پر ایسی کھجلی ہوتی تھی کہ میں نے کسی مرتبہ دیند آئے کی غرض سے باجی پانچ رتی منوم دوا کا استعمال کیا ابونیا لگانے سے کھجلی کچھ کم ہو جاتی تھی مگر یہ کیڑے اس کثرت سے کاٹتے تھے کہ ہر جگہ ابونیا لگانا دشوار تھا آئندہ صبح کام بہم بھی کسی قدر مفید ہے لیکن

جب تک کوئی ایسا مقام نہ ہو کہ جہاں سب کپڑے گرم پانی میں دھو ڈالے جائیں اور انسان حمام میں نہا کر مرہم لگائے اور مرہم لگانے کے بعد اپنا جسم صاف کر ڈالے اس وقت تک بہترین طریقہ یہی ہو کہ اس مصیبت کو بخندہ پیشانی برداشت کرے۔ مکپ کے اندر علاوہ ان جسمانی تکلیفوں کے جو بعض وقت ناقابل برداشت ہوتی تھیں انسان کو یہ فکر انگیز رہتی تھی کہ خدا جانے چنترات الارض کس مقام سے اُڑ کر آئے ہیں اور جسم میں ڈنک مار کر رگوں کے اندر خون میں کن امراض کا مواد پہنچا رہے ہیں یہ فکر زیادہ تر اسوجہ سے لاحق ہوتی تھی کہ یہ بات علم میں تھی کہ جہاں رات کو سوتے ہیں اسی مقام سے تھوڑی دور فاصلہ پر مہیضہ سے فوٹیوں کے مُردے پڑے ہیں پس ایسی صورت میں الجھن اور پریشانی ہونا تعجب انگیز نہیں ہو بلکہ انسان کا خاصہ طبیعت ہو۔

مجھے طرابلس میں چنترات الارض کے مظالم برداشت کرنے سے ایک انگیزی ناول کا قصہ یاد آیا جو انگلستان کے ایک نہایت مشہور قصہ نویس کی تصنیف ہو۔ اس ناول میں کیڑوں کی کثرت پیدا کرنے والی مجموعی قوت کا بیان نہایت خوش اسطوحي سے کیا گیا ہے ایک ناول موسوم بہ "فوڈز آف دی گاڈز" دیوتاؤں کی غذا میں لکھا ہے کہ ایک بکھی کا اڈا اتنا بڑا تھا کہ ایک شخص نے اُسے اٹھا ناچا پا تو اُس اڈے میں اس شخص کا ہاتھ پھنس کر رہ گیا اور دوسرے ناول ٹائم مشین میں یہ ذکر ہے کہ کسی زمانہ میں کپڑے اس قدر بڑے ہو جائینگے کہ معمولی پتنگے سمندر کے کنارے اتر دیوں گے مانند پھر پتنگے خیر یہ تو قصہ ہیں لیکن اگر کسی شخص کو یہ بات دیکھنا منظور ہو کہ جوُن کی بلا کسی قوم کی سزا کے لیے کیونکر نازل ہو سکتی ہو تو جا کر طرابلس میں اپنی آنکھ سے دیکھ لے۔

باب پنجم جبل غاریان کی سیر

مغرب کی جانب ایطالی پیش قدمی اور حملہ ناکام رہا اور مشرق کی جانب حبسیا کہ
بیشتر بیان ہو چکا ہے ایطالیوں نے سخت شکست کھائی کہ مذا ان واقعات کی بنا پر
ظاہر ہو چکا تھا کہ اب چند روز حملہ آور دن کو آگے بڑھنے کی حیرات نہ ہوگی اور
کچھ عرصہ تک وہ اس قابل نہیں رہے ہیں کہ میدان جنگ میں جارحانہ کارروائی
کر سکیں پس اس موقع پر عزیز یہ کے اندر محض ایطالی کا تماشہ دیکھنے کی امید میں ٹھہرنا
بے سود تھا اس لیے میں نے خیال کیا کہ جبل غاریان و قصبہ غاریان کی سیر کرنا چاہیے
جہاں روضتہ بیماروں کے لیے بڑے پیمانہ پر اسپتال کھولا گیا ہو تاکہ وہاں کی فرح بخش
آب و ہوا سے مریضوں کو جلد قوت آجائے۔ میں دسمبر کو سین نے دیکھا کہ کچھ آدمیوں کا
قافلہ جن پر بیمار اور زخمی ترک سپاہی سوار ہیں غاریان کی طرف روانہ ہوئے والا ہوں
سپاہیوں کو دیکھ کر مجھے افسوس ہوا کیونکہ ایسے شخص کے لیے جو پیش میں مبتلا ہو یا جسکی
کسی عضو کی ہڈی میں ضرب آگئی ہو اونٹ کی سواری ہرگز آرام دہ نہیں ہے مگر طرابلس
کی سرزمین اس طرح کی ہیں کہ جن پر بجز اونٹوں کے اور کوئی سواری کام نہیں دے سکتی
لہذا مجبوراً اونٹوں سے کام لیا جاتا ہے مگر ترکوں نے اپنی مہمان نوازی اور کریمانہ خلاق
کی وجہ سے صرف مسٹر مانیگو کو ایطالی بار برداری کی گاڑی پر غاریان روانہ کیا تھا
درحالیکہ اُنکے افسر جو زیادہ خراب حالت میں تھے اونٹوں پر روانہ کیے گئے تھے
گو یہ معلوم تھا کہ ان بیچاروں کو اونٹوں کی پیٹھ پر بیٹھنے سے بہت ہچکولے لگیں گے
غرض غاریان کے قافلہ کو دیکھ کر میں بھی سہ پہر کے وقت اس سفر کے واسطے ایک
اونٹ ٹھہرانے باز رہ گیا گو میری خاص سواری کے لیے فحقی بے نے اپنی عنایت سے

ایک گھوڑا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس زمانہ میں عربیہ کے اندر گھوڑا یا اونٹ دستیاب ہونا بہت مشکل تھا کیونکہ جس قدر گھوڑے اور اونٹ نشاط اے اپنے ہمراہ طرابلس سے لائے تھے یا عربوں سے خرید لیے تھے وہ ہر وقت کسی نہ کسی ضرورت میں کام آیا کرتے تھے۔ تمام ضرورت کی چیزیں بہت دور دور سے لاتا پڑتی تھیں۔ اور اس کے جتنے عہدہ جانور تھے وہ سب سواروں کے لیے ترکہ کی موچوں اور چوکیوں پر تعینات رہتے تھے۔ لہذا عربیہ میں بچے کچے جو جانور تھے وہ وہی تھے جو کمزور یا بیمار ہو جاتے تھے۔ حکومت عثمانیہ کو اونٹ بڑی گران قیمت پر دستیاب ہوتے تھے۔ کیونکہ فوج میں ہر وقت اونٹوں کی ضرورت رہتی تھی اور جس قدر اونٹ مہیا ہو سکتے تھے وہ سب کام میں لائے جاسکتے تھے۔ چنانچہ ان عربوں کو جن کے پاس کثرت سے اونٹ موجود تھے اس زمانہ میں بڑا نفع ہوا یہی حال کرایہ کے اونٹوں کا تھا اس زمانہ میں اونٹوں کا کرایہ جو فوجی ضروریات کے لیے حاصل کیے جاتے تھے بحساب چار یا پانچ روپیہ روپیہ فی اونٹ حکومت کو دینا پڑتا تھا۔

میرے خیال میں عربوں کو اگر کوئی خوشی اس جنگ سے حاصل ہوئی ہو تو یہ ہو کہ انکی تجارت خوب چمک گئی ہو اور سب تاجروں کو کثیر نفع ہوا ہو بلکہ اونٹ والے اور سارے آج کل اپنی زندگی کا بہترین زمانہ بسر کر رہے ہیں۔ طرابلس کے اندر جہاں جائے یہی منظر دکھائی دیتا ہے کہ صحرائی پگڈنڈیوں پر قافلے کے قافلے چھوٹی بڑی ترکہ چوکیوں کے درمیان سامان سے لدے ہوئے آتے جاتے دکھائی دیتے ہیں۔ عہدہ گھوڑوں کی جگہ بہت تلاش ہو اور بہت مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ مجھ کو کپتان شلیکم کی قسمت پر رشک آتا ہے جنکو تین سو نوے روپیہ میں نہایت عمدہ گھوڑا مل گیا۔ اس قیمت میں ایسا عمدہ گھوڑا میرے علم میں کسی کو نہیں ملا چنانچہ ایک ترکہ افسر جو مجھے غاریان میں ملتا تھا اپنا کرتا تھا کہ وہ ٹیونس میں بہت دنوں تک مارا مارا پھرنے کے بعد جنوب کی جانب سے سرحد

ہار ہو کر طرابلس پہنچا اور اسنے ایک گھوڑا چھ سو روپیہ میں خرید کیا تھا جو بلیکیم کے گھوڑے کی بنسبت بہت خراب تھا۔ غرض طرابلس کے اندر تجارت کو بڑی ترقی تھی جس کاٹون یا قصبہ میں جائے بازار میں لگی ہوئی نظر آتی تھیں۔ بیچنے اور خریدنے والوں کا ہر جگہ مجمع رہتا تھا ترکاریاں گوشت میوے شکر چائے غرض جو چیزیں کہ تجارت ہمیشہ لوگ مہیا کر سکتے تھے سب کے خریدار ہر وقت موجود رہتے تھے۔ صحرائین ہر طرف عورتیں اور بچے ٹڈی دل کی طرح زمین پر پھیلی اور رخسار دار جھاڑیاں کاسٹے اور جمع کرتے نظر آتے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے نفع کے لئے کانٹوں کی بھی پرواہ نہ تھی۔ وہ انکی گٹھیاں باندھ کر بازار میں لاتے تھے اور فی ٹھکی ایک آد کو فروخت کر لیتے تھے۔ عوامی مچھیریں ان گٹھیوں کو شام کی سرنی میں تاپنے کے لیے نہایت شوق سے خریدتے تھے یا کباب والے کباب لگانے کے لیے لے جاتے تھے۔ یہاں اونٹ ہر طرف نظر آتے تھے۔ ہر جانب خواہ مٹرک بریا صحرا یا آبادی میں زر و بھورے اونٹ دکھائی دیتے تھے بعض ڈنٹینوں کے ساتھ سفید رنگ کے خوبصورت جھنڈے لے بیچے بھی ہوتے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ اس جنگ کی وجہ سے اہل طرابلس ہر طرح سے مزے میں ہیں جنگ کی وجہ سے غریب سے غریب بھی کچھ کما لیتا ہو۔ برعکس اسکے اٹلی والے سرکاری محصول ادا کرتے کرتے مفلس ہوتے جاتے ہیں اگر کسی شخص کو یقین نہ آئے تو اٹلی والوں کی مفلسی اور غربت کا حال آپسولہ اور کلیبرہ میں جا کر دیکھ لے۔

آخر کار مجھے ایک اونٹ جو اتفاقیہ فوجی خدمت بجالانے سے بچ گیا تھا مل گیا اسکا کرایہ غریب سے غریبوں اور غریبان سے زوارہ تک اکتیس روپیہ چار آنہ اونٹ والے نے طلب کیا۔ آجکل اونٹ والوں کی چاندی ہو اور ہر شخص اُنکے بس میں ہو میں نے اسی قدر مسافت کے لیے پیشتر نور و پیہ چھ آنہ کرایہ دیا تھا۔ لیکن اسوقت جبکہ میں اکتیس روپیہ چار آنہ دینے سے انکار کر چکا اور میرے اور اونٹ والے کے

دو مہینے بعد قدرے رد و قح کے پچیس روپیہ ملی ہو گیا تو مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ اس شخص نے بہت آدمیوں کے سامنے اقرار کیا تھا۔ کہ وہ دوسرے روز صبح سویرے آکر میرا اسباب بار کر لے گا پس دوسرے دن میں نے ناشتہ کرنے کے بعد کل اسباب باندھ لیا اور اپنے خیمہ کے اندر بیٹھ کر اونٹ والے کا انتظار کرنے لگا۔ انتظار کرتے کرتے دس بج گئے۔ لیکن اونٹ یا اونٹ والے کسی کا پتہ نہ چلا۔ معلوم ہوتا ہی کہ اس پر عباس کو کسی اور جگہ زیادہ کرایہ مل گیا اسوجہ سے اس نے اپنے وعدہ کی پرواہ نہ کی اور مجھ کو بے بسی کی حالت میں چھوڑ کر چل دیا اس شخص کی وجہ سے تین گھنٹے کا وقت مفت ضائع ہوا میری آرزو تھی کہ وہ کمین مجھے مل جاتا اور اسے پولیس فسر کے سامنے پیش کر کے اس کمینہ پن کی سزا میں قید کرانا۔ یہ غصہ گرمی کا عربوں کے سابقہ من کوئی نتیجہ نہیں ہوتا اس لیے میں بھی خاموش ہو رہا۔ کیونکہ غصہ کرنے سے وہی نتیجہ ہوتا ہی اور اسی قدر طبیعت میں ہستی پیدا ہوتی ہی جیسے کہ دور تک پیدل چلنے کے بعد طبیعت پھر مرده ہو جاتی ہے۔ اور جس مقام پر بیماری کے جراثیم کی کثرت ہوتی ہے وہاں بیمار ہو جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ مجھے اُن تازہ وارد نامہ نگاروں پر ہنسی آتی ہی جو دیسی آدمیوں کی قدر و منزلت کرنے کی بابت صلاح دیتے ہیں اور عربوں کو شایستہ بنانے اور فوجی قواعد کھانے کے بارہ میں گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک تجربہ کار سیاح کبھی ایسی صلاح نہ دیکھا بلکہ اس کا خیال یہ ہو گا کہ اُن لوگوں کو استقلال فرمانبرداری اور سادگی کی تعلیم دی جائے۔ میرے نزدیک ایسے قیاسات قبل از وقت قائم کرنا بیکار ہیں جب تک کہ نتیجہ مدتوں میں جا کر نکلے۔ خواہ وہ خیالات کیسے ہی شریفانہ کیوں نہ ہوں۔ عربوں کی یہ حالت ہے کہ ان کی نگاہ میں معاہدہ کی کوئی وقعت نہیں ہے اور نہ عہد شکنی کو وہ کوئی بُرا فعل تصور کرتے ہیں حالانکہ جس قسم کا معاہدہ ہو اس کے مل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی خواہش ظاہر کر دیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ عہد لینے والے کو کیا ضروریات ہیں اور دوسرا فریق ان کو

کہا تنہا پورا کر سکتا ہو اُسکے بعد جو کچھ طی ہو اُسکا پورا کرنا فریقین پر واجب ہو۔ مجھے اکثر قوموں کی حالت دیکھنے کا اور ان میں بسر کرنے کا اتفاق ہوا ہی ہیں اپنے تجربہ کی بنا پر نہایت سچائی سے کہہ سکتا ہوں کہ میں کسی قوم کو عربوں سے زیادہ ناپسند اور ناقابل اعتبار نہیں سمجھتا۔ اور میرا خیال ہے کہ اُن میں بجز جان فروشی اور بہادری اور جفاکشی کے کوئی ایسے صفات نہیں ہیں جو محاسن اخلاق میں شمار کیے جا سکیں۔ برخلاف اُسکے بعض مستثنیات کو چھوڑ کر کل عرب بد مذاق۔ کھٹے۔ احسان فراموش اور سفاک ہوتے ہیں اور سب سے بڑا عیب اُن میں یہ ہے کہ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک حرص و طمع میں گرفتار رہتے ہیں۔ پریکٹیس نے اپنی ایک مشہور تقریر میں بیان کیا ہے کہ انسان کو مرتے دم تک نام و نمود اور عزت حاصل کرنے کی خواہش باقی رہتی ہے۔ لیکن عربوں کے معاملہ میں میرے نزدیک بجا سعادت کے روپیہ کی خواہش ہی عربوں کے دل میں خواہ وہ ظاہر کریں یا نہ کریں ہر وقت فلوس اور بخشش کا خیال ہوتا ہے اور بہت ادنیٰ ادنیٰ زمین حاصل کرنے کے لیے وہ انتہائے سختی بلکہ خونریزی تک کرتے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی جنگ کا واقعہ ہے کہ ایک ترک سپاہی جو اپنی نوکری سے واپس آ رہا تھا مردہ پایا گیا اس شخص کے پاس صرف ایک روپیہ جو وہ آنہ کی رقم تھی جسکے واسطے ایک عرب نے اُسکا گلا کاٹ ڈالا اور سارا جسم چھریوں سے چھلنی کر دیا۔ جب میں ۲۲ دسمبر کو چلا ہوں تو جو عرب میرے لیے پانی لاتے تھے انھوں نے بخشش مانگی یہ لوگ ٹراگڈی ڈرامہ قبیلہ کے تھے اور اُنکے خاندان میں ایک بڈھا اور اُسکا بیٹا اور بہو تھی میں نے اُس بڈھے کو تقریباً چھ آنہ دیے جو بہت معقول نعام تھا اور یہ ہدایت کی کہ آپس میں تقسیم کر لیں بڈھے نے جھپٹ کر میرے ہاتھ سے پیسے لیے اور اپنے میلے کرتے کی جیب میں کسی جگہ چھپا لیے جب اوروں نے اپنا حصہ مانگا تو اُس نے دینے سے انکار کر دیا اسپر آپس میں نہایت زور شور سے لڑائی شروع ہوئی اور گوسب ایک خاندان کے

قدیم اہل زمانہ کا مشہور معرکہ

تھے لیکن گام گلوچ اور کو سا کاٹی اتنی دیر تک ہوتی رہی کہ ہم روانہ ہو کر پہاڑ پر چڑھنے لگے مگر لڑائی ختم نہ ہوئی اور برابر آواز آتی رہی۔ اس بڑے آدمی کی صورت بوجہ حرص و طمع کے مسخ ہو گئی تھی اسے دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں جتنے عیوب ہیں ان سب سے زیادہ لالچ کی وجہ سے چہرہ بگڑ جاتا ہو۔ اگر فلاطون کا یہ قول صحیح ہو کہ ”انسان کے باطن کا عکس چہرہ سے مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہو تو حقیقت میں عربوں کی بھیانک صورتیں اُنکے باطن کا آئینہ ہیں کیونکہ عموماً عربوں کے چہروں پر بجاے ملائمت کے خونخواری اور درشتی ہوتی ہے۔ عربوں کی یہ حالت ہے کہ وہ انسان اور جانور کے ساتھ ایک طرح کا سلوک کرتے ہیں بخلاف ترکین کے جو کہ جانوروں کو مثل اپنے بچوں کے پالتے ہیں یہ بات مشہور ہے کہ عربوں سے زیادہ بیمار جانوروں کے ساتھ کوئی بیدردی نہیں کرتا یہ کہا جاتا ہے کہ عرب اپنے گھوڑوں کو بہت عزیز رکھتے ہیں مگر یہ محض قصہ ہے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ خچر گھوڑا یا اونٹ جو جانور ہو جسے عرب منزلوں لیجاتے ہیں اگر وہ نسرین مل کر کرنے کی قابلیت رکھتا ہو تو عرب پانی پلانے کی تکلیف بھی اپنے جانوروں کی خاطر نہیں اٹھاتے چاہے پانی وقت سے مل سکے یا آسانی سے۔ یا اُنکی بیرحمی اور مار پیٹ کی وجہ سے اگر کسی جانور کو زخم آجائے بشرطیکہ وہ جانور اپنا کام کرتا رہے تو عرب اُس زخم کی پرواہ بھی نہیں کرتے نہ علاج کرتے ہیں بلکہ دھوپ کی گرمی میں سڑنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ طرابلس کی طرف روانگی کے پہلے شوشہ کے مقام پر میں نے ایک گھوڑا بکرایا کیا تھا شام کے وقت اُسے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُسکے پیٹ میں بہت گہرا زخم ہوا اور جو عرب اسپر سوار تھا اُسے ایسی بیرحمی سے رکابوں سے مارا تھا کہ سب گزشتہ اڑ گیا تھا اور سپلیان دکھائی دیتی تھیں مجھے گھوڑے پر بہت ترس معلوم ہوا اس لیے میں نے اپنے عرب نوکر کو بلا کر گھوڑے کا زخم دکھایا لیکن اُسکو بجائے کچھ خیال ہونے کے میرے اس سوال پر بہت تعجب ہوا اور وہ اس بات کو سمجھ نہ سکا کہ مجھے ایک جانور کے زخم

آجائے گا کیون اسقدر خیال ہو آخر کار وہ ہنس پڑا اور مجھ سے کہنے لگا کہ ”زخم کی وجہ سے کوئی ہرج نہ واقع ہوگا نہ کوئی پریشانی کی ضرورت ہو کیونکہ گھوڑا پورے طور سے کام دیگا نہایت سرعت سے مجھے منزل پر یعنی زوارہ تک پہونچا دیگا“ اسکے بعد میں نے کچھ نہیں کہا کیونکہ عربوں کو کسی قسم کی سختی سے ممانعت کرنا یہی کارہو وجہ یہی کہ وہ اس فعل کو برا نہیں جانتے البتہ اگر اسکا مالی نقصان ہوتا ہو تو ممانعت سودمند ہو سکتی ہو ایک روز کا واقعہ یہ کہ عربیہ میں میرے خیمہ کے سامنے ایک اونٹ پڑا ہوا تھا اسکے کوہان کی ہڈی بوجہ بھاری بوجھ بار کرنے کے اور بے ترتیبی سے باندھنے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی یہ حالت دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ اس غریب جانور نے بڑی تکلیف اٹھائی ہوگی اسوجہ سے میں نے اونٹ والے کو اسپتال بھیجا کہ کوئی مرہم یا عرق زخم پر لگانے کے لیے لے آئے لیکن وہ واپس آیا اور بیان کیا کہ اسپتال کے ملازم کہتے ہیں کہ شفاخانہ میں انسانوں کے سوا اونٹوں کے لیے کوئی دوا نہیں ہے خیر میں نے اونٹ والے کو پانی میں پینٹنگٹ گھول کر دیدیا اور اسکو ہدایت کی کہ زخم کو دھو ڈالے بعد ازان میں نے پرانی چٹائی کی ٹوپی زخم پر باندھ دی جب اس عرب کو بھی اپنے جانور کا خیال آیا لیکن جیسا اُس نے بیان کیا تھا اسکو صرف یہ سوچ تھا کہ جب تک زخم نہ اچھا ہو جائیگا اسکا اونٹ چار روپیہ روز کیونکر پیدا کر سکیگا غرض اہل مشرق کے قلب کی یہ حالت کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہو بخلاف اہل مغرب کے جو عموماً ایسے حرکات کو نہایت قابل نفرت جانتے ہیں ثبوت اسکا یہ ہو کہ توریت میں مجرب ایک مقام کے اور کسی جگہ جانوروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنے کی تعلیم نہیں دی گئی جہاں ان ہلیوں کا منہ باندھ دینے کی ممانعت کی گئی ہو جو اناج کی ہالیوں پر اناج جدا کرنے کے لیے

لے مصنف کو غالباً اسلام کی عام تعلیم رحم و کرم کا علم نہیں ہو۔ جہاں ہر قوم کے جانوروں کے ساتھ ہمدردی سے

پیش آنے میں پس عرب جہاں خصوصیت کے ساتھ قابل احترام نہیں ہیں ۱۷

چلائے جاتے ہیں پال حواری کے نزدیک اس ممانعت کے ضمن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ عوام اپنے پیشواؤں کی ہر حالت میں خبر گیری کریں پال حواری کا مقولہ ہے کہ خداوند عالم کو بمقابلہ انسان کے بیلوں کا کچھ خیال نہیں ہے۔

الغرض جب میرا اونٹ نہ آیا تو میں دوسرے اونٹ کی تلاش میں نکلا حسن اتفاق سے مجھے وہ اونٹ مل گیا جو سنپگزر رائٹ کا اسباب غاریاں لے گیا تھا اور دو پہر تک کمپ کو داپس آ گیا تھا اس درمیان میں مجھے ایک خچر بھی مل گیا تھا اور فحشی بے نے باوجود میری ممانعت کے اپنی مہربانی سے گھوڑا بھیج دیا تھا پس میری ولید کی سواری کا انتظام ہو گیا تھا۔ ولید میرے ہمراہ خچر پر غاریاں جاتے والا تھا میری رائے میں اسکی سواری میری بہ نسبت اچھی تھی پہاڑ پر چڑھنے کے لیے خچر بہ نسبت گھوڑے کے زیادہ موزوں ہے کیونکہ خچر کا پیر پہاڑ پر نہیں پھسلتا روانگی کے قریب سنپگزر رائٹ نے میری اور اپنی میٹر اسلر اور ٹیلیم یعنی ہر چار نامہ نگاران موجودہ عثمانی کمپ کی تصویر کھینچی۔ ولید نے کمرے کاٹن دبا یا تھا اور جب تصویر سے فراغت ہو گئی تب میں اپنے تینوں دوستوں سے خلعت ہو کر پہاڑ کی جانب روانہ ہوا اور یہ قصد کیا کہ آج کی رات پہاڑ کے دہن میں بسر کر کے صبح کے وقت جبل غاریاں کی چڑھائی طو کر دنگا چلتے وقت مجھے عزیزہ اور اپنے مہربان ترک اور انگریز دوست اور بہادر مگر حریف عرب اور عزیزہ کے حشرات الارض کی جدائی کا بہت افسوس تھا چنانچہ پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے ایک مقام پر تھوڑی دیر کے لیے میں ٹھہر گیا اور درمیان سے کمپ کو جسکی چیل ہل میں چھوڑ کر آیا تھا دیکھنے لگا مجھے معلوم ہوا کہ جبل راویہ کے قبرستان کی طرح کسی عرب کا جنازہ آتا ہے اور لوگ پہاڑی پر چڑھ رہے ہیں۔

عزیزہ اور غاریاں کے راستہ میں عزیزہ سے بیس میل کے فاصلہ پر کھجور کے درختوں کے درمیان ایک سرا واقع ہے جہاں غاریاں کے سفر میں رات کو قیام کیا جاسکتا ہے

طرابلس سے جو سڑک غاریان گئی ہو سترہ میل تک طرابلس کی سڑکوں کے لحاظ سے
 غنیمت ہو یعنی اس سڑک پر انسان باسانی سفر کر سکتا ہو لیکن جب پہاڑیوں پر چڑھنا
 پڑتا ہو تو وہاں بحیرہ پگندہ یون کے کوئی سڑک نہیں ملتی زیادہ دقت اسوجہ سے ہوتی
 ہو کہ ان پہاڑی راستوں پر جا بجا چھوٹے بڑے پتھر پڑے ہوئے ہیں اور کہیں کہیں
 گڑھے بھی ہیں اس لیے چلنے میں بہت زحمت ہوتی ہو خصوصاً ہم ایسے لوگوں کے
 لیے جو عزیز سے دیر میں روانہ ہوئے تھے اور راستہ میں رات کی وجہ سے تاریکی
 ہو گئی تھی کچھ کو بحیرہ سقوطہ کے اور کسی جگہ ایسے خراب راستے پر چلنے کا اتفاق
 نہیں ہوا اگھوڑے یا اور کسی سواری پر سوار ہونا ناممکن تھا کیونکہ گھوڑا باوجود اسکے
 کہ اسپر کوئی سوار نہ تھا جا بجا ٹھوکرین لیتا تھا لہذا ہم لوگ پیادہ پا چلنے لگے اور
 اس پتھر پلے اور ناہموار راستہ کو جہاں بحیرہ ستاروں کی دھیمی روشنی کے اور کوئی شو
 راستہ بتانے والی نہ تھی محض اٹکل پر چل کر تھے رہے اور اپنی خوش نصیبی سے ہاتھ پیر
 ٹوٹنے یا کسی گڑھے میں گرنے سے بچ گئے ترکی سپاہی جو ہماری حفاظت کے لیے
 ہمراہ کیے گئے تھے اپنی بندوبستیں کندھوں پر لٹکائے استقلال کے ساتھ راستہ
 طو کرتے جاتے تھے اس لیے جب کچھ روں کے درختوں سے ایک مقام پر روشنی نظر
 پڑی تو ہمیں اور انکو نہایت خوشی ہوئی کہ خدا خدا کر کے یہ راستہ خیریت سے طو ہوا
 آخر کار ہم ایک احاطہ میں پہنچے جسکے چاروں طرف اونچے اونچے دھس بنے ہوئے
 تھے۔ جیمن خیال ہوا کہ ہم کسی ایسے مقام پر پہنچے ہیں جو عجائب روزگار میں سے ہو
 کیونکہ احاطہ کے اندر دو پتھر کے مکان ایک دوسرے سے ملے ہوئے بنے تھے اور وہاں
 کوئی رہنے والا دکھائی نہیں دیتا تھا آخر ہم بڑے مکان میں رات بسر کرنے کے لیے
 ٹھہر گئے اسکی مکانیت صرف چوبیس فٹ کا مربع ایک کمرہ تھا جو تقریباً چار گز بلند ہوگا
 عجیب بات یہ تھی کہ یہ کمرہ پہاڑ کے اندر تراشا گیا تھا تین طرف دیواروں میں زمین کے

قریب کسی قدر چوڑا چبوترہ ترشا ہوا تھا اور اس چبوترہ پتھر میں محرابیں جنکی بلندی چھت تک تھی قائم کی گئی تھیں۔ اسی وسط کی محراب میں پتھر کا مربع چبوترہ بنا ہوا تھا جسپر دو خط ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے وتر کی صورت کے بنے ہوئے تھے اسکے علاوہ اس کمرہ میں اور کوئی نقش و نگار نہ تھا اور نہ کوئی کتبہ نظر آتا تھا دروازوں کی چوکھٹ چھ فٹ چوڑی تھی بخلاف اسکے دوسرا کمرہ جس میں عربوں کا ایک خانہ ان ٹھہرا تھا ہمارا کمرہ سے چھوٹا تھا اور اسکی صناعی بھی اسقدر اعلیٰ پیمانہ کی نہ تھی نہ اس میں چبوترہ یا محراب بنی ہوئی تھیں بلکہ بالکل سادہ تھا۔

مجھے ان عجیب و غریب مکانات کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کیسے مکانات ہیں اور یہ کس کے رہنے کی جگہ ہو اور وہ کون لوگ تھے جنھوں نے پتھر کو تراش کر انھیں بنایا تھا میں ان مکانات کی بابت آثار قدیمہ کے کسی ماہر سے رائے لو نگا بادی النظر میں مجھ ایسے شخص کو جو اس فن سے ناواقف ہو ظاہر ہو گا کہ یہ پہاڑی مکانات کسی ایسی قوم کے تراشے ہوئے ہیں جو موجودہ باشندگان کے بہت پیشتر اس نخلستان میں آباد تھی اگر یہ کہا جائے کہ سینین ماضیہ میں عربوں کو قصر الحمر واقع اندلس و مسجیدی عقبی واقع قیروان بنانے کی قابلیت تھی پس عربوں نے تعمیر کیے ہونگے مگر یہ امر کسی تاریخ ثابت نہیں ہوتا کہ عربوں نے اپنے زمانہ عرفج و دستکاری میں کبھی پتھر میں تراش کر مکانات بنائے ہیں اور زمانہ حال میں تو صاف ظاہر ہو کہ عربوں کی عمارات کی وہ خوبیاں بھی مفقود ہو گئی ہیں چنانچہ مثلاً مقبرہ مہدی سوڈانی واقع عہد رمان کا ذکر کافی ہو جن لوگوں نے اس بدنام قبہ کو دیکھا ہو وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربوں کا مذاق اور انکی دستکاری کس حالت کو پہنچ گئی ہو دوسری دلیل ان مکانات کے غیر عربی ساخت ہونے کی یہ ہو کہ جو قوم اسقدر محمول ہو کہ اپنے رہنے کے لیے کچی کو ٹھہریان یا زیادہ سے زیادہ پتھروں سے بد قطع جھونپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہ بنا سکے پس ایسی قوم سے یہ امید

نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے کند اوزاروں سے محنت شاقہ اٹھا کر پتھر میں مکان تراشی لے لے کر امیری قطعی رائے یہ ہو کہ جس کمرہ میں میں نے رات بسر کی ایسی قوم کے بنائے ہوئے ہیں جو کسی زمانہ میں شمالی افریقہ کے اندر آباد تھی اور اب مفقود ہو گئی ہو ایسی قوم کا وجود اس امر سے ظاہر ہوتا ہو کہ جا بجا صحرا میں کچھ آثار نظر آتے ہیں جنکو اہل عرب ”بیوت قدیم“ کے نام سے پکارتے ہیں چنانچہ صحرا کے اندر ہو کر جو راستہ غاریاں سے لڑاویہ کو گیا ہو اس راستہ میں ایک مقام ”صین“ کے نام سے مشہور ہو اور تمام ملک طرابلس میں ”اصنام“ کا لفظ اکثر مقامات کے نام کے ساتھ عام طور سے لگایا جاتا ہو چنانچہ جبل مسجد کے قرب وجوار میں جو کانوں اور کنوین واقع ہیں ان کے نام کے ساتھ عام طور سے یہ لفظ بھی شامل رہتا ہو اس لفظ کے معنی ”بتوں“ کے ہیں اور عموماً ایسے مقامات کے نام میں شامل ہوتا ہو جن کے قرب وجوار میں بدو و شکل کے برج یا ایک پتھر کے ترشے ہوئے مینار یا مخروطی شکل کے برج جیسے مانطہ و انگلستان و آئرلینڈ اور بیٹنی (صوبہ فرانس) میں پائے جاتے ہیں واقع ہوں طرابلس میں بھی اسی قسم کے آثار پائے جاتے ہیں جیسے اسٹون ہنج واقع انگلستان میں ایک پتھر کے ترشے ہوئے مینار یا کوننس کاؤنٹی کے عجیب و غریب برج انگلستان میں موجود ہیں۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ یہ قوم ایسے ملک میں جو انگلستان سے مختلف ہو کہاں سے آئی اور زمانہ قدیم میں کیونکر ایسے عمارات تعمیر کیے جو انگلستان کے قدیم عمارات سے مماثلت رکھتے ہیں اصل یہ ہو کہ میری سمجھ میں اس معما کا جواب نہیں آتا لہذا میں اس کا حل اپنے سے زیادہ قابل متجسس لوگوں پر چھوڑتا ہوں صرف اپنا یہ خیال ظاہر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ جس کمرہ میں میں نے شب بسر کی تھی وہ یقیناً کوئی مقبرہ یا عبادت گاہ ہو گا کیونکہ اس کمرہ کی چوکھٹ میں کسی بھاری چیز کو اندر داخل کرنے کے لیے گہرے گدھے بنے ہوئے تھے یہ بھی ممکن ہو کہ دوسرا کمرہ اس عبادت گاہ کے محافظ یا پجاری کے رہنے کے لیے

بنایا گیا ہو۔

بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ ہیدرین لمبا سا سے مصر جاتے ہوئے
اس راہ سے گذرا ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ مذکور اپنے زمانہ میں نہایت
قابل اور علم و دست فرمانر و انتہا۔ اگر حکیم سقراط کا یہ قیاس صحیح ثابت ہو کہ بعد مرنے کے
نیک اعمال کو لوگوں کو پھیلانے بزرگوں سے باتیں کرنے کا موقع ملے گا تو حقیقت میں اس
بادشاہ کی گفتگو نہایت دلچسپ ہوگی کیونکہ اُس نے انگلستان سے لیکر فارس تک سفر
کیا ہو اور قدیم زمانہ کے رومی جبروت و انتظامات کا حال معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا
کیونکہ اُس نے اتنا دور دور از سفر غیر سلطنتوں کے اندر بلا روک ٹوک جو عموماً مسرحدی اور جنگی
کی جگہوں پر کی جاتی ہو باساقی مل کر کیا۔ اُس کے سفر کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ خالی
کوچہ گردی نہیں کی بلکہ جہان سے اُس کا گذر ہوا دہان تھرا بین حمام عبادت کاہن ٹکڑی
مینار اور بڑے بڑے باندہ اور پل تعمیر کرنا چاہا گیا۔ متذکرہ بالا عمارت کے علاوہ
اور بھی بہت بڑی بڑی تعمیریں اس بادشاہ کی یادگار موجود ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ اُس کے
سکہ پر ذیل کے الفاظ یعنی ”دنیا کا بچانے والا“ نہایت موزون تھے۔ طرابلس کے اندر
اکثر رومیوں کے زمانہ حکومت کے یادگار میں میری نظر سے گذرین چنانچہ عنبرہ کے
زمانہ قیام میں میرے خیمہ کے قریب بالو کے ٹیکرے سے ایک عرب رومی دینار
لے آیا تھا اس دینار پر کسی تصویر یا حرفوں کا نشان باقی نہ تھا البتہ شہنشاہ کی
تصویر کسی قدر دھندلی نظر آتی تھی اس سلطنت عظیمہ کی یادگار میں جا بجا غاریاں کی
چوٹیوں پر پائی جاتی ہیں۔ ایک روز کا واقعہ یہ کہ میں بازار سے ٹہلتا ہوا کوئٹہ کی
طرف جا رہا تھا کہ میں نے راستہ میں رومی دینار کا ٹکڑا ایک کنوین کے قریب پڑا ہوا
دیکھا تقریباً آدھ ٹھنڈے کے بعد ایک سپاہی میرے پاس ایک تانبے کا سکہ لایا جس کے
نقش و نگار محفوظ تھے۔ اس سکہ کے ایک جانب کلیل کرتے ہوئے گھوڑے کی تصویر

بنی ہوئی تھی۔ اس سپاہی نے میرے ہاتھ سکھ نہیں فروخت کیا اور نہ میں نے کچھ زیادہ خواہش کی کیونکہ وہ ایسی نایاب چیز تھی لیکن باوجود اسکے کہ میں اُس سکھ کو زیادہ دیر تک دیکھ نہ سکا یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اُس زمانہ کا تھا جبکہ رومی دار السلطنت قسطنطنیہ تھا۔ ترکی مستقر واقعہ غاریان سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کی چوٹی کے اوپر بہت بڑا ٹیکرا ہو جسکی بابت یہ کہا جاتا ہو کہ رومیوں کے زمانہ میں یہ قلعہ تھا چاہے یہ سچ ہو یا جھوٹ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان پہاڑیوں میں رومی سپاہ رہتی تھی جیسے کہ مقام غدیم و دیگر مقامات پر جو فوجی حیثیت سے ضروری سمجھے جاتے تھے سپاہ متعین تھی مقام غدیم رومیوں کے زمانہ میں بہت بڑی تجارت کی منڈی تھی اور یہاں سے سات ہزار کین مختلف سمتوں میں جاتی تھیں ان سب باتوں پر نظر کر کے مجھے یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ زمانہ سابق میں رومی سپاہیوں نے کس قدر کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے ہوں گے اور کس بہت اور مستعدی سے اس ملک پر حکومت کی ہوگی برخلاف اپنے جانشینوں کے یعنی اہل ایتالیا کے جو بیسویں صدی میں اپنی ناقابلیت اور کم ہمتی کا ثبوت دے رہے ہیں۔

ہم صبح کو سات بجے سو کر اُٹھے اور قبل ناشتہ کھانے کے اپنی پہاڑی خواہگاہ سے سیر کے لیے نکلے باہر نکل کر دیکھا تو ہمارے سامنے نہایت خوشگوار منظر تھا چاروں طرف اونچی نیچی زیتون کے درختوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیاں تھیں اور جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے اُس مقام سے دریاے جیرجہاں سو وقت بہت ہی چھوٹا سا چشمہ رہ گیا تھا بہتا ہوا نظر آیا یہ دریا ایک گھاٹی کے اندر سے ہو کر گزرا تھا جسکے کنارے جا بجا کٹے ہوئے نظر آتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی وقت ان گھاٹیوں کے اندر پانی کا دھارا نہایت زور سے بہتا ہو۔ عزیز یہ کے اندر کنوؤں کا میل پانی پینے کی وجہ سے ہم کو چھوٹا چشمہ بہتے ہوئے پانی کا غنیمت نظر آیا۔ کیونکہ

چهار چیز کہ دل می برد کہ ام چہار شراب و سبزہ و آب الی روی نگا
 اس پہاڑی چشمہ کے صاف شفاف پانی کو جوش دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی جیسا کہ
 ہم عزیز یہ میں اپنی بوتلون میں بھر کر رکھتے تھے۔ اور اس پانی میں دم دی ہوئی چاہے
 بہ نسبت عزیز اور زوارہ کے کہیں زیادہ خوش ذائقہ اور مزے میں مختلف تھی۔
 گذشتہ شب کو ہمارے گھوڑے اور خچر کی کچھ زیادہ نگاہداشت نہ ہو سکی لیکن آج اس
 چشمہ کا ٹھنڈا پانی پیکر خوب سیراب ہونے کے بعد ہم نے پہاڑی کے ناہموار راستہ پر
 چڑھنا شروع کیا اس راستہ میں جا بجا پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن پر چلنا
 بہت دشوار تھا مگر بعض مقام پر پہاڑیوں کے دامن میں جہاں ملائم پتھر تھا ایسے عمدہ
 زمین بنے ہوئے تھے جنکے ترتیب وار ہونے سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ انسان کے
 بنائے ہوئے ہیں بعض جگہ یہ بھی تھا کہ راستہ میں سرخ رنگ کی مٹی کے ٹیکے سڑک کے
 کنارے واقع تھے اور پہاڑیوں کے نشیب میں جہاں تک نظر جاتی تھی تمام دامن کوہ ایک
 ہی قسم کی جھاڑیوں سے ڈھنکا نظر آتا تھا۔ ہمارے ہر اہل سپاہی یہ نہایت مشکل
 خدمت انجام دے رہے تھے کہ ہمارے گھوڑے اور خچر کے آگے آگے پہاڑ پر چڑھ رہے
 تھے اور ہمارا اونٹ نہایت سلامت روی سے چڑا ہیان طے کر رہا تھا۔ بعض عرب جو
 ہم سے پہلے روانہ ہو گئے تھے باری باری اپنی بندوقین سر کرتے جاتے تھے میرے
 نزدیک شاید یہ حرکت محض بندوقین کی آواز بازگشت سننے کے لیے کرتے ہونگے
 جب میں آدمی چڑھائی طے کر چکا تو اتفاق سے ایک ترکی سپاہی ملا جو از میرد اسمراء کا
 رہنے والا تھا اور مجھ سے یونانی زبان میں باتیں کرنے لگا وہ اپنے وطن کی سرسبزی
 اور شادابی کو بمقابلہ اس غیر آباد اور بے آب و گیاہ صحرا کے یاد کر رہا تھا نیخص مثل اپنے
 دیگر ہوطنوں کے نہایت سادہ مزاج آدمی تھا اُس نے مجھ سے بے تکلفی کے ساتھ بیان
 کر دیا کہ عزیز یہ سے چار روٹیاں لیکر روانہ ہوا تھا لیکن قریب قریب سب عرب بغیر ونگو

بانٹ دین اسوجہ سے اسکے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہی میرے پاس بھی ایک ہی روٹی بچی تھی یہ سن کر میں نے اسکو نذر کر دی لیکن اُس نے لینے سے قطعاً انکار کیا آخر ش بہت اصرار کے بعد اُس نے قبول کی لیکن اُس میں سے قریب قریب سب اپنے دوسرے ساتھی کو جو ذرا آگے بڑھ گیا تھا اور بھوکا تھا حوالہ کر دی۔

غرض اسی طرح چڑھائی کاٹنے کے بعد ہم چوٹی پر پہنچ گئے اور تھوڑی دیر آرام لینے کے لیے ٹھہر گئے۔ یہاں کا منظر نہایت دل فریب تھا مشرق اور مغرب کے جانب پہاڑیوں کا ناتنا ہی سلسلہ چلا گیا تھا جنگو ایک دوسرے سے سرسبز و شاداب تھا ٹیان جدا کرتی تھیں پہاڑ کے نیچے جنوب کی طرف جبل غاریان اور سمندر کے درمیان حق و دق میدان نظر آتا تھا اس میدان میں یہاں سے جبل زاویہ کی شکل ایک چھوٹے ٹیکرے کی ایسی معلوم ہوتی تھی اور اسکے دہن میں مقام عزیزہ سفید نقطہ کی طرح نظر آتا تھا چونکہ یہاں کی ہوا گرم و غبار سے پاک تھی لہذا ہم شہر طرابلس کو بھی دیکھ سکتے تھے اور اس مقام سے توپوں کی خفیف گرج بھی سنائی دیتی تھی چنانچہ ہمارے قانون ہمارے ایک توپ کی خفیف آواز پہنچی۔

جس وقت میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا اور اس وسیع بالو کے میدان اور پہاڑی درون و نیز پہاڑی ناہموار راستوں کی طرف غور کر رہا تھا جن پر چھوٹے بڑے کنکر تھر چھٹکے پڑے تھے اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر سہ بارہ عساکر عثمانیہ کو ہٹا پڑا تو یہ مقام اُن کے لیے قدرتی قلعہ کا کام دے گا اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی ترکیب سے تو یہاں ان پہاڑیوں کے دہن تک پہنچ جائیگی جب بھی توپ خاں یا رسالہ ان پہاڑیوں میں کچھ کام نہ دے سکے گا اور ایطالی بیادہ فوج کا ذکر ہی بیکار ہو کیونکہ جو سپاہی اس درجہ کے ہوں کہ اپنی خندقوں سے ایسے قلیل دشمن کے مقابلہ میں بغیر کسی فوج ساتھ لیے بلا بری و بحری توپوں کی مدد کے گن بڑھ سکیں تو ایسی فوج سے یہ امید رکھنا فضول ہو کہ

وہ جبل غاریان کے مستحکم مورچوں پر کچھ بھی اثر ڈال سکیگی میرے خیال میں ترک اور عرب فوج نہایت قلیل تعداد میں بزدل ایطالیوں کو برسوں تک قابو نہ پائے دیگی درحالیکہ اس مقام پر پانی اور سامان خورد و نوش بکثرت اور آسانی سے مل سکتا ہے ویٹینو (واقعہ یونان کی لڑائی کا ذکر ہو کہ ترکی روایت فوج نے اپنی جیبوں میں پتھر بھر کر دشمن پر حملہ کیا تھا اسی طرح اگر چند پتھر موقع سے ایطالیوں پر پھینک دے جائینگے تو یہاں بھی ایطالیوں کو پہاڑوں پر چڑھنا نصیب نہ ہوگا اور انکی پیشقدمی روکنے کے لیے کافی ہونگے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہو کہ غالباً اس مقام پر حفاظت ملک کی خاطر ترک اپنے مورچے آخر حالت میں قائم کرینگے لیکن ابھی اسی بات میں شبہ ہو کہ آیا ایطالیوں کو کبھی نصیب نہ ہوگا کہ عثمانی فوج کے موجودہ مورچوں پر قبضہ حاصل کر سکیں اور انکو عزیزہ سے نکالنے میں کامیاب ہوں کیونکہ حال میں بیرتو براس کے مقام پر شکست فاش کھا چکے ہیں۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ کل عثمانی سپاہ رفتہ رفتہ شہید ہو جائینگے اسوقت بھی میرے خیال میں اہل عرب انکا مدد توں تک مقابلہ کرینگے۔

الغرض ہم ایک گھنٹہ تک سفر کرتے رہے اور ایک مقام پر پہونچے جہاں ہر طرف کھیت نظر آتے تھے کھیتوں میں اناج اُگنے لگا تھا اور ہمارے راستے کے دونوں طرف سبکدروں زمینوں کے درخت لگے ہوئے تھے جب غاریان چند میل رہ گیا تو ہم کو تین توپ خانہ کی گاڑیاں ملیں جنہیں دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ چوڑی جیکلی بھاری بھدی وضع کی بنی ہوئی گاڑیاں کیونکر پہاڑی راستوں کو طوکر کے یہاں تک پہونچیں چند روز پہلے میں نے دیکھا تھا کہ چروں پر پہاڑی توپیں غاریان سے عزیزہ پر بیرتو براس کی لڑائی کے پہلے لائی گئی تھیں۔ لیکن ان توپوں کے لانے اور ان گاڑیوں کو کھینچ کر اوپر پہونچانے میں بہت بڑا فرق تھا۔

درہ غاریان کی چوٹی سے لیکر مقام غاریان تک ختینی زمین ہو سب نہایت

سرسبز و شاداب ہوا اور ان لوگوں کے لیے جو صحرا کے بے آب و گیاہ میدان اور زرد بالو دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں نہایت فرحت انگیز ہو۔ ہر طرف سے جنگلی پھولوں کی خوشبوئیں آتی ہیں جسکے سبب سے جا بجا شہد کی مکھیوں کے چھپتے لگے ہیں اور زیتون کے باغوں میں رنگ برنگ تتلیاں اور چڑیاں اڑتی ہوئی اور چھپاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہاں کے جنگل میں بازو شکرہ۔ چنڈول۔ کبوتر۔ گر گرہ اور دیگر اقسام کی چڑیاں دیکھیں یہاں تتلیاں اور دیگر حشرات الارض مختلف اقسام کے مجھے نظر نہیں آئے لیکن رنگین تتلی سب سے زیادہ تعداد میں پائی جاتی تھی۔ اور شام کے وقت ایک نر و تتلی بھی مل گئی۔ میرے پاس کوئی حال یا بوتل ایسی نہ تھی جس میں انکو بند کرتا لیکن چند اقسام کے بوٹ۔ تتلیاں اور دیگر اقسام کے کیڑے میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیے اور طن پونچکرا اپنے دوستوں کو نذر کروانگا۔ امید ہو کہ میرے دوست جو علم حشرات الارض کے ماہر ہیں اس تحفہ سے خوش ہوں گے۔ اس امر کا تو یقین ہو کہ اس ملک کے نباتات و حشرات الارض کی بابت کوئی مکمل تحقیقات نہیں کی گئی ہو گو مصر اور طرابلس میں اس لحاظ سے بہت کم فرق پایا جائیگا لیکن ٹیونس مراکش اور الجزائر کے نباتات و حیوانات یہاں کی بہ نسبت بالکل مختلف ہوں گے۔

میرا خیال تھا کہ قصبہ غاریان کی قطع یہ ہوگی کہ ایک بلند پہاڑی پر ایک کونک بنی ہوگی اور اُسکے گرد و جھوڑیوں میں کچھ لوگ آباد ہوں گے یعنی یہ کہ مثل عزیمہ کے زیتون کے جنگل کے اندر اس پہاڑ کے خوش آب و ہوا مقام پر ایک بستی ہوگی لیکن جب میں وہاں پہونچا تو میں نے خلافت امید نہایت چل پھل پائی اور جب میں بستی کے اندر داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ بڑی بستی ہو جس میں تقریباً دو ہزار آدمی آباد ہوں گے جب میں قریب پہونچا تو دور سے ایک بلند دی پر کونک کی سفید عمارت نظر آئی اور جب میں کونک کی طرف چلا تو مجھے اس بات سے بہت مسرت ہوئی کہ یہاں رات ہونے کے پہلے میں پہونچ گیا

کیونکہ راستہ کے چند گز فاصلہ پر بہت بڑے بڑے غار نظر آئے جنکے گرد کوئی کٹہرا وغیرہ یا کسی قسم کی روک نہ تھی اس لیے اندھیرے میں غاروں کے اندر گر جانے کا اندیشہ تھا اور یہاں کوئی پہرہ دار بھی موجود نہ تھا جو اجنبی مسافروں کو خطرہ سے آگاہ کرتا۔

ان غاروں سے جب میں تھوڑی دور آگے بڑھا تو مجھے ایک ایسی عمارت نظر پڑی جس کا مثل میں نے ملک طرابلس میں آج تک نہیں دیکھا تھا یہ اس صانع کا ابتدائی مدرسہ تھا جسکی دیواروں پر سفیدی پھری ہوئی تھی اور دروازوں وغیرہ پر وارنش کی ہوئی تھی حقیقت یہ ہو کہ اس غیر آباد و مفلوک الحال ملک میں اس قسم کے مدرسے پائے جانا تعجب انگیز تھا اور اس خیال سے حیرت ہوتی تھی کہ حکام نے ابتدائی مدرسوں پر کیونکر دل کھول کر روپیہ صرف کیا میں نے زاویہ کا مدرسہ بھی دیکھا ہو جسکی عمارت بہت بڑے پیمانہ پر بنی ہوئی تھی ایسی بڑی تھی کہ جب میں اس کے احاطہ کے اندر داخل ہوا تو مجھے شبہہ ہوا کہ یہ عمارت اس مقام کے سرکاری دفاتروں کی عمارت ہوگی یہی حال عزیز یہ کا تھا کہ جس بڑے اور ہوادار مکان میں وہاں کا اسپتال قائم کیا گیا ہو وہ مکان دراصل قصبائی مدرسہ کا تھا۔ تعلیم کا ترکوں کو بہت خیال ہوتی کہ سلطان عبد الحمید خان کو باوجود دیگر عیوب کے اپنی قومی تعلیم کا بہت خیال تھا چنانچہ انھوں نے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں میں تقریباً دو سو مدرسے لڑکیوں کے واسطے قائم کیے تھے چونکہ سلطان سابق کا ذکر آگیا ہو اس لیے بطور حجلہ معترضہ کے یہ بیان کیا جاتا ہو کہ مجھے اس بد نصیب سلطان کے بقید حیات ہونے میں بہت شبہہ ہو۔ سلونیکا میں ایک قصر ہو جسکی بابت کہا جاتا ہو کہ سلطان سابق یہاں مقید ہیں مگر میرا یہ سوال ہو کہ آیا کسی شخص نے انکو قید ہونے کے بعد کبھی دیکھا بھی ہو یا نہیں؟ اسی سبب سے مجھے انکے زندہ ہونے کا یقین نہیں ہو۔ غاریاں کے پہاڑی لوگ فرقہ جنسین سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہو کہ سلطان خلیفہ نہیں ہیں اور یہ لوگ تمباکو اور شراب کو حرام

جانتے ہیں اس سبب سے پہاڑی لوگوں کی مسجدوں میں ترک نماز نہیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہاں جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المعظم کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔

غاریان کا مدرسہ آجکل ڈاکٹروں کے قبضہ میں ہے اسکی عمارت کے اندر اسپتال قائم کیا گیا ہے جو تمام سامان ضروری سے آراستہ ہوا اور صدر اسپتال قرار دیا گیا ہے۔ یہاں الزکار رفتہ اور رو بصحت دونوں قسم کے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے نیز جو لوگ بخش میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ بھی اسی شفا خانہ میں علاج کی غرض سے بھیجے جاتے ہیں میرے خیال میں یہ لوگ دشوار گزار پہاڑی راستہ جو تقریباً بیس میل ہو گا اونٹوں پر ہچکولے کھا کھا کر طوکرنے کے بعد یہاں کی غورو پداخت و نیز خوبی آب و ہوا سے خوش ہوتے ہونگے۔ اسپتال سے دوسو گز کے فاصلہ پر کوناک واقع ہے جو شام کی دھیمی روشنی میں دور سے مثل زمانہ قدیم کے قلعہ کے نظر آتی ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ہم چندے ٹھہرنے والے تھے عمارت اسکی نہایت مستحکم ہو گوا اسکے نقشہ میں موزونیت کا لحاظ بالکل نہیں رکھا گیا ہے نہ سطح اراضی کی عمدہ تقسیم کی گئی ہو تاہم اس عمارت کی بے ترتیبی میں خاص حسن پایا جاتا ہے۔ یہ عمارت ایک پہاڑی کے کونہ پر گومہ کے وقت کی جو ڈاکوؤں کا سردار تھا بنی ہوئی ہے سنا جاتا ہے کہ یہ شخص قبل ترکوں کے ملک طرابلس کے متعدد اصلااح پر حکومت کرتا تھا۔ کوناک کا مغربی زینہ پہاڑی کے ایک غارتک چلا گیا تھا جہاں سے آگے جانے کا راستہ نہیں ہے۔ اس مقام سے اُن پہاڑیوں کا منظر نہایت دل فریب معلوم ہوتا ہے جنکا سلسلہ قصر نقرین تک چلا گیا ہے جب ہم غاریان پہونچے تو ہمارا استقبال طاہر بے نامے ایک عربی الاہل افسر نے جو اس مقام کی فوج کا سردار تھا نہایت تپاک سے کیا اور مزید مہربانی یہ کی کہ ہمارے ٹھہرنے کے لیے کئی عمدہ کمرے دیے۔ جب میں اُن کمروں میں داخل ہوا تو مجھے کھڑکیوں میں لوہے کے کٹھرے دیکھ کر خیال آیا کہ اس مرتبہ کرمس کا زمانہ ایک حرم سرا کے اندر بسر کرنا ہو گا۔

ساتھ ہی میرے دل میں یہ خیال گذرا مگر توبہ کسی بری نیت سے نہیں کہ وہ ماہِ جمینین جنگ
 باعث سے بھی یہ تیرہ و تار کمرے منور ہونے کے زمانہ گذرا کہ خاک میں مل گئیں یہاں
 پہونچ کر زمین ثابت ہوا کہ ہماری آمد کا انتظار تھا کیونکہ پھر کافرش اور دروازے و
 میز وغیرہ غرض کل لکڑی کا سامان بوجہ صاف کیے جانے کے اس وقت تک نہ تھا ان
 کمروں کو دیکھ کر ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ حقیقت میں یہ کمرے تمام مکان میں آرام دہ ہیں اور
 بیگمات کے لیے جس زمانہ میں وہ یہاں رہتی ہوں گی نہایت موزوں ہوں گے۔ اس موقع
 پر یہ ذکر کرنا ضروری ہو کیونکہ بیگمات کی بود و باش اور آرام کا ذکر آگیا ہو کہ ترک لوگ
 باوجود پیری لوٹی کے مشکور ہونے کے اس لیے کہ اُسے موجودہ جنگ میں ترکوں کے
 ساتھ ہمدردی کی ہو اُسکے بیانات کو بابت ترکوں کے خانگی طرز معاشرت کے بے
 بنیاد اور غلط ٹھہراتے ہیں اور میرے نزدیک یہ صحیح بھی ہے کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہو کہ
 غیر ملک والوں نے جب کسی قوم کی عورتوں کے قصہ لکھے ہیں تو نہایت مبالغہ سے کام
 لیا ہو اور غلط واقعات بیان کیے ہیں۔ اصل یہ ہو کہ ہر ملک میں عورتوں کی طرز معاشرت
 خود اُنکے اختیار میں ہو پس اگر بیسویں صدی میں ترکی خاتونوں کو اُس قسم کی آزادی ان
 بیسویں میں جو انکی عیسائی بہنوں کو حاصل ہیں تو اس حالت کا سبب یہی ہو کہ وہ بموجب
 رسم و قواعد مذہب اسلام کے اپنی زندگی بسر کرنے میں خوش اور قانع ہیں۔ میں نے اکثر
 انگریزوں کو ترکی خاتونوں کی حالت پر افسوس کرتے دیکھا اور سنا ہو لیکن انھیں یاد رکھنا
 چاہیے کہ اُنکے ملک میں منکوحہ عورتوں کی جائداد والا قانون حال میں جاری ہوا ہی بخلاف
 اسکے یہ صریح حق یعنی یہ کہ ہر عورت اپنی ذاتی جائداد کی مالک کامل ہو ترکی خاتونوں کو
 صدیوں پہلے حاصل تھا۔ اگر ہم درخت اور اُسکے پھل کی مثال لیکر نتیجہ نکالیں تو صاف
 ظاہر ہو جائیگا کہ ان خوش سلیقہ بہادر۔ رحمدل۔ بردبار اور قابلِ وقعت عثمانیوں کی
 مائیں امرائے طبقہ میں خارج از عقل یا چھوڑی لومڈیاں نہیں ہو سکتیں یا غربائے طبقہ میں

مظلوم اور کس مہرپی کی حالت میں پڑی ہوئی بیویاں نہیں کہی سکتیں گو یورپ کے رسالوں اور ناولوں میں ہمارے سامنے اسی قسم کی حالت کے نقشے کھینچے جاتے ہیں مگر ہرگز ان یقین نہیں ہیں۔

الغرض جب ہم ٹھہر چکے اور کھانے سے فارغ ہو چکے تو ہم سے ملنے کے لیے پانچ افسرانے منجملہ ان کے ایک افسر آرخان بے تھا شیخص کچھ انگریزی بول لیتا تھا اسوجہ سے جارے ہمراہی سٹرنزید کو اس سے مل کر بہت خوشی ہوئی ان میں ایک نوجوان ڈاکٹر بھی تھا جو پیرس کے مدرسہ سے حال ہی میں فارغ ہو کر آیا تھا اور اپنے زمانہ طالب علمی میں امراض چشم میں خاص مہارت حاصل کی تھی یہ شخص یہاں کا افسر محکمہ حفظان صحت تھا۔ ان لوگوں کے آنے کے بعد طاہر بے سردار فوج ہم سے ملے آیا اسنے ہماری خدمت کے لیے ایک سپاہی مقرر کر دیا اور جب ہمیں دیکھنے آیا تو زید کے لیے ایک سپاہی کو بھیج کر دو مکمل منگا دیے اس عرب افسر کی مہربانیاں ہمیں اسوقت یاد آئیں جبکہ عذیلات میں ایک دوسرے عرب افسر علی نعیمی نے ہمارے ساتھ بدسلوکی کی جسکا ذکر میں آگے کر دینگا

الغرض جب سب رخصت ہو گئے تو میرے اور زید کے درمیان باتیں نہ ٹھہریں اور تھوڑی دیر انگلستان کے جلسوں کا جو کمرمس کے زمانہ میں کیے جاتے ہیں ذکر رہا بعد ازاں ہم سب سو گئے اور صبح کو اٹھ کر بغرض تفریح و نیز اس خیال سے کہ غاریاں کے حالات دریافت کریں باہر نکلے کونک کے احاطہ میں بہت سے اونٹ جمع تھے اور ہر ایک کے قریب عزیز یہ پوچھنے کے لیے اسباب رکھا ہوا تھا یہ سامان جو عزیز یہ جانے والا تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ اس میں پچاس بڑے بڑے بورے آٹے کے ہیں اور کئی سوین میخزین ہیں۔ مجھے اس بات کے دریافت کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ یہ کارتوس وغیرہ اس پہاڑی مقام پر کہاں سے آئے مجھے جس چیز سے مطلب تھا وہ یہ تھی کہ میں نے انکو بعد دریافت اپنی آنکھ سے دیکھ لیا بعض کبسون پر کچھ الفاظ لکھے تھے اور بعض پر یہ لکھا تھا کہ

”ان کار تو سون میں خود بخود دیکھنے کا خطرہ نہیں ہو اس سامان کو دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ عساکر عثمانیہ جو اس ملک کی حفاظت بمثل جانفروشی کے ساتھ کر رہے ہیں انکو کتنے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہو بمثل تمام مشکلات کے رسد و سامان جنگ کے ہیا کر نے میں کتنی دشواریاں پڑتی ہیں بخلات اسکے ایطالی لٹیروں کو کس قدر آسانیاں ہیں مگر باوجود ان آسانوں کے وہ ان بہادروں پر قابو نہیں پاسکتے۔ ایطالیوں کے لیے ہر طرف کی راہیں کھلی ہیں بند و قون کے کار تو س اور توپ کے گولے جنگ کے داغے کی ایطالی پیدل فوج نہایت شائق ہو جزیرہ سسلی سے جو ہمیں گھنٹہ کے عرصہ میں لائے جاسکتے ہیں لیکن عساکر عثمانیہ کو جیسا اُنکے ایک افسر نے نہایت افسوسناک لہجہ میں بیان کیا کہ ”ہم ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں اور ہمارے لیے سب راہیں مسدود ہو گئی ہیں“ یہ دقت درپیش ہو کہ سامان جنگ و رسد اڑھٹوں آہستہ رواقلوں کے ذریعہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا جاتا ہو اور نہایت پریشانی کا باعث ہوتا ہو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہو البتہ ایک بات اُنکے لیے باعث تسکین ہو کہ حق بیانشا کی بیوقوفی سے گو پچھتر فیصدی سپاہی طرابلس سے بلا لیے گئے تھے مگر سامان رسد و مخیرین نہیں ہٹایا گیا تھا۔ طرابلس کے اندر بہت بڑا ذخیرہ سامان جنگ کا قلعون اور مخیرینوں میں جمع تھا مگر بوجہ اٹلی کی دعو کہ بازی اور کمینہ پن کے جو اعلان جنگ کی قلیل مدت سے ظاہر ہوا ترک اپنے ہمراہ بجز چند میدانی توپوں اور گولوں کے نہ لیجا سکے کیونکہ فی میدانی توپیں گھوڑوں کی بالور کھینچنے کے لیے ضرورت ہوتی ہو اور توپخانہ کا مخیرین لیجانے کے لیے سیکڑوں خچر درکار ہوتے ہیں جو اس وقت بخلت میں مہیا نہیں کیے جاسکتے تھے ہی مجبوری سے ترکوں نے اپنی توپیں چھوڑ دی تھیں اور ایطالیوں نے نہایت فخر کے ساتھ اُن توپوں کی تصویریں کھینچ کر شائع کرائی تھیں اور اُن توپوں کی بابت یہ شائع کرایا تھا کہ ترکوں سے ایطالیوں نے پچھیں کی ہیں ابتداء جنگ سے یعنی جس وقت سے ایطالیوں نے

اس سلطانی صوبہ پر بے سترمانہ حملہ کیا ہوا ایطالی نامہ نگار کسی ترکی توپخانہ کے چھوٹ جانے کو اور اپنے ہاتھ لگ جائے کو ایطالی فتح اور کامیابی تحریر کرتے رہے ہیں اور بوجہ کسی اور طریقہ کی کامیابی نہ حاصل ہونے کے ایسے رکیک واقعات کو نہایت رنگین عبارت میں ظاہر کرتے رہے ہیں۔

کرسمس کی صبح کو اٹھ کر سین نے دیکھا کہ مطلع بالکل صاف ہوا اور دھوپ نہایت تیز ہوا اپنی جائے قیام سے میں چلا تقریباً دو سو گز گیا ہوں لگا کہ مجھے پانچ ایطالی قیدی ملے یہ لوگ ترانوے نمبر پلٹن کے سپاہی تھے اور چند روز جنگ میں شریک ہونے کے بعد اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے میرے خیال میں ماہ اکتوبر کی شکستوں کے بعد یہ پلٹن بطور کمک کے منجمد اور پلٹنوں کے طرابلس بھیجی گئی تھی ان لوگوں کا بیان تھا کہ انکی پلٹن کے دو سو آدمی طرابلس کے پورب جانب کسی مقام پر اتارے گئے تھے جیسے ہی انھوں نے فحشکی پر قدم رکھا عربوں نے حملہ کر دیا اور انکا بیان ہوا کہ ایسا سخت حملہ تھا کہ بجز چند آدمیوں کے جو کشتیوں پر سوار ہو کر لوٹ گئے تھے یا ان پانچ قیدیوں کے باقی سب کو عربوں نے کاٹ کر ڈال دیا۔ مجھے بھی تعجب ہوا اور ان لوگوں کو بھی حیرت ہو کہ عربوں کے ہاتھوں سے کیونکر جان بچ گئی کیونکہ اس زمانہ میں عربوں کو بوجہ قتل عام موقوفہ نخلستان کے نہایت غصہ تھا اور وہ بجائے قید کرنے کے قتل کرنا زیادہ مناسب سمجھتے تھے میرے نزدیک کوئی ترکی افسر یا سپاہی اس موقع پر موجود ہوا گا جسے عین وقت پر جا کر ان لوگوں کی جان بچائی ہوگی بعض موقعوں پر یہ بھی ہوا ہو کہ عربوں کے سخت حملوں کی تاب نہ لا کر ایطالی سپاہیوں نے عالم اضطراب میں کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کیا ہوا اور چلا چلا کر عربوں کو مخاطب کیا ہو کہ ہم مسلمان ہیں اور یہ سن کر سادہ مزاج عربوں نے ان نو مسلموں کے قتل سے ہاتھ روک لیا ہے ترکی افسروں نے ایطالیوں کو عربوں کے ہاتھ سے بچانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا ہو چنانچہ نشاط بے نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو عرب کسی ایطالی کو زندہ گرفتار کر لائے تو

اُسے معقول رقم بطور انعام دی جائیگی میرے خیال میں عربوں کی طبیعت کے لحاظ سے ایٹالیوں کی جان بچانے کی اور کوئی تدبیر اس سے بہتر نہیں ہو سکتی تھی باوجود ان سب تدبیروں کے یہ پانچ قیدی سات ترکی سپاہیوں کی محافظت میں مقام جنگ سے لائے گئے تھے اور جب انھیں غاریان روانہ کیا گیا تو ترکی سپاہیوں کے لباس میں ترکی ٹوپیاں بچھا کر بھیجے گئے تھے یہاں ان کو معلوم ہوا کہ چند روز پہلے سو ایٹالی قیدی فازان کی طرف روانہ کیے گئے ہیں مکن ہو کہ ان قیدیوں کی روانگی میں یہ مصلحت ہو کہ راستہ میں غایا معلوم کرے کہ ایٹالیوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی ہو مگر علاوہ اسکے یہ سبب بھی ہو کہ اہل فازان بہ نسبت دیگر مقامات کے پیٹھ و جفاکش سمجھدار اور مہذب ہیں لہذا اُس مقام پر بمقابلہ اور جگہوں کے قیدی حفاظت سے رہینگے۔ میں نے یہ بھی سنایا کہ پانچ ایٹالی جو غیر فوجی ہیں تجارت کے متعلق تحقیقات کے لیے قبل اعلان جنگ فازان گئے تھے لیکن جب جنگ شروع ہو گئی تو یہ لوگ واپس نہیں آنے پائے کیونکہ حکام نے خیال کیا کہ ان کا کسی جانب روانہ کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

ان پانچ قیدیوں میں سے ایک شخص جو فوج کے اندر سپاہیوں میں نوکر تھا ٹیسٹ فرم کا تھا اسکی تقریر سے ثابت ہوا کہ جنگ کے بہت خلاف ہی اور بیان کرتا تھا کہ اس جنگ کا باعث اٹلی کے مہاجن ہیں جنکی کارستانی سے ملک پر جنگ کی بلانازل ہوئی ہو یہ لوگ اپنی بریکاری اور قید سے بہت گھبراتے تھے مگر ان سب کا بالاتفاق بیان تھا کہ ترک بہت اچھی طرح پیش رفتے ہیں اور انکو وہی خوراک دی جاتی ہے جو عموماً ترک سپاہی پاتے ہیں لہذا ترک سپاہیوں کی خوراک کا تجربہ رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ انکو کھانا بھی بہت اچھا ملتا تھا میں نے اُن سے سوال کیا کہ اگر انھیں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو اپنی خیریت کا خط بھیجنے کی خواہش ہو تو یہاں کے حاکم سے اجازت لیکر وہ میرے ہاتھ بھیج دیں مگر انھوں نے بیان کیا کہ وہ خطوط روانہ کر چکے ہیں۔ ترکوں نے اپنے خرچ سے اُنکے دوستوں

اور عزیزوں کو قیدیوں کی جانب سے تار بھجوائے تھے اور قیدیوں سے وعدہ کیا تھا کہ ٹیونس کے راستے سے اُنکے دوست وغیرہ اگر کوئی تحفہ کمرسمس کے موقع پر بھیجینگے تو پہونچا دیا جائیگا معلوم ہوا کہ نشاط بے نے اسیران جنگ کو خطوط لکھنے کی اجازت مے رکھی تھی اور یہ ڈاک براہ دھبیات اٹلی کو بھیجی جاتی تھی اب تک علاوہ سواصل کے طرابلس کے اندر ترکی حکومت کا انتظام ہوا سوچہ سے جو خطوط ہم لوگ انگلستان روانہ کرتے تھے اُن پر طرابلس کا ملک لگانا پڑتا تھا۔

جب میں غاریان پہونچا ہوں تو میں نے راستہ میں جا بجا گڑھے دیکھے تھے جنکا حال صبح کو معلوم ہوا اس مقام کا نام غاریان (غار گڑھا) ان گڑھوں کی وجہ سے پڑ گیا ہے ان میں ٹراگلو ڈائٹ قوم کے لوگ رہتے ہیں اسپر مجھے خیال آیا کہ آخر کار میں بھی اُس قوم کے ملک میں وارد ہو گیا جسکا ذکر مدتوں سے تاریخوں میں پڑھتا چلا آتا تھا یہاں جس طرف انسان جائے یہ غار نظر آئینگے جن میں سے بعض اسقدر بڑے ہیں کہ طول درگرائی میں ہم فیٹ سے کم نہ ہونگے میں نے دیکھا کہ ان غاروں کی ناہمواریوں میں اندر کی طرف بہت بڑے گڑھے کھدے ہوئے تھے۔ بعض غاروں میں بنسبز سیلا پانی جمع تھا جو میرے خیال میں اس زیر زمین آبادی کے رفع ضروریات میں کام آتا ہو گا اکثر غاروں میں باہر آنے یعنی اوپر چڑھنے کا کوئی ذنبہ نہ تھا لہذا میرے نزدیک باہر آنے کے لیے ان غاروں کے رہنے والوں نے کوئی سُرنگ ضرور کھود رکھی ہوگی کیونکہ دیوارین اسقدر سیدھی ترشی ہوئی ہیں اور مٹی اُنکی ایسی ناستحکم ہو کہ دیواروں پر چڑھ کر باہر آنا ناممکن ہو غاریان میں ٹراگلو ڈائٹ قوم کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اُنکی بابت بیان کیا جاتا ہو کہ وحشی اور درشت طبیعت لوگ ہوتے ہیں اور اپنی قوم والے کے سوا کسی غیر شخص سے خواہ وہ کیسی ہی نیک نیتی سے ملنا چاہے نہیں ملتے خصوصاً اگر کوئی اُنکی عورتوں کو دیکھنا چاہے تو نہایت برہم ہوتے ہیں اس بات پر اکثر ترک سپاہی اُن سے مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنی

بد صورت عورتوں کو غاروں میں چھپا کر اس لیے رکھتے ہیں کہ انھیں کوئی شخص بھگا نہ لیجائے
 چنانچہ مجھ پر یہ نگہری کہ میں ایک غار کے کنارے کھڑا ہو گیا اور جھک کر نیچے کی طرف دیکھنے
 لگا اسپر ایک جوان عورت نکلائی اور مجھے گالیوں دیکر گننے لگی کہ یہاں سے ہٹ جاؤ لیکن
 میں نے غور کیا کہ باوجود گالیوں دینے کے وہ میری جانب دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہی ہو
 کیونکہ اسکی دنیا غار کی چار دیواری تھی اس لیے غیر ملک کے آدمیوں کو دیکھنے کا کیونکر اتفاق
 ہو سکتا تھا میرے خیال میں وہ مجھ کو عجیب اٹھلفت انسان یا بھوت سمجھتی ہو گی۔ تھوڑی دیر
 کے بعد وہ دو عورتوں کو اور بلا لائی جو اس سے زیادہ غصہ و راہ برد زبان تھیں اب ان سب
 مل کر میری طرف چلانا اور دانت نکال کر عجیب عجیب طرح کی شکلیں بنا کر مجھ پر چڑھانا شروع
 کیا انکی بلند آوازوں کو سن کر مجھے خیال آیا کہ ہیر وڈوٹس نے جس کو فن تاریخ کا امام کہنا چاہا
 دو ہزار برس پہلے اس قوم کے حالات کو کس قدر صحیح لکھا تھا اسے بیان کیا ہو کہ اس
 قوم کے لوگ سانپ اور گرگٹ کھاتے ہیں اور نسل دوسری قوموں کے انکی کوئی زبان
 نہیں ہو بلکہ چمکا ڈرون کی طرح باتیں کرتے وقت چون چون کرتے ہیں آخر کار ان
 عورتوں کی کھٹکی کی وجہ سے میں غار کے پاس سے ہٹ آیا اور ایک تپھر کے ٹکڑے پر جو
 منقش تھا اور صورت سے قدیم رومی زمانہ کے کسی مینار کا حصہ معلوم ہوتا تھا آکر بیٹھ گیا
 اور اس زمانہ کو یاد کرنے لگا جبکہ میں ہیر وڈوٹس کی مصنفہ تاریخوں کی سیر کیا کرتا تھا اور
 ان میں ہا علی خزانوں کے حصول پر مسرور ہوتا تھا۔ اس حالت میں مجھے یہ بھی خیال
 آیا کہ اس زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہو کہ قبل مسیح جو تھی صدی میں
 ممالک افریقہ کے حالات دریافت کرنا بہ نسبت اس بیسویں صدی کے زیادہ آسان تھا۔
 ہیر وڈوٹس کی کتاب سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسے اس ملک کے ذہنوں کا حال
 معلوم تھا کیونکہ اس نے لکھا ہو کہ انکی چکیتیاں اس قدر بھاری ہوتی ہیں کہ ذہنوں کے پیچھے
 چھوٹی چھوٹی گاڑیاں لگا دی جاتی ہیں تاکہ انکی ذہین گاڑیوں پر رکھی رہیں۔ اسے یہ بھی

لکھا ہو کہ افریقہ میں بعض وحشی قومیں آباد ہیں جنکے جسم پر بال ہوتے ہیں۔ یہ اصل میں گرہلیا قسم کے بندر بد مانس کا ذکر ہو جسکو کئی صدیوں بعد ڈیوٹشلو ایک سیاح نے دریافت کیا تھا خاص طرابلس کے متعلق ہیر وڈوٹس نے عجیب و غریب قصے لکھے ہیں منجملہ اُنکے ایک قصہ لکھا ہو کہ بنی غازی کے رہنے والے پانچ کم عمر لڑکے اس غرض سے روانہ ہوئے کہ ملک طرابلس میں سیاح مکرین اُنکو یہ معلوم تھا کہ اس ملک میں درندے بکثرت ہیں لیکن نام آدمی کے شوق اور قبل کے سیاحوں سے سبقت لیجائے کی آرزو نے اُنکو سفر سے باز نہ رہنے دیا۔ یہ پانچوں نوجوان انتخاب کر کے روانہ کیے گئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اُس زمانہ میں ایسے لوگ بہت تھے جو اس خطرناک سفر کے اشتیاق میں یحییٰ تھے۔ ان سیاحوں نے بہت دور اندیشی یہ کی تھی کہ اپنے ساتھ پانی کثرت سے لے لیا تھا۔ الغرض مغرب کی جانب چندے سفر کرتے کرتے ایک مقام پر چند درخت ملے اور جب وہ درختوں کے پھل اپنے کھانے کے لیے جمع کر رہے تھے اُنکو بہت سے چھوٹے چھوٹے قد والے آدمیوں نے آکر گھیر لیا اور قید کر کے بید کے جنگلوں میں ہوتے ہوئے اپنے شہر کو لے گئے جہاں کے تمام باشندے نہایت سیاہ فام اور پستہ قد تھے اور جس دریا کے قریب شہر واقع تھا وہ گھڑیا لون سے بھرا ہوا تھا معلوم ہوتا ہو کہ یہ لوگ نوجوان سیاحوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے کیونکہ یہ سب صحیح و سلامت بنی غازی واپس آئے تھے۔ مورخ نے منجملہ اور حالات کے یہ بھی بیان کیا ہو کہ یہ پستہ قد وحشی سب کے سب جادوگر تھے۔ میرے نزدیک یہ وہی جنگلوں اور دلدلوں کے رہنے والے پست قامت لوگ تھے اور وہی دریا تھا جسے زمانہ حال میں اسٹینلی ایک شخص نے دریافت کیا ہو کہ یہ دریا دریائے کانگو ہو اور یہ لوگ جنکے آباؤ اجداد کا قصہ قدیم سرنیکا کے سیاحوں نے بیان کیا تھا دریائے کانگو کے قرب وجوار میں رہنے والے وحشی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہو کہ اسٹینلی پر ان لوگوں نے زہرین بھجائے ہوئے تیردن سے حملہ کیا تھا لیکن وہ پچکر یورپ آ گیا تھا اور اپنے اہل ملک کو

اپنی تحقیقات کے حالات سے آگاہ کیا تھا جہاں پر مین بیٹھا تھا اُس مقام کے قریب چھوٹا سا بالو کا ایک ٹیکرا تھا جسے کسی جانور نے کڈھا کھو دکر کڈھے کے گرد جمع کیا تھا مین نے ایک ترک سے سوال کیا کہ ”یڈ کڈھا کس جانور کا کھو دا ہوا ہو“ ترک نے جواب دیا کہ ”میان ایک قسم کی چیونٹی ہو جو کڈھے کھو دتی ہو“ خیر مجھے اس بیان پر اعتبار نہیں آیا لیکن ساتھ ہی میرا خیال ہیر وڈوٹس کے قصوں کی طرف گیا اُس نے لکھا ہو کہ ”صمرا کے اندر ایک قسم کی چیونٹی ہوتی ہو جو زمین سے سونے کے ذروں کے ساتھ ملی ہوئی بالو کھو دکر باہر نکالتی ہو جس شخص کو حرص دنیا دامنگیر ہوتی ہو اور طبع زمین کل خطرات برداشت کرنے کے لیے تیار ہو تا ہو وہ مین اونٹ اپنے ساتھ لیکر ایسے مقامات کی طرف جاتا ہو مگر اُس شخص کے ہمراہ منجملہ ان تین اونٹوں کے ایک اونٹنی ہونا لازمی ہو جسکا بچہ مکان پر چھوڑ دیا جاتا ہو تاکہ اونٹنی واپسی کے لیے بیتاب رہے قاعدہ یہ ہو کہ جب وقت وہ شخص ایسے مقام پر پہنچے جہاں ہند کرہ بالا قسم کی بالو نظر آئے تو اُسے بہت عجلت کے ساتھ یہ سنہری بالو اپنے اونٹوں پر بار کر لینا چاہیے لیکن اگر اتفاقاً مٹی گرنے سے یا اور کسی طرح سے معلوم ہو جائے کہ چیونٹیاں اپنا خزانہ دیکھنے آتی ہیں تو اُسکو لازم ہو کہ اونٹنی پر سوار ہو کر مکان کی طرف بھاگے۔ وجہ یہ ہو کہ اگر کوئی شخص چیونٹیوں کے ہاتھ لگ جاتا ہو کیونکہ یہ چیونٹیاں بہت تیز دوڑنے والی ہوتی ہیں تو اُسکی جان بچنا محال ہوتا ہو“ نہیں بیان کیا جاسکتا کہ ہیر وڈوٹس نے یہ قصہ کس غرض سے لکھا تھا اور کس جانور کی بابت لکھا ہو ممکن ہو کہ ہیر وڈوٹس سے جس شخص نے ان جانوروں کا حال بیان کیا ہو اُسکا مطلب ایک قسم کے بھیڑیے سے ہو جسکی خاصیت یہ ہو کہ وہ صرف رات کے وقت باہر نکلتا ہو عموماً اس جانور کو آئینٹ ہیر چیونٹی کی خاصیت رکھنے والا بھیڑیا یا زمین میں رہنے والا سور کہتے ہیں جسکا قد معمولی سور کے برابر ہوتا ہو اور جب گھر جاتا ہو اُسوقت گھیرنے والے پر بہت سخت حملہ کرتا ہو ہم مین سے جن لوگوں نے ٹرا سوال کی جنگ میں شرکت

کی ہڈ اُنگویا دھوگا کہ اس جانور کے سوراخوں کی وجہ سے کتنی مرتبہ ہمارے اور ہمارے گھوڑوں کے ہاتھ پیر ٹوٹنے سے بچے میں نے کسی مقام پر دیکھا ہو کہ رومیوں کے زمانہ میں قسطنطنیہ کے اندر ایک جانور اسی قسم کا آیا تھا جس کا حال ہیروڈوٹس نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے ایطالی قیدیوں سے ملنے کے بعد بازار میں کچھ خریدا اُس سے فراغت کر کے انگلستان سے روانگی کے بعد پہلا اتفاق تھا کہ ہم ٹھلنے کے لیے روانہ ہوئے اور زیٹون باغون میں پھرتے پھرتے اپنی جائے قیام پر واپس آئے یہاں آکر ہم نے بہت ہی بُری خبر سنی کہ غاریان کے اندر ہیضہ پھوٹ پڑا ہے سین کوہین بہت حیرت ہوئی کیونکہ غاریان کے ایسے خوش آب و ہوا مقام میں وہاں کا پھیلنا کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد سب معلوم ہو گیا کہ ہم نے سنا کہ عزیزہ سے چار آدمی مبتلا ہو کر غاریان آئے تھے جن میں سے ایک صنّاع ہو گیا ہمارے خیال میں عزیزہ کے ڈاکٹروں کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ اس مرض کے حالات سے بخوبی واقف تھے معمولی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ امراض متعدی کے مریضوں کو ایسے مقام پر خصوصاً صدر اسپتال میں جہاں اس مرض کی بنیاد تک نہ ہو روانہ کرنا عقلمندی اور احتیاط کے خلاف ہو گا یہ کہا جاسکتا ہو کہ ملاک طرابلس میں کسی مقام کو امراض وہائے سے محفوظ رکھنا نہایت مشکل ہو کیونکہ عربوں کی یہ عادت ہو کہ انکو مرض کی ابتدا ہونے کی پردہ انہیں ہوتی اور وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو حرکت کرتے رہتے ہیں چنانچہ زارندیس اور غنیمین ہیضہ محض اسی سبب سے پھیلا تھا سبب یہ ہوا تھا کہ طرابلس سے اس مرض میں مبتلا ہو کر اکثر ساریان آئے تھے جنکی وجہ سے ویا پھیل گئی تھی ان اونٹ والوں کی عادت ہو کہ وہ گرتے پڑتے اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں اور جب مرض اپنا کام کر چکتا ہو تو سرائوں قصبے یا کانوں کے اندر جہاں پہنچ گئے کسی مقام پر جا پڑتے ہیں اور فوت ہو جاتے ہیں پس جہاں یہ حالت ہو وہاں وہاں کے نہ پھیلنے میں کوشش کرنا بہت دشوار ہو مگر غاریان کی حالت متذکرہ بالا اسباب سے جدا تھی کیونکہ یہاں عمداً ان

مریضوں کو بھیجا گیا تھا اسوجہ سے عزیزہ کے ڈاکٹر ضرور قابل اہرام ہین غاریان کے ڈاکٹر کی
 کی یہ حالت ہوئی کہ یکایک بیماری پھیل جانے سے بہت پریشان ہو گئے چنانچہ آہ خان کے
 دوسرے روز میرے پاس آئے اور بوجہ ہیضہ پھوٹ پڑنے کے مجھ سے نہایت اصرار سے
 کہا کہ میں اس مقام کو چھوڑ دوں لیکن میں نے انھیں جواب دیا کہ مجھے ہیضہ سے کوئی
 خوف نہیں ہے کیونکہ میں بغیر جوش دے پانی استعمال نہیں کرتا نہ بازار کی کوئی شوشل خرمہ
 وغیرہ کے جن پر بیماری کے جراثیم کا اثر ہونا ممکن ہو کھاتا ہوں " با انہم مجھے غاریان
 سے روانگی میں غفلت کرنا پڑی کیونکہ اس سبب کے علاوہ دیگر اسباب طوالت قیام کے
 مانع پیش آ گئے پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں غاریان سے سیدھا زادیہ چلا جاؤں تاکہ عزیزہ کے
 اندر سے چکر کاٹ کر تنہا نا پڑے نیز اس طرف سے جانے میں خوبی یہ تھی کہ نئے مقامات کی
 سیر ہوتی خصوصاً ایک مقام سے مجھے خاص دلچسپی تھی جسے صنم (رُبّت) کہتے ہیں یہ مقام
 غاریان سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے یعنی یہ کہ مع اسباب انسان دو روز میں پہنچ سکتا ہے
 اور یہاں پر قدیم زمانہ کے کھنڈر اور دیگر آثار قابل دید ہیں مگر اس جانب سفر کرنے میں بہت سے
 مشکلات کا سامنا تھا اول یہ کہ حملہ اونٹ سرکاری کام میں لگے ہوئے تھے اس لیے کسی شخص
 کو کرایہ کا اونٹ نہیں مل سکتا تھا دوم یہ کہ تمام غاریان میں کوئی گھوڑا یا خچر ایسا نہ تھا جو
 کام دینے کے قابل ہو تا جتنے تھے وہ سب کے سب مویشیوں کے اسپتال میں زیر علاج
 تھے اسوجہ سے ارادہ ملتوی کرنا پڑا اس مقام پر مویشیوں کے علاج کے لیے صدر اسپتال
 قائم کیا گیا تھا اور یہاں کے ڈاکٹر جانوروں کا علاج بہت توجہ اور محنت سے کرتے تھے
 اور ہر وقت اس کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ جانور جلد اچھے ہو کر فوجی مصرف میں آئیں
 علاوہ گھوڑوں وغیرہ کی کمیابی کے ایک مشکل یہ بھی تھی کہ تمام بستی میں کوئی کاٹھی سیر نہ آسکی
 اگر یہ تمام مرحلے طے بھی ہو جاتے اور مجھے کوئی اونٹ کرایہ پر مل جاتا اور میں حسب خواہش ملنے
 زادیہ تک پچاس میل پیادہ پا چلا جاتا جب بھی ایک ایسی وقت تھی جسکا کوئی علاج نہ تھا یعنی

زاد یہ تاک جو شمال مغرب میں واقع ہوا اس راہ سے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہ تھا کیونکہ اس راستہ پر سرکاری آمد و رفت نہ ہونے سے حفاظت کا انتظام نہیں ہو نہ اسوقت میرے ہمراہ چلنے کے لیے پولیس کے سوار مہیا ہو سکتے تھے غرض ان تمام مشکلات کو دیکھ کر گو مجھے افسوس ہوا مگر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور طاہر بے کو اطلاع دیدی کہ میں مجبوراً نکی ہدایت کے معمولی راستہ سے یعنی غزنیہ ہو کر جاؤنگا۔ میں اس نیک سردار اور اسکے مددگار افسروں کی تعریف نہیں کر سکتا کیونکہ انھوں نے باوجود تمام مشکلات اور ذمہ داریوں کے میرے آرام و آسائش کا بے انتہا خیال رکھا چنانچہ جب میں نے نئے راستہ سے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان لوگوں نے میری آرزو پوری کرنے کی بہت کوشش کی لیکن جب مجبور ہو گئے تب افسوس کرتے رہے۔ میں نے بھی یہ مناسب سمجھا کہ اپنے مہربان ہیزبانوں کو کسی قسم کی تکلیف دون یا پریشانی میں مبتلا کروں اگر انکو دشواریاں نہ بھی ہوتیں جب بھی میں یہی کرتا جو اسوقت کیا میں نے ابتدا سے زمانہ سے اپنا اصول قائم کر لیا تھا کہ حتی الامکان ترک کی افسروں کو کوئی تکلیف نہ دوں گا اور جو شخص ان افسروں کی مہربانی اور مہمان نوازی کو دیکھتا وہ کبھی ایسی زیادتی نہ کرتا کہ اپنا قابل برداشت بار ڈالتا کیونکہ ان بہادر سپاہیوں کی حالت نہایت قابل افسوس تھی ایک جانب انکو ہزاروں طرح کی مشکلات کا سامنا تھا دوسری طرف ملک کی حفاظت کا نازک کام انکے سپرد تھا جسے وہ نہایت جانفروشی کے ساتھ انجام دے رہے تھے پس ایسی حالت میں نالائق سے نالائق آدمی بھی اپنی جبر نہ کرنا با اینہم ایک نامہ نگار صاحب کا جو مجھ سے ایک ہفتہ پہلے پہنچے تھے ذکر ہو کہ انکو افسروں نے ایک گھوڑا سواری کے لیے دیا جسے بجائے واپس کرنے کے اپنے مصروف کے لیے مستقل طور سے رکھ لیا دوسرے صاحب کو زوارہ کے سردار فوج نے ایک فوجی خیمہ عاریتہ دیا تھا اور اسکا بھی یہی شہر ہوا۔ اس ذکر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں ان لوگوں پر گھوڑا یا خیمہ واپس نہ کرنے کی وجہ سے کوئی اعتراض کروں بلکہ یہ لوگ میرے دوست اور

دولت علیہ کے میری طرح ہمدرد ہیں لیکن کہنا یہ ہو کہ اولاً ایسی ضرورت کی چیزیں ہاتھ آجانا
 انکی خوش قسمتی ہو دوم یہ کہ انھیں یقین رکھنا چاہیے کہ دنیا میں کسی فوج نے نامہ نگاروں
 کے آرام و آسائش کا اس قدر لحاظ نہیں رکھا کہ کسی نامہ نگار کو اس قسم کی چیزیں مفت
 استعمال کے لیے دیں پہلے سے بڑا نو کا خیال کسی اور جگہ انھیں خواب میں بھی نہ لانا چاہیے
 قاعدہ کی رو سے نامہ نگاروں کے لیے کوئی فوج بجز روزانہ خوراک کے اور کسی چیز کے مہیا
 کرنے کی پابند نہیں ہونہ وہ اور کسی شے کے مہیا کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں ترکی فوج میں مزید
 آسائش یہ تھی کہ ہر نامہ نگار کو نقل و حرکت کی کامل آزادی حاصل تھی گو بوجہ صحت میدان
 جنگ اور قلعہ بابر داری کے اس آزادی کا پورا لطف نہیں اٹھا یا جاسکتا تھا اور حالت
 جنگ کا معائنہ حسب خواہش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں اس موقع پر تر کون کی عالی ظرفی کا
 ایک اور واقعہ نقل کرتا ہوں عزیز یہ میں ایک صاحب تھے جنکی جاے پیدائش ملک شام
 تھی مگر انگریزی رعایا تھے۔ یہ صاحب ایک اخبار کے نامہ نگار ہو کر آئے تھے مگر اخبار کی
 جانب سے انکے پاس باضابطہ سارٹیفکیٹ وغیرہ نہ تھے بعد کو معلوم ہوا کہ یہاں آنے سے
 انکا منشا صرف کتاب تصنیف کرنے کا تھا ان صاحب نے ہندوستان اور دیگر ممالک
 مشرق میں سفر کیا تھا جس وجہ سے انکے معلومات بہت وسیع تھے اور علماً بھی قابل تھے
 لیکن جنگ کا تجربہ مطلق نہ تھا بلکہ حالات و ضوابط جنگ سے بالکل نا آشنا تھے اس نقص
 کے علاوہ انھوں نے فتحی بے کی پارٹی یعنی انجمن اتحاد و ترقی کی سخت مخالفت کی تھی
 اور فتحی بے جو اپنی پارٹی کا بہت سرگرم ممبر تھا ان صاحب کے حالات کو جانتا تھا تاہم
 اس نے ان صاحب کی بڑی خاطر کی حتیٰ کہ ان کو ترکی و چوچون کی سیر کی بھی اجازت دی اس
 شخص کی خوش نصیبی واقعی قابل مبارکبادی ہو کیونکہ اس نے حسب اجازت ترکی و چوچون کی
 سیر کی لیکن مجھے امید ہو کہ وہ ان احسانات کے عوض کوئی دغا نہ کریگا اسکو شکر کرنا چاہیے
 کہ عزیز یہ کے مقام پر ایسے نیک مزاج اور شریف افسروں سے سابقہ ہو اور نہ اسکو ہرگز

یہ سیر نصیب نہ ہوتی اسے یقین رکھنا چاہیے کہ تمام مہذب دنیا میں ایک معمولی نامہ نگار کے ساتھ کبھی ایسا سلوک نہ کیا جاتا جیسا کہ ترکوں نے کیا کسی مقام کے افسر یہ نہ کرتے کہ ایک ایسے نامہ نگار کو جسکے پاس فوج کی ہر راہی کے لیے باضابطہ صداقت نامے نہ ہوں تمام میدان جنگ کی سیر کرنے اور آزادی سے آنے جانے کی اجازت دیتے۔ اس شخص کی حالت دیکھ کر میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ترکی افسروں پر چند اعتراضات کروں میرے خیال میں جو شخص زمانہ حال کی جنگوں میں شریک ہوا ہو اور وہاں کی سخت پابندیوں کا عادی ہو رہا ہو وہ ترکوں کی اس نرمی اور اخلاق سے جو غیر ملک والوں کے ساتھ برتا جاتا ہو کبھی خوش نہ ہوگا بلکہ اسکی قطعی رائے ہوگی کہ نرمی خلاف احتیاط اور ایسا اخلاق دہانائی کی حد سے گزرا ہوا ہو بلکہ یہ اخلاق ویسا ہی مہمل ہو جیسا کہ جاہل قوموں میں بوجہ نادانی کے پایا جاتا ہو جو اپنی بہادری کے نقشہ میں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ ہمیں معلوم ہو کہ یہاں تک کہ وقت ایک قافلہ عنبریزہ کی جانب روانہ ہوگا چونکہ ہمیں ایک اونٹ اسباب کے واسطے مل گیا تھا اس لیے ہم نے بھی روانگی کی تیاری کر دی اتفاق سے اس کا روانہ کا قافلہ سالار نہایت خوش مزاج آدمی تھا شخص فوج میں جمعہ دار تھا اور ڈاکٹروں سے لیکر فوجی افسر تک جنکا وہ ماتحت تھا عزت کرتے تھے چنانچہ سب آفندی کے لقب سے پکارنے لگے تھے میں نے غیر پاس شدہ چھوٹے درجہ کے افسروں میں اس سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں دیکھا ایسا خلیق تھا کہ جب کبھی مجھے ملتا تھا خواہ آدھی رات کیوں نہ ہو فرانسسی زبان میں صبح کا سلام (یعنی بان تورا گوڈ مارنگ) ضرور کہتا تھا کیونکہ اسکو فریج زبان بہت تھوڑی آتی تھی عربوں کے ساتھ اسکا سلوک ایسا اچھا تھا اور ایسی خوبصورتی سے انکو اپنے قابو میں رکھتا تھا کہ عرب لوگ اسکی بہت عزت کرتے تھے اور اس کے احکامات کو بہت سرعت کے ساتھ انجام دیتے تھے الغرض جب ہم تیار ہو گئے تو طاہر بے اور اپنے دوسرے میزبانوں سے

رخصت ہو کر ایطالی قیدیوں سے دو چار باتیں کر کے شمال کی جانب روانہ ہوئے
تھوڑی دور تک ایطالی قیدی ہم پر حسرت آمیز نگاہیں ڈالتے ہوئے پہنچانے آئے
زید صاحب نے اس موقع پر عجیب حماقت کی کہ ان قیدیوں کو بڑے دن کی مبارکباد
دی اور خوش و خرم رہنے کی دعا مانگی مجھے ان سے رخصت ہوتے وقت یہ خیال آیا کہ
ان بیچاروں کو گذشتہ کمرس میں خیال بھی نہ آیا ہو گا کہ انکی آئندہ عید جبل غاریاں کے
اندر ٹرا گلو ڈائنٹ قوم کے ساتھ قید کی حالت میں بسر ہوگی۔

جب ہم نے پہاڑ کے نیچے اترنا شروع کیا تو پھر ہماری نظر کے سامنے وہی
لق و دوق صحرا اگیا اور پھر اسی طرح توہین چلنے کی آوازیں دھیمی دھیمی ہمارے کان میں
آنے لگیں اسوقت ہوا نہایت خوشگوار تھی ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں کے
ساتھ جنگلی پھولوں کی مہک ہر طرف سے آرہی تھی اور دل و دماغ کو تازہ کر رہی تھی
راستہ میں ہم نے دیکھا کہ دو عرب عورتیں ایک جانب سے اور دوسری جانب سے
آتی تھیں جب چاروں دن قریب پہنچیں تو آپس میں ایک دوسرے کو جلدی جلدی پیار
کر کے اپنے اپنے راستہ چلی گئیں چونکہ میں نے آج تک شاہراہ عام پر اس طریقہ کا تپاک
نہیں دیکھا تھا اسوجہ سے مجھے بہت تعجب ہوا مگر میں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ یہ عورتیں
بہت قریبی رشتہ دار ہوں گی۔ انھوں نے حسب قاعدہ بوجہ راستہ کے آپس میں باتیں
نہیں کیں بلکہ جب ہم قریب پہنچے تو اپنی نقاب کھینچ کر اور اچھی طرح منہ بند کر کے ہمارے
قریب سے گزرتیں شام کے قریب ہم فندق پہنچے مگر اس مرتبہ ہم نے دیکھا کہ پھر
کے بڑے مکان میں دو عرب خاندان ٹھہرے ہوئے تھے جو مرد و عورت ملا کر تعداد میں دس
نفر ہوئے اور ان کے ہمراہ کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اگر ہم اسوقت سنگدلی سے
کام لیتے تو ان سب کو نکال باہر کرتے لیکن دو وجہوں سے ہم باز رہے اول یہ کہ عربوں
کے قیام کی وجہ سے وہ کمرہ گندا ہو گیا تھا پس اس میں قیام کرنا بہت مکلف ہوتا دوم

یہ کہ کمرس کی رات تھی لہذا عید کی خوشی میں ہم نے ستانا مناسب نہیں سمجھا اور دونوں آدمی جا کر چھوٹے کمرہ میں ٹھہر گئے جو افسر کے ہمارے ساتھ تھا اُس نے ہمارے آرام ہو جانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ایک عرب کو جو ہمارے بستر کے پائین آکر لیٹ رہا تھا نکال دیا میں نے اُس افسر سے اور اُس کے ہمراہی بچلہ آٹھ کے چار سپاہیوں سے اپنے کمرہ میں سونے کے لیے اصرار کیا آخر کار ہم سب نے کمرہ کے اندر آگ روشن کی اور دھوین سے بچنے کے لیے نیچا بستر بچھا کر لیٹنے کی تیاری کی ہم سوقت بہت بھوکے تھے اس لیے گو ہمارے پاس کھانے کو صرف روٹی مرتبہ اور گوشت کا ڈبہ تھا اور پینے کے لیے فقط چائے تھی تاہم اس کھانے میں ہمیں وہی لذت آئی جو عید کے زمانہ میں ملتی تھی میں اتنی ہی لیکن اسکے بعد جب ہم سونے لیٹے تو تمام رات ایسی گزری کہ یہ عید کی شب ہمیشہ یاد رہیگی اس کمرہ میں حشرات الارض کی بہت کثرت تھی چنانچہ جب ہم لیٹ چکے تب کیڑوں نے کاٹنا شروع کیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا گوشت اُنکی دعوت کے لیے بنایا گیا تھا میرے پاس چار پائی بھی تھی اور اوڑھنے بچھانے کے لیے ایک تھیلیا تھا لیکن مجھے بھی چین نہ ملا ان حشرات الارض کو زمین پر سونے والوں سے تسکین نہ ہوئی تو میری چار پائی پر چڑھ آئے اور تھیلے کے اندر گھس گئے پس میں آنا دشوار ہو گیا غریب زید کی حالت بہت قابلِ فہم تھی وہ برابر کراہتا جاتا تھا اور گالیوں دیتا جاتا تھا ایک مرتبہ زید نے کہا کہ ”غضب ہو گیا! اب یہ کیڑے صندوق پر چڑھنے لگے مجھے اُنکے اڑا کر گرنے کی آواز سنائی دیتی ہو“ میں نے زید کو اوڑھنے کے لیے اپنا بستر بند دیدیا تھا مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا سارے کمرہ میں گالیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں کوئی زمین پر ہاتھ پیر ٹکاتا تھا کوئی اپنی پیٹھ رگڑتا تھا اور کبھی کوئی اپنے جسم کو بار بار کھلاتا تھا جب میں خیال کرتا ہوں تو سلاطین کا کمرس یاد کر کے خصوصیات کے خیال سے اب بھی میرے جسم میں کھلی ہونے لگتی ہی الغرض اب گھنٹہ تک یوں گزرا اسکے بعد زید اور ہمارے ہمراہی افسر کو

برداشت نہ رہی دونوں آدمی کمرے سے نکل بھاگے اور کچھ سوکھی لکڑیاں جمع کر کے آگ روشن کی بیچارے تمام رات آگ کے قریب بیٹھ کر گزار دی اور صبح تک بیٹھے کھجلا یا کیے۔ اُنکے قریب دیوار کے سایہ میں ایک عرب خاندان ٹھہرا ہوا تھا اور سب اس ترتیب سے لیتے ہوئے سو رہے تھے کہ میلان یونیورسٹی میں تھے بعد ازاں چھوٹے بچے چھوٹے بچوں کے بعد جو بچے کہ ان سے بڑے تھے۔

بیچارے زید کی بُری حالت تھی کہ سمس کی رات بُرے طور سے گزر چکی تھی اس لیے اُسے وطن جانے کا شوق پیدا ہوا۔ زید اس اصول کا پابند تھا کہ ہر موسم اور ہر تہوار کو جس طرح سب مناتے ہیں اُسی صورت سے خود بھی منانا اور تہوار میں خوشی کرنا چاہتا تھا۔ مزید برآں گذشتہ شب کا تجربہ چونکہ طبیعت کے خلات ہو چکا تھا لہذا اگلے جانے کا شوق اور تیز ہو گیا چنانچہ اُس نے کہا کہ مجھے اس رات میں کہ سمس کی عید حسب خواہش اپنے منانے کی امید نہیں تھی لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ شب جس میں تمام دنیا خوشی کرتی ہو اور لطف و آسائش اُٹھاتی ہو اُس پر ایسی گد رگی کہ وہ رات کی نیند کو توڑ دینا چاہتا ہوں میں نے مختلف مثالیں دیکھیں اور مذاقیہ فقرہوں سے چاہا کہ اُس کا دل بھلاؤں اگر کوئی ترکیب نہ چلی چنانچہ اراک ٹوٹنے کا مقولہ یاد آ یا کہ ”اگر کسی ہمارا کی مکیان ایک دل ہو جائیں تو بوجہ اپنی کثرت کے چار پائی سے گھسیٹ کر بیچے ڈال سکتی ہیں“ مطلب یہ تھا کہ پھر دیگر خیرات الارض کی کیا شکایت ہو سکتی ہو اُسی ضمن میں کچھ مکیوں کی تعریف بھی کر دی تاکہ اُس کا رنج کم ہو جائے میں نے کہا کہ مکیان اُن کیڑوں سے غنیمت ہیں جنہوں نے رات کو ہماری نیند حرام کر دی تھی کیونکہ سرولفریڈ لاسن کا قول ہے کہ ”کبھی کوئی بُری چیز نہیں ہو بشرطیکہ وہ انسان کے جسم پر بیٹھ کر نہ ستائے“ مگر زید کو لگتا تھا کہ عید کا خیال اور وطن کی حالت سے یہاں کا مقابلہ کرنا کافی تھا وہاں کے

اچھے اچھے کھاتے پھلکے ہوئے جام خوش گپیان صاف صاف بچھونے اور اور صاف
کے لیے ملائم اور گرم مکھون کی یاد اسے یحییٰ کر رہی تھی بہر حال روٹی مرہ کا ناشتہ اور
پیالہ بھر گرم گرم کافی پینے کے بعد اسکی طبیعت درست ہوئی اور بجائے میرے معمولی
مذاق یا فقر و فاقہ کے اس ناشتہ نے اچھا اثر کیا۔ ایک واقعہ اور ہوا جسکی وجہ سے ہم
سب کے سب بے بے بے یعنی یہ کہ فتنی بے کے بھیجے ہوئے دو گھوڑے ہمیں اس
مقام پر پہنچ گئے۔ فتنی بے نے اسوقت وہ کام کیا جو ایک اہل شہد ر دینی نوع
انسان کو کرنا چاہیے تھا۔ ہم فتنی بے کی بدولت صحرا کے اندر پیادہ سفر کرنے سے
بچ گئے معلوم یہ ہوا کہ غاریان کے نیکدل سردار فوج نے ہماری بغیر اطلاع فتنی بے
کو ہمارے پیادہ روانہ ہونے کی بذریعہ تاریخ کر دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رات کو عین
سے گھوڑے روانہ کر دیے گئے اور صبح کو ہمارے پاس پہنچ گئے۔ الغرض ہم تین سب
اپنی پرانی جگہ قیام پر پہنچ گئے مگر میان پہنچ کر ہم نے یہ خبر سنی کہ کل سے عین
وہاکی وارداتیں شروع ہو گئی ہیں اور چوبیس گھنٹہ کے اندر چودہ آدمی ضائع ہو چکے
ہیں اور جس کمرہ میں ہم سوتے تھے اس کے سامنے سے چار آدمیوں کی لاشیں لوگ گھسیٹتے
ہوئے باہر لے گئے ہیں یہ خبر سن کر ہمیں بہت پریشانی ہوئی لیکن تحقیقات سے ثابت
ہو گیا کہ یہ بیماری عین یہ کے پانی کی خرابی سے نہیں پیدا ہوئی ہو بلکہ جو عرب وہاں
فوت ہوئے ہیں یہ لوگ گذشتہ رات کو ایک گاؤں میں ٹھہرے تھے اور سب نے
ایک ہی کنوین کا پانی پیا تھا جسکے پانی میں وہا کا مادہ موجود تھا لیکن باوجود اس ہوت
ہم پہنچنے کے تمام کمپ میں لچل چلی ہوئی تھی اور ہر شخص پریشان نظر آتا تھا اس موقع
پر ہلال امر کے ڈاکٹروں نے نہایت سختی اور مستعدی سے صفائی کا انتظام شروع
کیا تھا ان لوگوں نے بازار سے تمام دوکانداروں اور خریداروں کو کمپ کے باہر
میدان میں نکال دیا تھا کیونکہ یہ سب کے سب نہایت کثیف تھے اور سارا بازار غلیظ

کرتے تھے دونوں کنوون میں پریگنٹ آف پوٹاس کثرت سے ڈلوادیا تھا اور یہ انتظام کر رکھا تھا کہ جسقدر پانی استعمال میں آئے وہ سب جوش دیکر اور جھان کر کام میں لایا جائے گو ناک کے احاطہ سے اونٹوں اور اونٹ والوں کا مجمع ہٹا دیا گیا تھا اور جسقدر کوڑا جمع ہو گیا تھا سب باہر پھینکوا دیا گیا تھا اس انتظام کے بعد کمپ کے اندر حضرت عزرائیل کا گذر موقوف ہو گیا اور جب تک میں ٹھہرا پھر میں نے غاریان اور عزیز کے اندر اس مرض کی شکایت نہیں سنی اس بیماری کا اسقدر جلد شائع ہو جانا اور دفعۃً موقوف ہو جانا تعجب انگیز ہے لیکن خیر جو کچھ ہوا بہتر ہوا ہماری پریشانی رفع ہو گئی ہمارے انتشار کا حال وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو ایسے کمپ میں رہے ہوں جہاں اہل مشرق کا مجمع ہو اور وہاں کے مریضوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو میں پناہ مانگ کر کہتا ہوں کہ ان مریضوں کا تشخّص استفرغ کی حالت ہو نہ ٹھوگی نیلا ہٹا دے موت کے قریب کی غشی اور بعد مرنے کے لاشوں کا لا پرواہی سے دفن کیا جانا خدا کسی کو نہ دکھائے جن لوگوں نے دیکھا ہو وہی سمجھ سکتے ہیں کہ کمپ کے اندر ہیصنہ کی افواہ دل پر کیا اثر ڈالتی ہو۔

ابتداءً جنگ کا واقعہ ہو کہ جب ایطالیوں نے طرابلس پر قبضہ کیا تھا تو انھوں نے بعض طرابلسی عربوں کو جو سلطانی پولیس وغیرہ میں نوکرتھے ملا لیا تھا اور خود نوکر رکھ لیا تھا میری رائے ہمیشہ سے یہی کہ کسی قوم کو دوسری قوم کے ایسے لوگوں سے جو اپنی قوم کے بدخواہ ہوں اودا پنے ہی ساتھیوں سے دغا بازی کریں کبھی کام نہ لینا چاہیے اور میں نے اس طریقہ کو ہمیشہ مذموم اور خلاف ایمانداری خیال کیا ہو حالانکہ ٹرانسوال کی لڑائی میں ہم لوگوں نے یعنی انگلینڈ نے بھی ایسا ہی کیا تھا وہاں ایک جمعیت تھی جسکا نام نیشنل سکاؤٹس (قومی سرفرسان) رکھا گیا تھا انکو ہم لوگ پانچ شلنگ یعنی تین روپیہ بارہ آنہ فی کس یومیہ دیا کرتے تھے مگر

یہ لوگ کون تھے وہی کہنے دغا باز جو اپنے ملک اور اپنی قوم سے پھر گئے تھے اور جب
 انکی قوم پر وقت پڑا تو دشمن بن گئے تھے لہذا ان بد معاشوں کی باضابطہ فوج قائم کرنا
 ہرگز مستحسن فعل خیال نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میرے ایسے
 ملک کی جہاز فوج نے اس امر کو گوارہ کیا کہ ایسے لالچی اور دغا بازوں سے مدد ملی
 مزید برآں محض پر وہ پوشی کے لیے انکا نام نیشنل سکاٹولش رکھا۔ انفرنس کرسس کے
 دن یہ دلچسپ واقعہ ظہور میں آیا کہ چند ترکی گشت کے سپاہیوں نے عین نازہ کے
 قریب نہایت ہوشیاری کے ساتھ دفعۃً پونچکرتین لفرایطالی حماسوسوں کو گرفتار کر لیا
 جب ان لوگوں کو اپنے گھر جانے کا حال معلوم ہوا تو مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے
 ایک انہیں سے جو ایطالی تھا وہ بہن کام آگیا اور یقینہ و قید کر کے عزیز یہ بھیج دیے
 گئے جب عزیز یہ پہنچے تو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حکومت عثمانیہ کے زمانہ
 میں طرابلس کے اندر پولیس میں ملازم تھے بلکہ حسوت وہ گرفتار کیے گئے تھے وہ ترکی
 نیلے رنگ کی وردی بھی پہنے ہوئے تھے صرف فرق یہ تھا کہ کوٹ کے گلے میں بجائے
 ترکی نشانات کے ایطالی حروف ملے ہوئے تھے جب نشاط بے کے کمرہ میں فوجی
 عدالت نے اجلاس کیا تو یہ قیدی نشست کی طرف ہاتھ باندھ کر سامنے لائے گئے ان
 لوگوں کے جرم میں شبہ ہی کیا تھا مگر ضابطہ کی کارروائی کرنے کے بعد پھانسی کی سزا
 سنا دی گئی قبل حکم سناتے کے سپہ سالار نے ان سے پوچھا کہ ”تم نے اپنے ملک کے
 ساتھ بدعہدی کیوں کی اور اپنی قسم جو تم نے سلطان المعظم کے ساتھ وفادار رہنے کی
 کھائی تھی کیوں توڑ دی“ انہیں سے جو شخص کہ سن تھا اسنے جواب دیا کہ میں نے اپنے
 اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے ایسا کیا تھا مگر بعد کو شہادت سے معلوم
 ہوا کہ ان لوگوں کو ایطالی وہی تنخواہ دیتے تھے جو ترکوں کے یہاں سے ملتی تھی لہذا
 یہ عذر بالکل محل تھا دوسرے شخص نے جو سن میں دراکم تھا جواب دیا کہ مجھے کچھ نہیں

میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں اور خود کو عدالت کے رحم پر چھوڑتا ہوں باقی اپنے
گناہ کے واسطے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری مغفرت کرے دونوں قیدیوں
نے نہایت استقلال کے ساتھ تمام کارروائی دیکھی اور کسی قسم کی پریشانی یا ہراس
ظاہر نہ ہونے دیا جب مقدمہ شروع ہوا تو نوجوان شخص نے ایک سگڑ مانگا اور جب
مقدمہ ختم ہوا منراے موت بھی سنا دی گئی اس وقت تک نہایت اطمینان کے ساتھ
سگڑ پیتا رہا اسی رات کو دونوں قیدی ترکی فوج میں بھیجے گئے اور دوسرے
روڑ صبح کو سات بجے دونوں ایک شخص صنعت بنی ہوم میں اور دوسرا فندقی بنی غشیر
میں کھجوروں کے درختوں میں پھانسی پر لٹکا دیے گئے یہ اسوجہ سے کیا گیا تاکہ دونوں
کو عبرت ہو کہ ایسی نازک حالت میں اپنے بادشاہ اپنے مذہب اور اپنی قوم کے
ساتھ دغا بازی کرنے کا یا دوسروں کے جال میں پھنسنے کا اس جانب مائل ہونے کا
یہ نتیجہ ہے۔

سب سے بڑا دشمن ملک اور دغا باز بے ایمان جسونا پاشا ہی شخص مذہب
مسلمان ترکی النسل و حکومت عثمانیہ کا ملازم تھا اس دغا باز نے یہ کوشش کی
تھی کہ اپنے بیٹے کو جو ترکی فوج میں افسر ہو اپنی طرف ملائے مگر اسکو کامیابی نہیں
ہوئی۔ یہ نوجوان افسر طرابلس کو خالی کر کے صحرا کی طرف چلا گیا اور بہادر و سچے
سپاہیوں کی طرح اپنے ساتھیوں کے دوش بدوش لڑتا رہا اس شخص نے حضرت
سلطان المعظم کا حق تک ادا کر دیا اور نہایت افسوس کا مقام ہو کہ بیوقت موت
نے اسے کم سنی کے عالم میں دنیا سے اٹھا لیا چند روز ہوئے کہ بخارا میں مبتلا ہو کر
خاریان کے مقام پر راہی ملک عدم ہوا۔

باب ششم واپسی

جب میں غاریان سے لوٹ کر عزیز یہ پہونچا ہوں تو مسٹر آسلاورڈ بلیکم سے ملاقات نہیں ہوئی معلوم ہوا کہ دونوں آدمی فندق بنی عشیر گئے ہیں۔ سینگز رائٹ صاحب کو کمپ میں موجود پایا مگر وہ بیچارے سخت پشیمین مبتلا ہو گئے تھے جب میں پہونچا ہوں تو کسی قدر افاقہ ہو چلا تھا۔ بیماری کے زمانہ میں اُنکے وفادار نوکر یعنی سلیم نے بڑی خدمت کی تھی زیادہ آرام اُنکو اُس نفیس خیمہ کی وجہ سے ملی تھی جو موسیٰ بے نے عنایت کیا تھا۔ گو مٹھین افاقہ ہو چلا تھا اور بڑا خیمہ بھی اُنکے پاس تھا مگر میں نے علاج دی کہ میری ہمراہی میں عزیز یہ سے روانہ ہو جائیں جب میں نے اصرار کرنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ٹیونس جانے کا ارادہ کر چکے تھے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہاں جانے سے آب و ہوا بدل جائیگی آرام لینگا اور علاج بھی باطینان ہو سکیگا نیز جیسا کہ اُنکا خیال تھا کہ دیگر ضروریات مثل پارچہ و سامان خورد و نوش وغیرہ فراہم کر کے عثمانی کمپ و اسپرل سکینگے۔ سینگز رائٹ صاحب کا ارادہ معلوم کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی کیونکہ خیال ہوا کہ اُنکی ہمراہی کی وجہ سے بہت دل بہلیگا۔ سینگز رائٹ کو اس خبیث مرض نے بہت ضعیف کر دیا تھا تاہم وہ بڑی ہمت سے کام لیتے تھے اور ضعف کی پروا نہیں کرتے تھے مگر میں نے مستقل ارادہ کر لیا تھا کہ اُنکو یہاں سے ضرور ہٹا دینا چاہیے کیونکہ عزیز یہ کی غبار آلود ہوا کی بہ نسبت جس میں مختلف امراض کا مادہ بھی موجود رہتا تھا صحرا کی صاف ہوا اور کھلا ہوا میدان صحت کے لیے نہایت مفید ہوگا۔

سینگز رائٹ کے ایک دوست یعنی شیخ برونی کی مہربانی اور کوشش سے

ٹھے ایک اونٹ بہت مستان یعنی تقریباً ۷۵ پر عربیہ سے بنی خروان پہنچانے کے
 لیے نل گیا دوسرا اونٹ مریض کے واسطے کیا گیا جس پر اس طریقہ سے بستر لگا دیا گیا کہ
 لیٹنے میں آرام ملے غرض ان انتظامات سے فراغت کے بعد دیگر موانعات کی وجہ سے
 ہم تقریباً ۲ بجے روانہ ہو سکے۔ روانگی کے پہلے میں فتی باب سے رخصت ہونے کو
 کو تک کی طرف گیا لیکن وہاں فتی باب کو بخار میں مبتلا دیکھ کر بہت افسوس ہوا مجھے اس
 افسر سے جدا ہونے کا بہت قلق تھا جو اپنے صفات کی وجہ سے اپنی نظیر نہیں رکھتا اور
 اپنے ملک کے ساتھ ایسی وفاداری و جان نثاری کر رہا ہوا ایسی بیش بہا خدمتیں
 انجام دے رہا ہے جن کا اعتراف اُس کے ہم قوم اس وقت بھی کرتے ہیں اور امید ہو کہ آئندہ
 بھی فکر گذار رہیں گے۔ ہلالِ حمر کے ڈاکٹروں سے میں نے فتی باب کا حال پوچھا تو معلوم ہوا
 کہ معمولی بخار ہو کسی قسم کا اندیشہ و علامات طوالت مرض کے نہیں ہیں یہ سن کر کسی قدر
 اطمینان ہوا مجھے امید ہو کہ خدا کے فضل سے وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائیگا۔ گولطالی
 اُس کے مرنے کی جھوٹی دے بے سرو پا خبریں کئی بار اڑا چکے ہیں۔ میرے خیال میں بخار شدت
 آجانے کی وجہ اور بھی ہو میرے دوست فتی باب کو چند روز سے بڑی فکر اور پریشانی
 لاحق تھی یعنی جب سے اُنھوں نے سنا تھا کہ فرانسیسی حکام نے محض عداوتنا ایک
 بہت بڑے قافلہ کو روک رکھا ہے جس پر آٹا طرابلس کے غیر فوجی باشندوں کے لیے آ رہا
 تھا غرض فتی باب بہت منتشر تھے لیکن جیسا کہ آگے بیان ہو گا چند روز کے بعد ہم نے
 اس قافلہ کے متعلق اُنکا اطمینان کر دیا۔ تعجب یہ ہے کہ فتی باب نے باوجود کثرتِ کار
 اور طرح طرح کے انفکارات کے مزید برآں حالتِ مرض کو میری آرام کا خیال کھا اور میری
 سواری کے لیے ایک گھوڑا عزیز یہ سے زوارہ تک پہنچانے کے واسطے عنایت کیا
 علاوہ اسکے یہ بھی ہدایت کی کہ مسٹر گیرٹوٹ جو ہمارے قافلہ کے ہمراہ جانا چاہتے تھے
 اُنکو ہم لوگوں سے طاہر بنے ملائیں۔ میرے خیال میں اگر فتی باب کی جگہ کوئی دوسرا

شخص ہوتا تو اسکاوان انتظامات کی طرف خیال کرنے کا بھی وقت نہ ملتا۔ مسٹر گریٹوڈ کی ملاقات سے ہمیں بہت مسرت ہوئی، انکی وجہ سے ہمارا تمام سفر نہایت دلچسپی کے ساتھ گذریا۔ شخص پوش زبان کا بہت زبردست عالم تھا اور اپنی ایک تصنیف کی وجہ سے جو اسنے اسلام کے متعلق لکھی تھی بہت مشہور ہو گیا تھا۔ شاید یہ بات معدومے چند لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ولند وغیرہ واقعہ پولینڈ میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ گریٹوڈ بھی مسلمان تھا، اسلامی نام سیف الدین ہوا، اس شخص کو پولینڈ کے مسلمانوں سے بہت محبت ہوا اور انکا ذکر بہت جوش کے ساتھ کرتا ہی کہتا تھا کہ مالک مغرب میں پولینڈ کی اسلامی آبادی گویا اسلامی عظمت کا ہر اول ہی مسلمان پہلے پہل مسلمانین کرائیما سے جا کر پولینڈ میں آباد ہوئے تھے بعد ازاں اور بہت سے لوگ ترک وطن کر کے جوہان خانہ جنگیوں کے جو کہ چھوٹے چھوٹے فرمانروائوں کے درمیان ہوا کرتی تھیں مغرب کی جانب چلے گئے تھے اور پولینڈ میں آباد ہو گئے تھے اہل پولینڈ نے ان لوگوں کو بہت کشتادہ مشین کے ساتھ اپنے ملک میں رہنے کی جگہ دی تھی اور اس معاوضہ میں ان لوگوں نے ملک پولینڈ کی حمایت میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا اس عہد و بیان کا نتیجہ ہمیشہ جنگ اور نکلا اور فریقین میں سے ایک کو بھی شکایت کا موقع نہ ملا چنانچہ مسلمانوں نے اپنے نئے وطن کی خدمت جی کھول کر انجام دی اور اپنے نئے ہم وطنوں کے ساتھ نہایت محبت و تپاک سے زندگی بسر کی۔ اہل پولینڈ نے مسلمانوں کے معزز خاندانوں کو اپنے امرا کے زمرہ میں شامل کر لیا اور اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ اہل پولینڈ انکے قیام کو مستقل رکھنا چاہتے ہیں نہ کہ عارضی اپنے صرٹ سے مسجدیں تیار کرادیں جن میں سے پچاس مسجدیں اسوقت بھی مختلف مقامات میں ملک پولینڈ کے اندر موجود ہیں۔ نیز پولینڈ کے عیسائیوں نے عثمانی فوج میں ملازمین کر لیں چنانچہ کرائیما کی لڑائی میں سلطانی فوج کے اندر دوسرے کاسکوں کے اور دہشتیں پولینڈ کے عیسائیوں کی شامل تھیں

جنگ کا خاص نشان یہ تھا کہ انکے جھنڈوں پر ہلال کے ساتھ صلیب بھی بنی ہوتی تھی۔ یہ
 رسالے اور پلٹینین مشہور ایک سلطانی فرج کا ایک جزو ہیں لیکن روسیوں کو ناگوار ہوا
 اسوجہ سے سلطان عبدالحمید خان پر زور ڈال کر سنہ مذکور کی جنگ کے پہلے موقوف کر دیا
 ورنہ کے مسلمان اور عیسائی نہایت دوستانہ زندگی بسر کرتے ہیں چنانچہ مسلمانوں کی عورتیں
 عیسائیوں کے یہاں ہر حالت میں شرکت کرتی ہیں اور میل جول رکھتی ہیں۔ نیز مسلمانوں
 کے بچوں کے عیسائی نام بھی مثل پیٹر اور پال کے رکھے جاتے ہیں۔ اہل پولینڈ میں
 دستور یہ کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو حسب رواج اہل اسلام ”السلام علیکم“ کہتے ہیں
 جس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ”نعم یسوع مسیح تم کو ہمیشہ سلامت رکھیں“ اگر کوئی مسلمان کسی
 عیسائی دوست سے ملتا ہے تو وہ عیسائیوں کا سلام استعمال کرتا ہے اور اگر اُسے کسی
 مسلمان کو جواب سلام دینا ہوتا ہے تو وہ بجائے ”یسوع مسیح“ کے لفظ ”ہمارے پیغمبر
 علیہ السلام“ استعمال کرتا ہے۔ کسی سچے مسلمان کو حضرت عیسیٰ کا نام تعظیم سے لینے میں
 یا انکا ادب کرنے میں تاہل نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام نے
 حضرت عیسیٰ کی خود بہت تعظیم و تکریم کی ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں“
 عیسائیوں کی عادت یہ کہ مذہب اسلام کے متعلق بہت ہی معمولی واقفیت حاصل
 کرنے کے بعد یا ایک آدھ آیت قرآن مجید کی پڑھنے کے بعد خوردون اور رسم ازدواج
 کی بابت فضول گویاں کرنے لگتے ہیں مثلاً ترکوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ لوگ مذہبی
 تعصب سے غیر مذہب والوں پر ظلم کرتے ہیں اور انکا اعتقاد ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں پر
 ظلم کرنا روا ہے“ محض فترا ہے یا اسلام کی بابت یہ کہنا کہ اس مذہب کا اصل اصول و سرور
 کوستانا اور انپر جبر کرنا ہے محض جھوٹ ہے اور تاریخی واقعات کے خلاف ہے کیونکہ قرآن
 پاک کی تعلیم کا منشا بجاے سختی کے دیگر مذاہب کے ساتھ انتہائے نرمی و تساہل ہے
 اور عیسوی مذہب کی بنسبت خواہ کیتھولک فرقہ کی ہو یا پروٹسٹنٹ کی بدرجہا

افضل و اعلیٰ ہو چنانچہ مثلاً یہودیوں کی حالت پیش کی جاتی ہو کہ حکومت عثمانیہ کے اندر ان پر کبھی ایسے شرمناک مظالم اور ان کے ساتھ کبھی ایسی سفاکی نہیں برتی گئی جیسی کہ عیسائی ممالک میں ان بیچاروں کے ساتھ کیا گیا مظالم آرمینیا جو سلطان عبدالحمید خان کے مردہ دور کی بدترین یادگار ہیں اور جن پر میں نے ہر روشن خیال ترک کو افسوس کرتے دیکھا ہو ان کی بنا بھی مذہبی عناد یا مذہبی تعصب نہ تھا کیونکہ یونانی شامی اور دیگر عیسائی قومیں جو آرمینیوں کے ساتھ آباد تھیں ان مظالم سے بالکل محفوظ رہیں انسان کے دل میں پیغمبر آخر الزمان کی عظمت اس وقت زیادہ بڑھ جاتی ہو جبکہ قرآن پاک کی تعلیم کا مقابلہ جس میں مساوات اور آزادی کی روح چھونکی گئی ہو اسی زمانہ کی یا زمانہ مابعد کی عیسائیت کے ساتھ کیا جائے حقیقت میں انسان کو حیرت ہوتی ہو کہ آنحضرت نے اس زمانہ میں کیونکر ان خیالات کی بنا ڈالی بہت زمانہ سے اس وقت تک یہ دستور چلا آتا ہو کہ پیرا محلہ قسطنطنیہ کے اندر جس وقت حضرت مریم وغیرہ کی موتیں عیسائی اپنے تمواروں کے روز جلوس کے ساتھ نکالتے ہیں تو ترکی فوج فوجی طریقہ سے سلامی دیتی ہو یہ فعل محض خلافت کیا جاتا ہو مگر حقیقت احکام قرآنی کے خلاف ہو کیونکہ کسی تصویر یا صورت کی حرمت کرنا بت پرستی کے زمرہ میں آجا یا ہی پس قطعاً حرام ہے لیکن بمقابلہ اس واقعہ کے میں اپنے روشن خیال اور مہذب ملک کی حالت بیان کرتا ہوں کہ چند سال ہوئے جبکہ عیسائیوں کے ایک فرقہ نے عیسائی سلطنت کے پایہ تخت کے اندر ایک مذہبی جلوس نکالنا چاہا تھا اور ایک عیسائی حکومت یعنی ہماری گورنمنٹ نے اسکا نکلنا روک دیا تھا باوجود ان حرکات کے ہمارا حال یہ ہے کہ ہم غیر مذہب والوں کو ظالم اور جاہل بتاتے ہیں میرے نزدیک دوسروں کا تنکاد دیکھنے کے پہلے اپنی آنکھ کا شہتہ نکالنا چاہیے۔

سفر کی تمام کلفت سسٹریژن ٹوٹ کی بھراہی کی وجہ سے جاتی رہی مجھے آنکا طریقہ اپنے ملک کے مشاہیر پر فرما کر نے کا بہت پسند آیا اور معلوم ہوا کہ اُن کے معلومات بہت وسیع ہیں اور وہ ہمہ دان شخص ہیں خصوصاً موسیقی میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنی تمام قابلیت ٹرکی کے موجودہ دور کی ترتیب اور برسوں سے اُس کے متعلق تدریس میں صرف کرتے رہے اور تمام ملک میں گشت لگا کر بذریعہ وعظ و پند و نصیحت لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتے رہے۔

ہمارا واپسی کا سفر عجیب پریشانی سے شروع ہوا کیونکہ سنپگر رات کو سوار کرا کے مین گیز ٹوٹ کے ساتھ گھوڑوں کا دانہ خریدنے ٹھہر گیا۔ اس درمیان مین سنپگر رات کا اونٹ آگے بڑھ گیا اور راستہ بھول کر ایک جانب جنگل میں چلا گیا اور اندر پریشانی اسوجہ سے تھی کہ بجز اونٹ والوں یا نوکر کے اور کوئی حفاظت کے لیے ساتھ دھما الغرض ہم بہترین جوہار پیرانا ٹھہرنے کا مقام تھا پوچھ کر ٹھہر گئے مگر خیریت یہ ہوئی کہ دو گھنٹہ کے بعد سنپگر رات صبح و سلامت آگئے اس عرصہ میں مین نے اُن کے لیے ایک بوتل بکری کا دودھ لے رکھا تھا جو اُن کے واسطے نہایت مناسب غذا تھی۔ مین نے اپنے تمام قیام میں اس مرتبہ تازہ دودھ کی شکل دیکھی ایک عجیب لطیف یہ ہوا کہ مین نے ایک عرب کو گیز ٹوٹ کے بستر کی جانب لیٹنے کی غرض سے ہٹے دیکھا مین نے ذرا سختی کے ساتھ ممانعت کی اور اُس عرب سے باہر جا کر سوئے کو کہا لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ عرب حقیقت میں ہمارا دوست گیز ٹوٹ تھا جس نے ایک بی عبا اس وقت پہن لی تھی جب یہ معلوم ہوا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی مگر میرے نزدیک سردی میں شام کے وقت یہ عبا بہت آرام دہ ہو ہمارے قافلہ میں اور لوگ بھی تھے منجملہ اُن کے دو شخص ٹیونس کے رہنے والے اور ایک فنان کا مدرس تھا جو استنبول واپس جا رہا تھا یہ مدرس صاحب کار تو سون کی بیٹی گلہ میں ڈالے ہوئے تھے اور بار بار

اپنی مادر بندوق چھوٹی چڑیون پر خالی کرتے جاتے تھے لیکن میں نے ایک کو بھی
 گرتے ہوئے نہیں دیکھا تاہم وہ پرہ کا کام بخوبی دیکھتا تھا کیونکہ خواہ بندوق
 چلانے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس میں سپاہیوں کی ایسی پھرتی اور مستعدی ہو الغرض
 ہم سہ پہر کو زراویہ پہنچے اس جگہ کا قائم مقام (افسر یا حاکم صلیح) ایک عربی انسل شخص
 تھا جس نے مجھے بہت عورت اور احترام سے لیا حتیٰ کہ اپنے پاس مجھے اجلاس پر بٹھایا
 اس وقت اجلاس ہو رہا تھا اور بہت سے اہل مقدمہ جمع تھے اس عدالت کو دیکھ کر
 مجھے خیال آیا کہ گذشتہ سشن میں اس کسفر ٹو کے مقام پر جب میں نے بحیثیت مجسٹریٹ
 کے اجلاس کیا تھا تو عدالت میں کس قدر قاعدہ کی پابندی تھی اور کیسا رعب و
 و اب اور خاموشی برستی تھی برخلاف اس عدالت کے کہ جہاں چیخ و پکار اور ہل چل
 کی وجہ سے منڈی کا سماں نظر آتا تھا میں نے دیکھا کہ جب کسی مقدمہ کی پکار ہوتی تھی
 تو جج سے لیکر اہل مقدمہ اور پولیس کے سپاہی تک سب نہایت آواز سے باتیں کرتے
 تھے میری سمجھ میں نہیں آیا کہ خدا معلوم کیونکر قائم مقام نے مقدمہ کو سمجھا اور کیونکر
 فیصلہ سنایا میں دیکھتا رہا کہ دفعۃً ایک بار اس نے اپنی تجویز سن کر سزا کا حکم سنایا اور
 قیدی سے لیکر تمام حاضرین عدالت کا حکم سن کر مطمئن ہو گئے اور ایک جیل کے سپاہی
 نے جسکے پاس ایک بڑی کنجی تھی قیدی کو پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لیے چلا گیا گھنٹہ بھر
 یہ تماشا اور ہرشت مُشت دیکھنے کے بعد میں نے عدالت سے معافی چاہی اور اٹھ کر
 بازار کی طرف چلا آیا تاکہ میدان کی تازی ہوا سے کچھ تفریح حاصل ہو یہاں محمد بے
 کے جو صنعت بنی آدم میں رسالہ فوج کے افسر ہیں آجائے سے بہت خوشی ہوئی ہم
 دو دنوں آدمی فوراً ایک چھوٹے قہوہ خانہ میں قہوہ پینے چلے گئے میں نے دیکھا کہ
 قہوہ خانہ میں شاہ ایدور ڈھفتم کی تصویر لگی ہوئی تھی محمد بے کو میں نے بہت
 بشاش پایا اس نے اپنے بھائی کا خط مجھے دکھایا جو بنخاری میں انور بے کے ساتھ

لڑ رہا ہوا اس خط میں لکھا تھا کہ اٹالیوں پر ایک حملہ آنکی ماتحت فوج نے کیا جس میں بہت سے اٹالی مارے گئے اور ایک سو نفر کے قریب قید کر لیے گئے چنانچہ اس کامیابی حاصل کرنے کے انعام میں سلطان المعظم نے ترقی دیکر محمد بے کے بھائی کو بھی باشی یعنی میجر کا عہدہ عطا فرمایا ہو کافی وغیرہ پینے کے بعد محمد بے نے واپسی کی تیاری کی اور اپنے ہمراہ لیجائے کو کھجور دن کا خوشہ عارف بے کے دکھانے کے لیے منگوا یا کیونکہ عارف بے نے پہلا ہوا کھجور کا درخت کبھی نہیں دیکھا تھا جب خوشہ آگیا تو محمد بے نے بچوں کی طرح اس کے ساتھ کھیلنا شروع کیا اور ان وادین کا قصہ جنکو بھانسی دیگئی تھی بیان کرتا رہا۔

لاوہ میں ہمارے قیام کے واسطے ایک کمرہ جو بہت عمدہ موقع پر تھا اور نہایت آرام دہ تھا تجویز کیا گیا تھا مگر تین جہن افسروں کے دفعہ آجائے سے اعلیٰ تنہائی جاتا رہا غنیمت یہ ہوا کہ یہ تینوں آدمی خوش مزاج اور فلسفہ رائے تھے۔ یہ تینوں افسر پوری فوجی وردی پہنے تھے اس سبب سے میں نے ان سے سوال کیا کہ محکمہ جنگ سے طرابلس کے اندر لڑائی کے زمانہ میں آنے کی انکو کیونکر اجازت ملی کیونکہ فوجی افسروں کو جو بحالت ملازمت ہوں ایسے ملک میں جہاں لڑائی جاری ہو بحیثیت نامہ نگاروں کے کام کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی مگر کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا بلکہ انھوں نے بلا تضرع اقبال کر لیا کہ وہ ظاہر میں نامہ نگار بنے ہوئے ہیں میں نے یہ بھی غور کیا کہ ترکوں کو انکا آنا اچھا نہ معلوم ہوا بلکہ سب لوگ ان افسروں کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے تھے اور پھین رکتے تھے کہ یہ لوگ محض جاسوسی کی غرض سے طرابلس آئے ہیں تاکہ اس بات کا اندازہ کریں کہ ملک میں حفاظت کا کیا انتظام ہو اور ترکوں میں کس قدر مدافعت کی قوت ہو اور ان سب امور کی تحقیقات کرنے کے بعد اپنے ملک واپس جا کر کل حالات کی رپورٹ پیش کریں میری رائے یہ ہے کہ ان افسروں کو

جرمن حکومت نے اپنے ایما سے بھیجا ہوتا کہ میدان جنگ کے صحیح حالات معلوم ہو جائیں کیونکہ آجکل جرمن حکومت کو اس بات کی پٹری ہو کہ کسی صورت سے ترکونکو رمضانہ کرے۔ جرمن والوں کی طرف سے اس زمانہ میں بعض مورایسے پیش آئے ہیں جو ممکن ہو کہ اس کارروائی کی بنا ہوں یعنی اولاً انھوں نے ابتدا سے جنگ کے وقت عین موقع پر ترکون کی مدد سے چشم پوشی کی دوم یہ کہ بعد اعلان جنگ حکومت عثمانیہ کے اندر ایطالی رعایا و حقوق کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا جنکے باعث سے ترکون و رابل جرمن کے درمیان وہ صفائی باقی نہیں رہی جو کسی زمانہ میں تھی۔

جب ہم پہلی بار زادیہ میں آئے ہیں تو کچھ والی سڑک سے رات گئے بستی کے اندر داخل ہوئے تھے اور بوجہ اونٹوں کی آہستہ راوی کے بہت خستہ و پریشان تھے لیکن اس مرتبہ جب ہم زادیہ سے چلے ہیں تو صبح کا وقت تھا اٹھنڈھی ہوا چل رہی تھی اور ہم اسی سڑک پر اونچے اونچے تار کے درختوں کے اندر ہوتے ہوئے جو اس مرتبہ چاندنی میں بھی بہت بھلے معلوم ہوتے تھے روانہ ہوئے ہم نے دیکھا کہ بعض عرب تار کے درختوں میں جا بجا نشانات لگا کر تار کی کمال رہے تھے ہم ٹھہر گئے اور تھوڑی سی تار خرید لی کیونکہ تار کی تار کی محض درخت کا دودھ ہوتی ہو اسوجہ سے پینے میں نہایت شیرین ہوتی ہو اور فرحت بخشی ہو اس دودھ میں بہت جلد خوش آجاتا ہو اور سکر پیدا ہو جاتا ہو میرے نزدیک انگریزوں کو بعد سکر آجانے کے تار زیادہ مرے کی معلوم ہوگی مگر مجھے تازہ رس میں بہت لطف آیا طرابلس کے عرب تار کی بہت کثرت سے پیتے ہیں اور اس کے بہت شائق ہیں مگر میرے خیال میں تار بھی اُنکے یہاں حرام ہو گو قرآن پاک میں بالتحریج تار کی مانعت نہیں کی گئی ہو مگر معاً اس کی حرمت ضرور ثابت ہو ترکون میں طبقہ امرا کا حال بھی یہی ہو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ حرمت شراب کے حکم سے کسی کو واقفیت نہیں ہو مگر متوسط درجہ کے لوگ اور غریب و بامعنا شراب سے پرہیز کرتے

ہیں چنانچہ مجھے ایک واقعہ یاد آیا یعنی جبکہ کرپٹ مین دول عظمیٰ کے متفقہ بیڑے نے ترکی قلعہ مسمار کر دیے تھے تو میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک ترک سپاہی ردیف فوج کاران میں زخم آجائے سے پڑا ہوا ہے اور پانی مانگ رہا ہے میرے پاس تھوڑی سی کرپٹ کی بنی ہوئی شراب تھی جو میں نے اُسکو بلا سوچے سمجھے پینے کے لیے دیدی یہ شخص سقدر بہا سا تھا کہ اُسے بیتاب ہو کر میرے ہاتھ سے کٹورا لیلیا لیکن جب بو معلوم ہوئی تو مجھے فوراً اُپس کر دیا تھوڑی دیر کے بعد میں اُسکے واسطے پانی لے آیا جسے نہایت منطراب کے ساتھ ڈگڈگا کر پی گیا۔

زاویہ سے اُٹھ کر ہم نے عزیمات کا راستہ لیا اور ہمندر کے کنارے کنارے راہ طو کر نے لگے بعض اوقات لہروں کی آوازیں ہم تک پہنچتی تھیں جنکے سننے سے طبیعت میں شگفتگی معلوم ہوتی تھی میرا بے اختیار جی چاہتا تھا کہ اگر وقت ہوتا تو میں دریائے اندر جا کر نہاتا اور تھوڑی دیر پیرنے کا لطف اُٹھاتا ایک جگہ گیز ٹوٹ سے نہر باگیا اور وہ ساحل کی جانب دوڑتا ہوا چلا گیا اور جلدی جلدی پانی میں نہانے لگا اس مرتبہ راستہ میں نئی بات یہ دیکھی کہ یکا یک ایک خرگوش میرے پیر کے نیچے سے نکل گیا اور نہایت تیزی کے ساتھ کودتا ہوا ایک جانب چل دیا طرابلس کے اندر چونکہ جانور کم ہیں اسوجہ سے خرگوش کی ذقن بہت اچھی معلوم ہوئی راستہ میں بھولدار خیرین کی بہت کثرت تھی اور سب میں کلیان آگئی تھیں اور ان جھاڑیوں میں بڑے بڑے پتے نمودار ہو گئے تھے جنکی شکل کروٹن کے پتوں سے ملتی تھی میں نے دیکھا کہ صحرا کے اندر جا بجا سرخ بھولوں کے تنخے لگے ہوئے تھے جنکا منظر بہت ہی دل فریب معلوم ہوتا تھا۔

طرابلس کے اندر سفر کر کے سے معلوم ہوا کہ یہ ملک بالکل گنہامی کی حالت میں پڑا ہوا ہے وغیرہ ملکوں کے لوگ یہاں کے لوگوں کو جانتے ہیں نہ یہاں کے لوگ اور جگہ

کے رہنے والوں کے حالات سے واقف ہیں چنانچہ میں نے تمام راستہ میں دیکھا کہ
 بخلاف ترکوں کے جو کسی نئی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق کبھی ظاہر نہیں کرتے عرب لوگ
 ہر کانٹوں اور ہر قریرہ میں جہاں میرا گذر ہوا میرے گرد جمع ہو گئے اور حالات دریافت
 کرنے لگے اور اگر کسی مقام پر لوگوں نے بات نہ کی تو محض ہٹا دے دیکھنے کے لیے اٹھا
 ہو گئے اور ہمارے قافلہ کو دلچسپی اور اشتیاق کے ساتھ دیکھتے رہے جس مقام پر ہمیں
 دیر تک ٹھہرنے کا اتفاق ہوا وہاں باتیں کرنے کا خوب موقع ملا اکثر عربوں نے بالوں
 میں ہم سے جو تاہیلچون وغیرہ کی قیمت پوچھی عربوں کو روپیہ سے بے انتہا محبت ہو
 اگر یہ مسئلہ صحیح ہو کہ زکریا خرابیوں کی بنا ہو تو حقیقتاً عربوں کی اخلاقی حالت بہت
 گری ہوئی ہوئی ثابت ہوگی کیونکہ عربوں کے درمیان ذرا ذرا سی رقموں پر جھگڑا ہوتا رہتا ہے
 اونٹ والوں کی یہ حالت ہو کہ خفیف رقم کے لیے بھی شکایت کرنے کو تیار ہو جاتے
 ہیں اور ہمیشہ منزل پر پہنچانے کے بعد کثیر انعام کے امیدوار رہتے ہیں اور بہت سختی
 سے مطالبہ کرتے ہیں چنانچہ میں نے عربوں کو دیکھا کہ جب شام کے وقت آگ جلا کر
 تاپنے کے واسطے بیٹھتے ہیں تو خوب باتیں کرتے ہیں مگر بجز روپیہ کے کسی چیز کا ذکر
 نہیں ہوتا ان لوگوں کا اوڑھنا کچھونا سونا جاننا روپیہ ہی ہر وقت فراہم کیا ہے
 بخشش غرض ہر صورت میں روپیہ روپیہ کا ذکر ہوتا ہی اور یہی الفاظ اُعلیٰ زبان
 سے سننے میں آتے ہیں جنہیں سنتے سنتے انسان کی طبیعت عاجز آجاتی ہے جہاں
 دیکھے اونٹ والے اپنی مزدوری کی بابت جھگڑ رہے ہیں جب سنیے تو ٹھنڈوں
 ایک ایک پیسہ پر خواہ مل گیا ہیسا ملنے والا ہو بحث ہوتی رہتی ہو غرض پیسہ انکے دویا
 آئے دن کی لڑائیوں کی جڑ ہی ایک موقع پر ہمارے اونٹ والوں کے درمیان
 یہاں تک بات بڑھی کہ بندوبستیں ہو گئیں یہ جھگڑا ہمارے ہمراہی ٹیونس عربوں سے
 ہو رہا تھا اگر گیزٹوڈ بیچ میں نہ پڑ جاتا تو زیادہ دور تک فوبت پہنچتی وہ چونکہ خود

مسلمان تھا لہذا عربوں کو بہت ڈانٹا اور کہا کہ اُنکو شرم نہیں آتی کہ اُسنے درمیان ایک عیسائی (یعنی مین) موجود دھو جو اُنکا دل سے حامی ہو اور وہ مسلمان ہو کر آپس میں ایک رکیک بات پر لڑتے جھگڑتے ہیں اُسنے اشارہ کر کے کہا کہ دو میل کے فاصلہ پر اٹالین کا جنگی جہاز اُنکو تباہ کرنے کے لیے موجود ہے لیکن اُنکو اب بھی خیال نہیں آتا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہر مسلمان آپس میں متفق ہو کر ایک دوسرے کی حمایت کرے گیزٹو وٹ کی تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا کیونکہ مین نے دیکھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں میں صفائی ہو گئی اور ایک جگہ بیٹھ کر ناشی پینے اور باتیں کرنے لگے عربوں کی حالت بالکل اُن بچوں کی ایسی ہو جن پر تعلیم کا اثر نہیں ہوتا اور وہ ناسمجھ رہتے ہیں مگر ایسے بچے کسی کو اچھے نہیں معلوم ہوتے گو اُن میں مصومیت کیون نہ ہو۔

اس جنگ کے پہلے طرابلس کا حال کس کو معلوم تھا اور دروازہ درخدا لین نہ آویہ یا عزیمات کا نام یورپ میں کسے سنا تھا اور کس کو پوراہ تھی کہ ان مقامات کو اگر اپنی آنکھ سے دیکھے اس میں شبہ نہیں کہ ماوا قفیت کی وجہ کسی قدر حکام کی مخالفت بھی تھی کیونکہ ایسا بھی ہوا کہ اگر کوئی شخص قسطنطنیہ سے فرمان حاصل کر کے اس ملک کی سیر کرنے کو آیا ہو جب بھی غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اندرون ملک میں سفر کرنا دشوار ہو گیا ہے حکام کی جانب سے ہمیشہ یہ عذر پیش کیا جاتا تھا کہ اندرون ملک میں سواری اور سامان بار برداری کی بہت دقت ہے اور یہ کہ مسافر کی حفاظت بوجہ وحشی عرب قبائل کے بہت دشوار ہے پس اس بنا پر ذمہ داری کرنے سے ہمیشہ انکار کیا جاتا تھا ان عذر رات کے کسی قدر صحیح ہونے میں شبہ نہیں مگر اُنکی تہ میں ایک راز بھی پوشیدہ تھا جسکی وجہ سے سیر کی ممانعت تھی قسطنطنیہ اور طرابلس کے حکام ضرور جانتے ہوئے کہ اندرون ملک میں معذنیات کی کانین ہیں جنہیں وہ خود کھودنے اور کام میں لانے کی قابلیت نہ رکھتے تھے مگر ساتھ ہی یہ بھی خواہش تھی کہ غیر شخص ہاتھ نہ لگائے اٹلی کی سوشلسٹ پارٹی

کی یہ رائے ہو کہ یہ تباہ کن اور طاقت آمیز لڑائی ایطالی کے مہاجنون کی لگائی ہوئی ہو چنانچہ اس فرقہ کے لوگوں نے بکثرت آرا جنگ کی مخالفت بھی کی اور اب بھی کرتے ہیں انکا بیان ہو کہ اٹلی کے مہاجن اس بات کے انتظار میں تھے کہ ۱۰ مئی تر کی صوبہ کی دولت سمیٹنے کا موقع ہاتھ آجائے پس یہ جنگ اسی غرض سے شروع کی گئی ہو۔ سوشلسٹ کا کیا ذکر ہو میں نے ایک ایطالی سپاہی کو کہتے ہوئے سنا کہ شخص روپیہ کے لالچ میں یہ جنگ کی گئی ہو اور فتح طرابلس کے متعلق اٹلی میں جو ہرجوش فحش بلند کیے جاتے ہیں ان میں طبع زر کی بو آتی ہو خلوص نہیں ہو۔ نیز اس جنگ کے باقی زیادہ تر کمپنیاں قائم کرنے والے مہاجن ہیں یا بالکل وادی رومہ (روم کا بنک) کے حصہ داران ہیں۔

موجودہ جنگ کے علاوہ اور بہت سی جنگیں اسی بنا پر ہوئی ہیں اس لیے میرے خیال میں یہ مسئلہ کہ تواریخی واقعات میں توار دہوتا ہو صحیح ہو لہذا اگر کوئی کتاب اس مضمون پر لکھی جائے یعنی جنگ کے ساتھ دولت کا تعلق تو ایسی کتاب سے بڑے بڑے پوشیدہ راز ظاہر ہو جائیں گے۔ قاعدہ ہو کہ جب کثیر دولت کی طمع دامنگیر ہوتی ہو تو انسان ہر قسم کے حرکات کرنے کو تیار ہو جاتا ہو مثلاً اٹلی اور قزاقوں کو وینز مہاجنون کو زر کی طمع دامنگیر ہوتی ہو مگر حصول کا طرز جدا گانہ ہو ٹرا کو اپنے طریقہ کے بموجب دوسروں کو مار پیٹ کر بلجائی لیکر روپیہ حاصل کرتا ہو اور سنگدل مہاجن اپنے ملک کے سپاہیوں سے اسی قسم کا ٹوکہ ڈلاتا ہو۔ البتہ دونوں میں صرف اتنا فرق ہو کہ ایک گروہ اپنے ہاتھ سے قتل و غارت کا کام کرتا ہو اور دوسرا گروہ سپاہیوں کے ذریعہ سے حرص و طمع کی آگ بجھاتا ہو۔ یہ تجارت اور مہاجنی پیشہ لوگ ایسے سنگدل ہوتے ہیں کہ انکو عورتوں کے بیوہ ہونے بچوں کے یتیم بن جانے اور آدمیوں کی جانیں ضائع ہونے کی کچھ پروا نہیں ہوتی انھیں ذرہ برابر لوگوں کی بیماری یا جنگ کے

تکلیفات اور نقصانات کی طرف بلحاظ اپنی آئندہ منفعت کے خیال نہیں ہوتا ہمیں اپنے یہاں کا تجربہ ہو کر اڑا سوال کی لڑائی میں بیس ہزار سپاہیوں کی جانبین صنائع ہوئیں اور بوڑھوں کی طرف ہزاروں مرد عورتیں اور بچے میدان جنگ اور اسپتالوں میں یا کمپوں کے اندر مر گئے سیکڑوں مکانات اور کھیتیاں تباہ کر دی گئیں جسکی وجہ سے بوڑھوں اور انگریزوں کے درمیان باوجود ہماری گورنمنٹ کی کوششوں کے سخت دشمنی پیدا ہو گئی تھی اور اب بھی ایسی لیکن ان مہاجنوں پر جنہوں نے اس لڑائی کی بنا ڈالی تھی کچھ اثر نہیں ہوا۔

والپسی کے وقت ہم نے نہ غنہ لین چھوڑ دیا اس سبب سے ہمیں ترکوں اور عربوں کے درمیان تمیز کرنے کا نیا موقع ہاتھ آیا میں نے اپنے تمام سفر میں کسی ترک سپاہی کو انعام مانگتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ کبھی انکی روش سے ثابت ہوا کہ انعام کا خیال بھی دل میں آتا ہوا اکثر ایسا ہوا کہ بعض سپاہیوں نے لوگوں کو راستہ بتا دیا گو یہ کام انکے سپرد نہ تھا مگر کبھی انعام نہیں مانگا۔ لیکن یہ خلاف ترکوں کے طرابلسی سوار جو حفاظت کے لیے ہمارے ہمراہ تھے بڑے ہی بد معاشر اور چور کے واقعہ یہ ہوا کہ جب ہم چلنے لگے ہیں تو چار روز کا دانہ گھوڑوں کے لیے خرید لیا تھا۔ میرے گھوڑے کے پٹھے سو جے ہوئے تھے لہذا میں نے زور دیا کہ اپنے جانور کے خیال سے زیادہ حصہ راہ پیادہ طر کیا و نیز میری عین خواہش تھی کہ میرے اور دیگر ساتھیوں کے گھوڑوں کو دانہ دیا جائے اور منزل طر کرنے کی وجہ سے ضرورت بھی تھی مگر مجھے یقین ہو کہ گھوڑوں کو مٹھی بھر بھی دانہ نہیں دیا گیا کیونکہ روانگی کے دوسرے روز صبح کے وقت معلوم ہوا کہ دانہ کا پتہ نہیں ہی میری رائے میں دانہ چرانے والا ان پولیس کے سپاہیوں کے سوا اور کوئی نہ ہو گا معلوم ہوتا ہوا کہ ان بد معاشروں نے کسی عرب کو ٹھہرا رکھا تھا اور رات کی تاریکی میں اس کے ہاتھ سارا دانہ فروخت کر ڈالا جب میں نے دریافت

کیا تو ان میں سے ایک سوار نے کہا کہ اُسے بورہ کا بورہ گھوڑوں کو کھلا دیا چونکہ
 اُس کا بیان بالکل جھوٹ تھا اسوجہ سے میں نے اور گیز ٹوٹنے سے زاویہ پر دو ٹکڑے
 کو اطلاع کر دی جس پر وہ سوار گرفتار کر لیا گیا شاید کوئی زمانہ ایسا آئے جبکہ قومی اتفاقی
 دور ہو کر بگاڑتلی اور کچھتی کا رواج ہوا اور مخالفوں کا فیصلہ شمشیر کے ذریعہ سے
 مہذب دنیا کے اندر واقع ہونا بند ہو جائے اگر حقیقت ایسا وقت آئے تو اُس زمانہ کے
 اخلاقی تعلیم دینے والوں اور مصنفوں سے میری التجا ہو کہ جب اپنے اسلاف کی بدکاریوں
 اور بے رحمیوں کو برائیت کر کے بیٹھیں اور اُن کے اعمال کے خراب نتائج دکھا کر افسوس
 ظاہر کریں تب جانوروں کو نہ بھولیں یعنی جہاں انسانوں کی تکالیف کا ذکر کریں وہاں
 جانوروں کی مصیبتیں بھی بیان کر دیں جنکی حالت زمانہ جنگ میں نہایت درد انگیز ہوتی
 ہو کیونکہ آج کل کی فوج کا جس راہ سے گزر جوتا ہو تمام راستہ میں مرے ہوئے یا قریب
 المرگ جانور نظر آتے ہیں گویہ کہا جاسکتا ہو کہ بوجہ فوجی ضروریات اور مجبور یوں کے
 جانوروں پر مصیبت پڑتی ہو جس کا کوئی علاج نہیں ہو۔ طرائق سوال کی لڑائی میں میں نے
 دیکھا کہ جانوروں کی طرح بعض اوقات انسانوں پر وہی آفت نازل ہو گئی مثلاً جب
 بلوفاشین پر دھاوا ہوا ہو تو بوجہ کمی رسد کے سب کو خوراک کم دی جاتی تھی نتیجہ یہ ہوا
 تھا کہ انسان اور جانور سب ایک طرح کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے بعض موقع ایسا بھی ہوتا
 ہو کہ جانوروں پر زیادہ مصیبت پڑتی ہو جیسا کہ عربوں کے درمیان بلا ضرورت سختی اور
 سید روی برتی جاتی ہو۔

جب ہم زاویہ سے روانہ ہونے والے تھے تو ابھر گھرا ہوا تھا اور آسمان پر کانے
 کالے بادل پھیلے ہوئے تھے لہذا احتمال تھا کہ بہت زور کی بارش ہو اس وجہ سے
 سنپکڑاٹ نے زاویہ میں ایک روز اور قیام کیا میں نے بھی یہی مناسب خیال کیا کیونکہ
 اُن کے پاس برساتی نہ تھی پس ممکن تھا کہ بھیننے کی وجہ سے مرض عود کر آتا اور جو کچھ صحت ہو چکی

تھی اسکا اثر جاتا رہتا سنپکڑ رائٹ کو قوت آچلی تھی اس لیے مجھے امید تھی کہ وہ اور انکا نوکر بنی غردان میں آملیں گے اور بہن پھر لطف صحبت حاصل ہوگا۔ لیکن افسوس ہو کہ جب میں بنی غردان سے آگے بڑھا ہوں اسوقت تک وہ نہیں آئے تھے خدا کرے کہ اسکا سبب طول مرض نہ ہو۔

عجیب بات یہ ہو کہ جتنے ساحلی مقامات طرابلس کے غرب میں واقع ہیں ہر مقام پر بالو کے ٹیکرے ضرور پائے جاتے ہیں لیکن سب مقاموں سے زیادہ غزلیات میں ہیں چنانچہ ان ٹیکروں کی وجہ سے مسافروں کو بہت تکلیف ہوتی ہو کیونکہ تمام راستہ طو کرنے کے بعد حالت خستگی و پریشانی میں جب بستی کے قریب ان ٹیلوں پر چڑھنا پڑتا ہو اور جانوروں کو نرم بالو کے اندر چلانا پڑتا ہو تو انتہائے مصیبت معلوم ہوتی ہو خصوصاً جبکہ ہوا چلتی ہو اور ریت اُڑا کر چہرے پر پڑتی ہو۔ اگر کسی بستی کے قریب ریت اُڑ کر آنکھوں میں پڑ جائے تو اندیشہ رہتا ہو کہ آبادی کے اندر کی خاک پڑنے سے امراض چشم نہ پیدا ہو جائیں کیونکہ بستی کی خاک میں امراض کا مادہ موجود رہتا ہو چنانچہ جنگ سوڈان کے زمانہ میں یہ ہو چکا ہو کہ منہ اور آنکھوں کے اندر بالو پڑنے سے امراض پیدا ہو گئے تھے اکثر یہ ہوا کہ حلق کے اندر دانے پڑ گئے۔ اس مرتبہ عزیلات کے مقام پر عجیب لطیفہ ہوا ہمارے قیام کے لیے دینی کمرہ تجویز ہوا جس میں ہم بیشتر ٹھہر چکے تھے یہاں پہونچکر ہم نے کھانے کا انتظام شروع کیا آخر ش کھانا کھانے کے لیے بیٹھے کہ اتنے میں ایک سپاہی ہاتھ میں کشتی لیے نمودار ہوا جس پر فستونیون میں انڈے بکری کا سالن اور ایک بڑی پیٹ میں بہت عمدہ کپے ہوئے چاول رکھے تھے ہم نے سب چیزیں رکھ لیں اور بلحاظ اس امر کے کہ یہ کھانا کمان سے آیا اور کس نے بھیجا ہو بلا تکلف کھانا شروع کیا ہم لوگ آدھا پیٹ کھا چکے تھے کہ ایک جبرجسکو ہمارے ساتھ بیٹھوں میں کوئی نہیں جانتا تھا

کمرہ کے اندر داخل ہوا اور ہم سب سے ملا اور فرانسیسی زبان میں بغرض تعارف بیان کرنے لگا کہ کسی جرمن اخبار کا نامہ نگار ہی اور بصوری بھی جانتا ہی۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ علیٰ فہمی باب ایک ترک کی افسر کے ہمراہ یہاں آیا ہی اور اُسے آئے ہوئے صرف دو گھنٹے گزرے ہیں۔ جب وہ یہاں پہونچا تھا تو ایک عرب کو سوار و پیہ اس غرض سے دیا تھا کہ کچھ گوشت و جنس وغیرہ خرید کر اُس کے لیے کھانا تیار کرے لیکن اس وقت سے اس عرب کا پتہ نہ کہیں کھانے کی صورت نظر آتی ہو نہ دام واپس ملے ہیں۔ کہنے لگا کہ اُسے مجبور ہو کر کچھ ناشتہ فوجی افسروں کے ہوٹل میں کر لیا ہو لیکن شکم سیر ہو کر نہیں کھایا۔ اس کہنے پر مجبوراً ہمیں بلانا پڑا لیکن اس وقت اپنے ساتھ کسی کو کھلانا اور اس گروا کر کم کھانے میں دوسرا شریک پیدا کرنا بہت شاق گذرا اس وجہ سے ہم نے معمولی طریقہ سے اپنے نئے میہمان کو بلایا زیادہ اصرار نہیں کیا کیونکہ مجھے خیال تھا کہ یہ شخص ناشتہ کھا چکا ہو اور ہم نے اس وقت تک کچھ نہیں کھایا ہو۔ علاوہ اس بات کے ایک سبب اور اصرار کرنے کا تھا یعنی یہ کہ کھانے کی مقدار اس قدر کم تھی کہ چار بھوکے آدمیوں کے لیے درحالیکہ وہ راہ چل کر آئے ہوں بالکل ناکافی تھا لیکن ہمارے مہمان نے معمولی تقریب کو غنیمت جان کر شرکت کر لی اور کھانے سے فارغ ہوئے کے بعد ہمارا سب کا بہت شکریہ ادا کیا چلتے وقت بہت اصرار سے مجھے ایک ڈبیر سکرٹ کی دیکھایا۔

دوسرے روز صبح کو میری آنکھ ایک ٹونون کی اذان سے کھل گئی یہ شخص لیبیا خوشنواز تھا کہ میں نے اجتک ایسی عمدہ آواز نہ سنی تھی۔ یہاں سے روانگی کے پہلے علیٰ فہمی بے ہم سے ملنے آئے یہ شخص عربی نسل ہی اور ترک کی اشات افسروں میں صرف یہی عرب قوم کا ہو۔ ترکی فوج میں قاعدہ ہی کہ افسروں کی ایک جمعیت مستقل رہتی ہو یہ شخص بھی اسی جمعیت کا تھا مجھے تمام ترک افسروں میں اس شخص کے سوا اور کوئی کج خلق

اور لاپرواہ آدمی نہیں ملا۔ ہم نے علیٰ فہمی سے کہا کہ ایک پولیس کا سوار زوارہ تاک راستہ
 بتانے کے لیے ہمارے ہمراہ کر دیا جائے لیکن وہ ایسا گستخ تھا کہ اُسے سردار فوج
 کو انکار کرتے پر مجبور کیا اور سمجھایا کہ سوار ہمراہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسرا واقعہ
 یہ گذرا کہ گذشتہ رات کو ایک دغا باز عرب سوار نے گیز ٹوٹ سے تین روپیہ کے
 قریب گھوڑوں کا دانہ خرید نیکے واسطے لیے صبح کو معلوم ہوا کہ سوار مع دام غائب ہو گیا
 ہوا اور گھوڑوں کو دانہ وغیرہ کچھ نہیں ملا ہی۔ ہم نے اس واقعہ کو علیٰ فہمی سے بیان کیا مگر
 ربحائے اسکے کہ وہ اس عرب کا نام اپنی یادداشت میں لکھتا جیسا کہ ایک افسر نے پہلے
 چور کی بابت کیا تھا وہ اس بات سے بہت مسرور نظر آیا کہ عرب نے گیز ٹوٹ کو لوٹ لیا
 انفرض علیٰ فہمی کی حرکتیں نہایت قابلِ نفرت تھیں اور اُسکا مزاج بہت چیز چڑا ہوا
 تھا۔ چنانچہ اُسکی مزاجی حالت اسی بات سے ظاہر ہوتی ہی کہ اور افسر علیٰ فہمی سے دو
 مہینہ پہلے میدان جنگ پہنچ گئے تھے اور وہ اب بشکلِ تمام آیا تھا یا یون کہنا چاہیے
 کہ میدان جنگ تک آنے کی تکلیف گوارا فرمائی تھی۔ میرے نزدیک وہ اسوقت آتا
 جبکہ وزارت جنگ کی طرف سے فتحی باب دالے عہدہ پر اُسکا تقرر عمل میں آتا کہ وہ
 فتحی باب کے تقرر میں فہمی کے نزدیک یہ سقم ہو گا کہ فتحی غیر ملک کا رہنے والا ہو یعنی
 طرابلسی نہیں ہی۔ دوسرا امر قابلِ تسکایت یہ ہو گا کہ ترکی افسران اسات کو اغیار کے
 تقرر کا اسوقت تک حق نہ تھا جب تک کہ فہمی باب جیسے قابلِ فسر کو کوئی خدمت سپرد نہ
 کر دی جاتی کیونکہ جو بملکی ہونے کے وہ زیادہ حق رکھتا تھا۔

عین علیٰ فہمی کی حرکتوں سے جو طرابلس کا باشندہ تھا اور چھوٹی حیثیت کا آدمی
 تھا مگر اب برسرِ عروج ہو گیا تھا نہایت رنج پہنچا ہمارے نزدیک یہ رنج حق بجانب تھا مگر
 ساری کلفت ایک لطیفہ کے سبب سے دور ہو گئی عین اسوقت جبکہ ہم سوار ہو رہے
 تھے معلوم ہوا کہ رات کو جو کھانا ہم نے کھایا تھا وہ اصل میں جرمن نلمہ نگار کا تھا یہ شخص جب

ہمارے کمرہ میں آیا ہی تو اُس نے دریافت کیا تھا کہ یہ کھانا کس نے بھیجا ہے اور میں نے کہا
تھا کہ خدا نے اپنی رحمت سے بھیج دیا ہے اس بیمار کو مطلق علم نہ تھا کہ اُس کھانے کے
دامِ وصل میں اسی نے دیے تھے اس پر ہم نے یہ لطیفہ کیا تھا کہ نہایت بیدلی سے اُس جرمن کو اپنے
ساتھ کھانے میں شریک کیا تھا اور جب اُس نے ہمیں سگریٹ کی ڈبیہ نذر کی تھی تو ہمیں خیال
ہوا تھا کہ یہ تحفہ اپنی مہمان نوازی کے صلہ میں پایا ہے۔ الغرض جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو
بھی بیمار نے جو سن نامہ لکھا نے رنجیدگی نہیں ظاہر کی بلکہ مسرور ہوتا رہا اور ہم لوگوں کی
حالت یہ تھی کہ لوگوں سے رخصت ہوتے جاتے تھے اور منستے جاتے تھے۔

ایٹالیوں نے عزیمات اور زوارہ کے درمیان سنسور کے مقام پر تار کاٹ
ڈالا تھا اسوجہ سے ہماری روانگی کی خبر زوارہ نہیں پہنچی لیکن موسیٰ بے نے ہماری سہیلی
ہی خاطر کی جیسی کہ پہلی بار ہوئی تھی۔ حسن آفندی کو ہم نے بیمار پایا معلوم ہوا کہ پہلے
مرض سے شفا یاب ہو کر تین روز سے اُنکی طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے حسن آفندی کی صورت
سے بیماری کا اثر معلوم ہوتا تھا اور طبیعت میں بہت اضمحلال پایا جاتا تھا اس سبب سے
بجائے حسن آفندی کے ابراہیم آفندی نے کوئی دقیقہ ہماری خاطر داری کا اٹھا نہیں
رکھا اور اس البانی سپاہی سے جسکا بھائی شکاگو میں نوکر تھا گیزٹوٹ سے بڑی
دوستی ہو گئی یہاں تک کہ گیزٹوٹ اُسکو بھائی کہہ کر پکارتا تھا یہاں بھی ہم اسی کمرہ میں
اتارے گئے جس میں کہ پہلے قیام کر چکے تھے اور آجکل اس کمرہ میں صبح کے وقت
موسیٰ بے کی نشست رہتی تھی مگر اس مرتبہ کمرہ کی ہیئت بالکل بدلی نظر آتی تھی اندر کی دیوار
میں جو بڑا سوراخ ایٹالی ٹورلنے سے ہو گیا تھا اب تک موجود تھا مگر علاوہ اُسکے جتنے
نشانات کہ ایٹالی گولہ باری کے تھے سب مٹا دیے گئے تھے یہ وہی کمرہ تھا جس میں میں نے
ایٹالی گولوں کے ٹکڑے جمع کیے تھے یا اب اسی کمرہ میں میرے کرسیاں فرش پر دے اور
دیگر سامان آرائش موجود تھا حیرت اس بات پر تھی کہ موسیٰ بے نے یہ کل سامان کس درجہ

اور کہان سے منگوا یا ہوا اس نافرمانی نہایت متانت کے ساتھ ایتالیوں کا خشکی پر اترنا اور مقام سیدی سعید پر اپنے مقابلہ کرنے کا واقعہ بیان کیا اُس نے کہا کہ باقاعدہ سپاہی اور عرب جمعیت جو اسکی ماتحتی میں کام کرتی ہیں پہلے سے ایتالیوں کے مقابلہ کے لیے مقام زوارہ میں تیار تھے جس پر حملہ ہونے کا ارادہ ایتالی اخباروں کے ذریعہ سے اُسے معلوم ہو چکا تھا اس حملہ کی بابت ایتالیوں کے درمیان بہت زمانہ سے شور و شغب مچا ہوا تھا اس لیے اُس نے تمام ساحل پر جو اُس کے زیر اثر تھے عربوں کا پہرہ مقرر کر رکھا تھا اور ان عربوں کو بہت اچھی طرح مسلح کر دیا تھا۔ نیز عربوں کی یہ حالت تھی کہ وہ ایسے دشمن سے جو انکی زد سے دور ٹھہر کر گولہ اُتار کر تاتا تھا دست بدست ہونے کے لیے بیچیں تھے۔

زوارہ سے روانگی کے وقت ہمیں کوئی گھوڑا یا خیر یا ہمارا ہی کے لیے پولیس کا سوار نہ مل سکا اس لیے دو مجیدی یعنی تقریباً پانچ روپیہ کر یا یہ پرایک اونٹ ٹھہرایا تاکہ بالو پر چلتے چلتے جو وقت تھا جائیں اُس پر سوار ہو لیں۔ لہذا ہم آفندی نے ہمارے لیے ایک کچھوڑ کی چھڑی کاٹ دی اور ہم شوشہ کی جانب یہ ارادہ کر کے روانہ ہوئے کہ شام کو وہیں قیام کریں گے لیکن فاصلہ زیادہ تھا اور ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا تھا جس کے باعث سے ہم اُس روز فرانسیسی حدود کے اندر داخل نہ ہو سکے یعنی جب ہم بومیش کی فصیل کے قریب پہنچے ہیں تو ہمیں سمندر کی جانب بسے ایک توپ کی گرج سنائی دی اور ساتھ ہی ایک گولہ کی سنسنہاٹ اور پھٹنے کی آواز کان میں آئی جسے سن کر ہم جھجھک اُٹھے تھوڑی دور آگے بڑھے ہوئے کھچان کے قریب ساحل سے ڈھائی ہزار گز کے فاصلہ پر دو ایتالی جنگی جہاز نظر پڑے جو حسب معمول پھر اس پرانے قلعہ پر گولہ باری کرنے میں مشغول تھے جہازوں پر مختلف قسم کی چھوٹی بڑی توپوں سے کام لیا جا رہا تھا گولے سنسناتے ہوئے آتے تھے اور خشکی پر گر کر مہیب آواز سے پھٹ رہے تھے۔ لیکن

گولہ باری کا زور شور دیکھ کر جب نتیجہ کی تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ ایٹالیوں کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا کم سے کم انھوں نے ترسٹھ گولے چلائے ہوئے لیکن قلعہ کی استرکاری کی ایک چپ بھی نہیں اکھڑی شام کے قریب مجھے چھ انچہ واے گولے کا ایک خالی کارٹوس ملا جسے دیکھ کر خیال آیا کہ غریب ایٹالی ٹکس دینے والوں کا روپیہ کیسا فضول ضائع ہو رہا ہو اگر کل گولوں کی اوسط قیمت لگائی جائے تو گزشتہ شب کی گولہ باری میں جسے آتش بازی کا تماشا کہنا چاہیے تقریباً تین ہزار روپیہ صرف ہوا ہوگا یا یوں خیال کرنا چاہیے کہ گزشتہ سال کی آخری شب میں جو تماشا ایٹالیوں نے ہمارے سامنے پیش نظر کیا اسکا نتیجہ یہ ہو کہ کوئی نشانہ موقع پر نہیں ٹہرا باوجودیکہ قلعہ بلند زمین پر واقع تھا اور اسکی سفید دیوار میں جہازوں سے بخوبی نظر آسکتی تھیں اور فاصلہ بھی زیادہ نہ تھا مگر سارا قلعہ اپنی اصلی حالت پر رہا۔ الغرض جو کچھ کہ میں نے بوقمیش روزوارہ کے مقام پر پچشم خود دیکھا یا طرابلس کے حالات غیر لوگوں کی زبانی سننے جو فریقین میں سے کسی کے طرفدار نہ تھے ان تمام شہادتوں پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ ایٹالی بحری نشانہ بازی میں ویسی ہی خطائیں کرتے ہیں اور سطح بدحواس ہو جاتے ہیں جس طرح خشکی میں ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہو کہ جو حالت ایٹالیوں کی خندقوں میں ہوتی ہو ویسی ہی اچھل کود جہازوں میں لگاتے ہیں۔

پانچ بجے کے قریب آفتاب ڈوبنے کے ساتھ ایٹالی گولہ باری بھی ختم ہو گئی لیکن جہازوں کی روشنی سے معلوم ہوتا تھا کہ ایٹالی جہاز اپنی جگہ پر لنگر انداز ہیں یہ دیکھ کر ہم آگے بڑھے اور احتیاط کے ساتھ قلعہ کے فصیل کی طرف چلے کیونکہ اندیشہ تھا کہ قلعہ کے اندر کچھ سپاہی موجود ہوں اور ہمیں ایٹالی سمجھ کر حملہ کر بیٹھیں جسکا نتیجہ بجائے ایٹالیوں کے ہمارے لیے خراب ہو اس موقع پر زید نے کہا کہ وہ آگے بڑھ کر دریافت کر لیا کہ قلعہ کے اندر ترکوں اور عربوں کی جمعیت موجود ہو یا نہیں چونکہ

حسب بیان اُسکے زید نے ٹرانسوال کی لڑائی میں جاسوسی کا کام کیا تھا اس لیے
 میں بھی راضی ہو گیا اور میرا خیال تھا کہ وہ کسی اونچے مقام پر چڑھ کر میری دور بین کے
 ذریعہ سے قلعہ کے اندر نظر دوڑائیگا اور اگر قلعہ کو خالی پائیگا تو سیٹی بجا کر ہمیں مطلع کر دے گا
 مجھے یہ بھی یقین تھا کہ یہ دیکھ بھال زید قلعہ سے تھوڑے فاصلہ پر عمل میں لائیگا لیکن زید
 نے جس طریقہ سے اس کام کو انجام دیا اُسے ہر شخص محل خیال کر بیگا میں نہیں سمجھ سکتا
 کہ افریقہ میں جاسوسی کا کام کیونکر کیا جاتا تھا اگر زید کے مثل اور لوگوں نے کیا ہوگا
 تو یقینی نتیجہ اچھا نہ نکلا ہوگا۔ جب زید روانہ ہوا اور دو سو گز نکل گیا تب ہم بھی اُسکے
 پیچھے پیچھے چلے یکایک ہمارے کان میں ہست سے لوگوں کی ملی ہوئی آوازیں سنیں
 کیونکہ اب اندھیرا ہو گیا تھا اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی بعد ازاں زید کی سیٹی سنائی
 دی واقعہ یہ ہوا تھا کہ قلعہ بوقلمیش کے اندر ایک ترک چھوٹے درجہ کا افسر اور اسکی اتھتی
 میں ہیں عرب تعینات تھے جب عربوں نے زید کو تفصیل کے قریب آتے دیکھا تو انھوں نے
 قلعہ سے نکل کر زید کو پکڑ لیا اور قریب تھا کہ خنجر وں سے ہلاک کر ڈالیں کہ ترک افسر
 عین موقع پر آگیا اور زید کی جان بچالی غالباً زید کو خبر رسانی کی یہ ترکیب مناسب معلوم
 ہوئی کہ بغیر خود کو پوشیدہ کرنے یا احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنے کے قلعہ کی دیوار تک
 پہنچ جانا چاہیے۔ زید کی حکمت کا نتیجہ بہت افسوسناک نکلتا مگر غنیمت یہ ہوا کہ عین
 موقع پر اسکی جان بچانے والا پہونچ گیا جن عربوں نے کہ زید کو گھیر لیا تھا وہ بوجہ گولی باری
 کے نہایت جوش میں تھے اور چونکہ ظاہری ہیئت سب اہل یورپ کی ایک سی ہوتی
 ہو اس لیے ان لوگوں نے زید کو ایطالی خیال کیا تھا۔ دیگر اسباب ایطالی سمجھنے کے
 یہ ہوئے کہ زید کو عربی بولنا بالکل نہیں آتا تھا اسکی ساری زبان داتی محض اس فرانسیسی
 زبان کے فقرہ پر ختم تھی جسکے معنی ہیں کہ ”میں انگلینڈ ہوں نیز یہ بھی وجہ ہوئی کہ ایطالی
 جب سے مقام سیدی سفید میں منشی پر آئے تھے عرب بہت ہوشیار رہتے تھے اور

ہر شخص کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے تھے الغرض یہ آواز سن کر میں بہمراہی گئے تو روٹ
 و میونسٹی عربوں کے دوڑ پڑا اور سب حال بیان کر دیا جسکی وجہ سے سب معاملہ رفع
 دفع ہو گیا لیکن بعد کو قلعہ کے اندر اس واقعہ پر عام طور سے مباحثہ ہوتا رہا۔ بچائے
 افسر نے بڑا کام کیا یہ شخص نہایت شریف مزاج اور ہوشیار آدمی معلوم ہوتا تھا عربوں
 کے ساتھ ٹھکانہ مگر محنت آمیز لہجہ میں گفتگو کرتا تھا آدمی خوش سلیقہ بھی تھا نہایت صفا
 کار گلے میں لگائے ہوئے تھا اس شخص کی وجہ سے عربوں کا غصہ بہت فرو ہوا اور
 آخر کار عربوں نے خود کہا کہ زید نے گوبادری کا کام کیا تھا مگر نہایت حماقت کے
 ساتھ جرأت دکھائی تھی۔ میرے نزدیک جو نتیجہ عربوں نے زید کی حماقت کا کھلا تھا
 وہ بہت صحیح تھا کیونکہ میں نے بھی زید سے یہی کہا کہ مجھے اس طرح کی حماقت نہایت
 ناپسند ہو اور آئندہ میں زید کو کبھی موقع نہ دوں گا کہ وہ جنوبی افریقہ والی کار کڈا رہی بھی
 دکھائے زید میں گو بہت سی صفتیں تھیں مگر اسکی وجہ سے بہت سے موقعوں پر جیسا کہ
 یہ تھا سخت تکلیف پہنچتی تھی کیونکہ مجھ جنوبی افریقہ کے اور کسی ملک میں اسے سفر
 نہیں کیا تھا اسوجہ سے وہ اور مقاموں کے حالات سے بالکل ناواقف تھا اور
 خصوصاً عربوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ بوجہ نا تجربہ کاری کے زید کی حالت یہ تھی
 کہ سوا انگریزوں یا دیگر اہل یورپ کے کسی کو انسان نہیں سمجھتا تھا اسکا خیال تھا کہ جو
 لوگ گورے رنگ کے نہ ہوں جیسے کہ عرب ہیں ان سے خدمت لینے کا اسکو حق حاصل
 ہی بلکہ بیان تک اسکا خیال تھا کہ جو عرب اسکا حکم نہ مانیں یا تعمیل کرنے میں دیر کریں
 انکو نرا دینے کا بھی مستحق ہی گو میں نے اسکو جنوبی سمجھا دیا تھا کہ ایک مسلح پر جوش عرب میں
 اور جنوبی افریقہ کے رہنے والے بزدل ہٹن ہٹن قوم کے حبشیوں میں بہت بڑا فرق ہو
 مگر اسے ذہن نشین نہیں ہوا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جنوبی افریقہ کا یہ اصول کہ ہر شخص
 جس طرح چاہے اپنے حبشی غلام کو مار پیٹ کر درست کر لے طرابلس میں نہیں چل سکتا ہی

اسوجہ سے میں نے زید یا کسی اور شخص کو کبھی اجازت نہیں دی کہ میرے نوکر و نکواریے مگر باوجود ان تمام بندشوں کے زید کے غرور اور جہالت کا نتیجہ نکلا کہ اُسکی جان جاتے جاتے رہ گئی ۳۱ دسمبر کے روز اُسکا زندہ رہنا معجزہ سے کم نہ تھا۔

رات کے وقت جب ہم لوگ اور وہ فوجی افسر اور سب عرب جمع ہوئے تو ایٹالیوں کی ناکامی پر بڑی دیر تک ہنسی ہوتی رہی جب چاندنی نکلی تو میں قلعہ کے گرد سیر کرنے کے لیے روانہ ہوا تاکہ کوکون سے دیواروں کو اگر صدرمہ پہنچا ہو تو صحیح حالات معلوم کروں کیونکہ جسوقت گولہ باری ہو رہی تھی میں قلعہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ٹھہرا ہوا تھا میں نے جا کر دیکھا کہ دیواروں پر کوئی ضرب نہیں آئی تھی بلکہ بعض بعض جگہ تقریباً تین تین سو گز کے فاصلہ پر ریت کے اندر بڑے بڑے سوراخ ہو گئے تھے لہذا بوقیوش پر دوسری گولہ باری بالکل فضول ثابت ہوئی۔ اس گولہ باری کا وہی اثر تھا جو کراشل پولیس (قصر بلور) موقعہ لندن میں براک کی آتش بازی کا ہوتا ہو مگر اخبارات میں مطبوعہ ۴ جنوری میں اس واقعہ کی خبر حسب ذیل الفاظ میں چھاپی گئی تھی وہ لکھتا ہو کہ ”اس تاریخ پر پٹو کشتی نے جو مغربی ساحل کے کنارے گشت لگا رہی تھی دشمن یعنی ترکوں کے کیمپ سے ساٹھ گولے چلائے اور بہت سے مسلح سپاہیوں کو جن میں کچھ سوار بھی شامل تھے میدان سے بھگا دیا“ یہ عبارت ایٹالیوں کی دروغبانی ظاہر کرنے کے لیے نمونہ نقل کی جاتی ہو تاکہ ظاہر ہو جائے کہ ایٹالی نامہ نگار اہل یورپ کو کس قسم کی خبریں دیتے ہیں جہاں پر اس خبر میں تحریر ہو کہ بہت سی مسلح جمعیت موجود تھی“ اُسکی صحت یہ ہو کہ حقیقتاً صرف بیس عرب اور ایک فوجی افسر تھا اور جہاں یہ بیان کیا گیا ہو کہ سب لوگ بھگا دیے گئے وہاں پر دراصل یہ ہونا چاہیے کہ بوقیوش کی مختصر فوج قلعہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہنستی بولتی رہی اور ایٹالی جہازوں کے توپچی گولہ پر گولہ ہمارے رہے جو اُنکے قریب گر کر پھٹے رہے لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے

جن سواروں کا ذکر اس خبر میں ہوا اُنکے متعلق میرا خیال یہ کہ یہ خبر مجھے گیز ٹوٹ اور زید مع تین عرب اور دو ادنیوں کے جو میرے ہمراہ تھے دیکھ کر اڑائی گئی ہو گی کیونکہ ہم لوگ آدھ گھنٹہ تک قلعہ میں ٹھہرے رہے تھے اور آرام لینے کے بعد چاندنی رات کی وجہ سے چل کھڑے ہوئے تھے شاید اسی سبب سے ایطالیوں نے خیال کیا ہو گا کہ ترک سوار قلعہ چھوڑ کر بھاگے جاتے ہیں لیکن وہ یہ نہ سمجھے کہ اگر ترک سواروں کو بھانپنا ہو تا تو گولہ باری کے وقت قلعہ چھوڑتے اتنی دیر کے بعد درحالیکہ گولہ باری موقوف ہو گئی تھی بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔

غرض ہم ڈیڑھ گھنٹہ تک چاندنی رات کی وجہ سے راستہ دریافت کرتے چلتے رہے ہم کو راستہ میں جہازوں کی روشنی پہاڑی سلسلہ کے پیچھے صاف نظر آتی تھی یہاں تک کہ چلتے چلتے نونج گئے اور ہمارا دل کسی مقام پر ٹھہر کر آرام لینے کو چاہنے لگا کیونکہ آٹھ بجے صبح سے لیکر اسوقت تک ہم نے پیادہ سفر کیا تھا اور اگر کسی مرتبہ اتفاق سے اونٹ پر سوار بھی ہو گئے تھے تو بہ نسبت پیدل چلنے کے زیادہ تکلیف اٹھائی تھے زید کے ایک پرہیزگار بوجہ جوتے کے اندر بالو آجانے کے چھالے پڑ گئے تھے اور اب اسے قدم اٹھانا دشوار تھا گیز ٹوٹ کی یہ حالت تھی کہ اس سے بوجھن کے حرکت نہیں کی جاتی تھی لہذا ہم نے طو کیا کہ آج کی شب کھلے میدان میں ڈیرے ڈالنا چاہیے اور ٹھہر گئے عربوں کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور انھوں نے بہت مجبوری سے میدان میں ٹھہرنا قبول کیا عربوں کو بومیش چھوڑنے کا بہت افسوس تھا کیونکہ وہاں آپس میں باتیں کرنے اور آرام سے گرم مکانات میں سونے کا موقع تھا۔ عرب کہتے تھے کہ یورپ والے بڑے ہو قوف ہوتے ہیں جو شام کی اوسل درج کی سردی کو مکان کے اندر رہنے کی بہ نسبت ترجیح دیتے ہیں۔ الغرض سب نے میرا چھوٹا خیمہ پانچ منٹ کے اندر کھڑا کر دیا اور ہم تینوں آدمی تھوڑا کھانا کھا کر اس چھوٹے

سے خیمہ میں جس میں مبتکال ایک کی جگہ تھی سو رہے عرب لوگ میرے خیمہ کے باہر اپنے
 اونٹنوں کے قریب لیٹے اور اپنا جتبہ سر سے اوڑھ لیا جب میں لیٹا تو اپنی حالت پر
 خیال آیا کہ اس سال کی عید کو نک واقع غاریان میں جو کسی زمانہ میں جرہ سرا ہو گئی تھی
 اور عید کا دن گزار کے شب کا وقت ایک سنان مقبرہ کے اندر کاٹنا پڑا اور آج کی
 رات یعنی شب نوروز ایک چھوٹے سے خیمہ میں جو صحرا کی جھاڑیوں کے درمیان نصب
 ہو گذر رہی ہو گو اس وقت جو دھوین رات کی چاندنی اور سمندر کی لہروں کی دھیمی آوازیں
 کسی قدر لطیف دے رہی تھیں مگر صحرا کی دیرانی اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ یہاں تک
 میں خیال کرنے پایا تھا کہ تھکن اور نیند جو ایک تندرست آدمی کو بعد سفر یا محنت کے
 لاحق ہوتی ہو مجھ پر غالب آنے لگی اور میں سال گذشتہ کی آخری گھڑیاں گنتا ہوا اور
 دل میں افسوس کرتا ہوا کہ یہ عزیز حصہ عمر تمام ہونے کو ہو سو گیا لیکن قبل سونے کے
 زید نے تھوڑی دیر تک ساوے ہوٹل کی دعوت اور ناچ کا ذکر کیا تھا اور یہ بیان
 کیا تھا کہ اس عید میں اُس نے آج کے دن دعوت میں شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا
 جس پر مجھے خیال آیا تھا کہ اُسکی یہی کیا کم خوش نصیبی ہو کہ اس وقت صحرا کے اندر آرام
 سے لیٹا ہوا ہو اور بزمِ شادی کی تفصیل کے باہر اُسکا سر کٹا ہوا نہیں پڑا ہو۔

میری رائے ہو کہ کسی شخص کو نوروز کی خوشی نہ کرنا چاہیے اور بعض وقت
 مجھے تعجب ہوتا ہو کہ لوگ کیوں سال کے آخری دن کو خوشی کا دن تصور کرتے ہیں اور
 عید مناتے ہیں اس بات پر مجھے ایک کتاب کا قصہ یاد آیا کہ ایک میان بیوی جتنی نئی
 نئی شادی ہوئی تھی ایک نوجوان عورت کی قبر پر گئے اور اُسکی مورت کو قبر پر نصب کر دیکر
 دل میں سوچنے لگے کہ جس نوجوان اور خوبصورت عورت کی یہ تصویر ہو اُسکی ہڈیاں چار
 ہاتھ زمین کے نیچے کیڑے کھاتے ہوئے اس خیال کے ساتھ ہی شوہر کی نظر بھنی حسین اور
 لکسن بیوی پر پڑی اور اُسکا چہرہ غلین ہو گیا کیونکہ اپنی بیوی کو دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی اور

انسانی زندگی کی ناپائنداری کا نقشہ اُسکی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میرے نزدیک اسی صورت سے سال کے آخری دن کا اثر انسان کے دل پر ہونا چاہیے کیونکہ حقیقت یہ دن گذرنے والے سال کی موت کا روز ہوتا ہے میری رائے میں سنگدل سے سنگدل آدمی کو ختم سال کی مثال سے اپنی بے ثباتی کا خیال کر کے متاثر ہونا چاہیے بہر حال زمانہ کے دستور کے بموجب میں نے صبح کو اٹھ کر باوجودیکہ سردی تھی ہر شخص کو دروازہ کھولنے کی مبارکباد دی۔

جب میں اٹھا تو دیکھا کہ ایطالی جنگی جہاز اُسی موقع پر لنگر انداز ہیں جہاں شب کے وقت تھے جہازوں کو دیکھ کر گیزٹوٹ نے مجھے صلاح دی کہ اگر ایطالی ہم پر گولہ باری کریں تو میں انگلستان کا جھنڈا جس میں کہ میرا طبقہ لپٹا ہوا تھا کھجور کی لکڑی میں لٹا کر بلند کروں مگر میری رائے تھی کہ ایطالیوں کی خطا کار نشانہ بازی کی وجہ سے ہمیں کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا البتہ یہ اندیشہ ہے کہ ہم پر شہت باندھنے میں کہیں اُنکا گولہ بوجہ عدم مہارت بوقیامت کی فیصلوں پر نہ گرے ہمارے سفر کا آخری دن نہایت سختی سے گذرا کیونکہ راستہ خراب تھا اور فاصلہ بھی بہت تھا ساحل کے کنارے کنارے جتنی دودھ ہم نے سفر کیا نہایت آرام سے بسر کی لیکن جب سفر ختم ہونے کے قریب ہوا تو اتنی ہی تکلیفیں اٹھائیں آخر شہم سرحد کو عبور کر کے دو گھنٹہ کے بعد پھر اپنے فرانسیسی دوستوں کے درمیان شوشہ کے مقام پر پہونچ گئے سرحد کے قریب ایک عرب نے جو حکومت فرانس کا ملازم تھا بہت پریشان کیا کیونکہ زید کے متعلق یعنی یہ کہ اُسکا پیشہ کیا ہے اور کس غرض سے ملک میں داخل ہوا کوئی شافی جواب ہمارے پاس نہ تھا زید کی یہ حالت تھی کہ جب عرب اُس سے سوال کرتا تھا تو یہ دانت نکال کر یہی جواب دیتا تھا کہ میں انگریز ہوں، مگر آخر کار ہم نے کچھ سگڑ ندر کیے اور کچھ خوشامد کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بابت بنی غردان سے آگے بڑھنے کی اجازت بذریعہ تار آگئی خیر یہاں تک تو اچھی گذری تھی

لیکن اب تکلیفات کی ابتدا ہوئی یعنی پہلے بہت زور سے آندھی آئی اس کے بعد شدت سے بیغہ پڑنے لگا اور ہمارے ساتھی عرب تھوڑی دیر میں بھیاگ گئے گو آنھوں نے اونٹ کے نیچے چھپ کر بچنا چاہا لیکن نہ نیچے زید کے پاس ایک پرانی برساتی تھی جس سے پانی نہ رکا اور آخر وہ بھی از سر تا پا بھیاگ گیا گیز ٹوٹ لے اپنے بچانے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ اپنا کوٹ بھی اتار کر پھینک دیا۔ جب پانی برسایو اس وقت اتفاقاً میری باری اونٹ پر سوار ہونے کی تھی اس لیے میں نے اپنا اور گیز ٹوٹ کا کوٹ دونوں اوڑھ لیے اور بھینگنے سے بچ گیا ہم لوگ سب پانی کی وجہ سے پریشان تھے خصوصاً عربوں کو طبری تکلیف تھی جو عموماً برسات کا موسم پسند نہیں کرتے ہیں۔ پانی برسنے سے نئی مشکل پیش آئی کہ راستہ میں جا بجا گڑھوں میں پانی بھر گیا اور سب تو گڑھوں کے اندر سے نکلے چلے گئے مگر اونٹوں کی وجہ سے بہت دقت ہوئی کیونکہ اونٹ بلی کی طرح پانی سے جی چراتا ہی اس وقت یہ حال تھا کہ پگڈنڈی پر بوجہ آمد و رفت کے ٹکی چک رہتی ہو پس مینہ پڑنے سے پھسلن ہو گئی تھی اور اونٹ بہت مشکل سے اور پانوں جمنا کراہم بڑھاتے تھے جسکے باعث سے ہم لوگوں کو بہت الجھن ہوتی تھی سنا گیا ہو کہ اونٹ کے پیر بھیاگ کر چٹخ جاتے ہیں اور زخم پڑ جاتے ہیں چاہے یہ صحیح ہو یا نہ ہو لیکن اونٹ کے پھسل کر گرنے سے جو اسباب پیٹھ پر لدا ہوتا ہی اسکا برباد ہو جانا بوجہ بلند می سے گرنے کے ضرور ممکن ہے۔

خدا خدا کر کے سودا بنی غردان نظر آنے لگا حتیٰ کہ مکانون کے چراغ دکھائی دینے لگے ہم راستہ میں خود کو تسلی دیتے جاتے تھے کہ بنی غردان پہونچکر نرم نرم پھونے جیسے صاف چادرین بھی ہوئی لیٹنے کو ملینگے اور گرم گرم کھانا جسکے ساتھ شراب کا دو بھی چلیگا کھانے میں آئیگا ہمارا پہلا خیال پورا نہیں ہوا کیونکہ جب ہم بنی غردان پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ ذلیل عمارت جسے بنی غردان کا ہوٹل کہتے ہیں مسافروں سے بھری پڑی

ہوا اور کوئی کمرہ یا چارپائی خالی نہیں ہوگا اسکے دریافت سے بہمن تکلیف ہوئی مگر ہم نے
 کچھ پروانہ کی اور کھانا کھانے کے لیے مستعد ہو گئے یہاں کا کھانا کھا کر جو خوشی ہوئی
 اسکا لطف بیان سے باہر ہو بعد مدت کے فرانسیسی مذاق کا شور بہ انڈے کے چلے
 مرغ کا سالن اور ایک بوتل عمدہ قسم کی شراب کی ملی تھی جسکی لذت بمقابلہ ڈبوں کے
 گوشت اور جوش کیا ہوا میلے پانی کے کلمین زیادہ تھی۔ ان چیزوں کو ہفتوں کھاتے
 کھاتے ہم تھک گئے تھے اس لیے ہوٹل کے کھانے نے مع جگہ ساز و سامان یعنی میز
 کرسی وغیرہ کے بہت لطف و باقاعدہ ہو کہ جب انسان تکلیف اٹھاتا ہو تو اسکو معمولی
 چیزوں کے مہیا ہو جانے سے جنسی اُسے خواہش ہوتی ہی نہایت آرام پہنچتا ہو اور
 بہت مسرت ہوتی ہو اسطو کا قول ہو کہ وہی منابر آنے سے یا جس چیز کی انسان کو خواہش
 ہو اُسکے پانے سے انسان کو حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہو اسی بنا پر ہم کہہ سکتا ہوں کہ
 جتنا مزہ اُنھے بنی غردان میں کھانا کھانے سے آیا اُس قدر لطف کا رلشن۔ ساواے اور
 ریڑز کے ایسے بڑے بڑے ہوٹلوں میں بھی نہیں آیا۔ یا ایک بار یہی لذت عدن میں آئی
 تھی یعنی جبکہ میں جزیرہ سقوطرہ سے دیسی کشتی میں سوار ہو کر بحر ہند عبور کر کے عدن
 پہنچا تھا۔

گیزٹوٹ اور زید کے پاس کپڑے بدلنے کے لیے نہیں تھے اس لیے وہ بغیر کپڑے
 بدلے کھانا کھانے بیٹھ گئے گو بیمار ہو جانے کا اندیشہ تھا مگر بھوک کے آگے کچھ خیال
 نہیں کیا گیا۔ اس موقع پر حسن اتفاق سے ابن سلمیٰ جو عزیز میں زخمی اٹھانے والو کو
 قواعد سکھاتا تھا ہوٹل کے اندر آ گیا اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوا یہ شخص
 سفاکس کا رہنے والا تھا اُسے ہم پر بڑی مہربانی یہی کہ کھانے سے فائدہ ہو کہ ہمارے
 لیے مکان تلاش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد آکر یہ خوشخبری سنائی کہ ایک عرب کے
 گھر میں ہمارے لیے ایک کمرہ ٹھہرا آیا ہو میں اور زید اُسی وقت اپنی جگہ قیام کی طرف

جلد لے یہاں پہونچ کر زید نے گویا اس سفر میں آخری بار چوٹھا روشن کیا اپنے اور گیزٹوٹ کے کپڑے جہاں تک ممکن ہوا خشک کیے اُسکے بعد وہی جلتے ہوئے غم کپڑے پہن کر لیٹ رہے اور مکمل کوٹ وغیرہ جو کچھ ملا اوڑھ لیا اس لیے اُنھیں صبح کو لرزہ آ گیا جو اُن بے احتیاطیوں کا جنکا اوپر ذکر ہوا ہو نتیجہ تھا معلوم ہوا کہ رات بھر اُنھیں نیند نہیں آئی۔ غنیمت ہوا کہ کٹھیا وغیرہ یا کسی بُرے قسم کے بخار سے بچ گئے مین نے ہر ایک کو دس دس گرین کوئین کھلا دی اس لیے جس قدر دن چڑھتا گیا اُنکی طبیعت درست ہوتی گئی۔

ہم نے بہت روز کے بعد مہذب دنیا میں قدم رکھا تھا اس لیے طبیعت کو بہت مسرت تھی مگر زید اور گیزٹوٹ کے لیے پہلی شب نہایت نامبارک ہوئی تھی اور نسبت ترک کی کمپ واقع طرابلس کے ان لوگوں نے بہت تکلیف سے بسر کی تھی میرے پاس چونکہ سفری چارپائی اور دبیز کمبلوں کا تھیلا تھا اسوجہ سے مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی تاہم گذشتہ شب کی تکلیفوں کا خیال کر کے ہم نے ارادہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیے جو ان مصیبتوں سے نجات ملے لہذا ہم بنی غردان کے فوجی اعلیٰ افسر کے پاس ملنے گئے اس افسر سے بین پہلی بار مل چکا تھا اس لیے وہ مجھے پہچانتا تھا اور ہم لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آیا ہم نے اپنی مصیبتوں کا حال بیان کر کے اجازت چاہی کہ ہمیں فوراً دار زیس کی طرف روانہ ہونے کا حکم مل جائے اور وجہ یہ ظاہر کی کہ وہاں بوجہ ایک مختصر ہوٹل کے ممکن ہو کہ ہمیں آرام ملے لیکن اسل فسر نے جواب دیا کہ دار زیس پہونچ کر جہاز پر سوار ہونا نامکن ہو کیونکہ وہاں بعض وارداتیں دباکی ہو گئی ہیں جسکے باعث سے تمام قصبہ کے گرد پیرامفر کر دیا گیا ہو تاکہ لوگ آجانہ سکیں اُسے کہا کہ اگر ہم لوگ بنی غردان میں دو روز تک قیام کریں اور لیبان کے راستہ سے روانہ ہوں تو دو روز کے لیے اپنا ایک کمرہ ہمارے واسطے خالی کرادیں گے اُنکی صلاحت کو بخوشی اور شکر یہ

ساتھ قبول کیا میرے دل پر فرانسیسی اور ترکی افسر اور سپاہیوں کے اخلاق کا ایسا اثر ہوا کہ جب میں اپنے اس سفر پر بحالت اطمینان غور کرونگا اس وقت مجھے ان لوگوں کی بیغرضانہ مہربانیاں اور اخلاق بہت یاد آئیں گے اور جنگ کے زمانہ میں ان لوگوں سے مل کر جو لطف صحبت آیا ہو اس کا خیال دل سے کبھی محو نہ ہوگا اس شخص کو جو دنیا سے بیزار رہتا ہو اور انسانوں کی صحبت سے دور بھاگتا ہو میں نصیحت کرتا ہوں کہ میرے قدم بقدم چلے اس وقت تجربہ ہوگا کہ دنیا میں کیسے خوش خلق لوگ موجود ہیں اور انسانوں میں کس قدر محبت اور تپاک پایا جاتا ہو میرے خیال میں کیسی ہی غلیظ طبیعت کا آدمی ہو اور نا امید یوں نے اس کے دل کو کتنا ہی پرمردہ بنا دیا ہو مگر ان لوگوں سے مل کر اس کے دل کو ضرور فرحت ہوگی۔ غرض ہم افسر کے مکان پر اٹھ آئے یہاں ہمارے میزبانوں نے بہت اصرار سے اپنے ساتھ کھانا کھانے پر مجبور کیا۔ اس مقام پر کل تین افسر تھے یعنی ایک افسر اعلیٰ اور دو ماتحت جنکے کھانے کا انتظام کیجائی تھا اور اس دور دراز سرحدی مقام پر پینس کھیل کر اپنا وقت گزارتے تھے کبھی یہ کرتے تھے کہ جنگل سے جا کر ہرن مار لاتے تھے اور کبھی تیترا کا شکار کھیلتے تھے۔ بنی غردان میں جنگ کی وجہ بہت چہل پہل رہتی تھی کیونکہ ٹیونس ہو کر جانے والے طرابلس اسی راستہ سے جاتے تھے یہاں غمے ہوٹل کا یہ حال تھا کہ جتنی آمدنی دو مہینہ میں ہوا کرتی تھی وہ آج کل ایک ہفتہ میں ہو جاتی تھی میں نے دیکھا کہ سامان رسد وغیرہ بہت کثرت سے اس چھوٹے مقام کے اندر ہو کر پورب (طرابلس) کی جانب جاتا تھا۔

فرانسیسی حکام کو رسد کی وجہ سے بہت دقتیں اور پریشانیان اٹھانی پڑی ہیں مگر ان دقتوں کی باعث دراصل خود فرانسیسیوں کی غیر مستقل مزاجی ہو مثلاً ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس روز ہم بوقمیش سے آرہے تھے اور جب ہم اس ٹیکرے پر پہنچے جہاں پر فرانسیسی اور ترکی سرحد ملی ہو تو ہم نے ایک بہت بڑا قافلہ جتنا بڑا جتنا

کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہو راستہ میں گزرتے ہوئے دیکھا اس قافلہ میں ایک ہزار دو سو چالیس اونٹ تھے جن پر تقریباً کئی ہزار من اٹالدا تھا فرانسیسیوں نے اس قافلہ کو پندرہ روز تک بنی غردان کے اندر روک رکھا اور پھر دفعۃً طرابلس کی طرف روانہ ہونے کی اجازت دیدی میرا مطلب اس تحریر سے اس نازک بحث کو طول دینے کا نہیں ہے بلکہ میری غرض یہ بیان کرنے کی ہے کہ جو قاعدہ نسبت اشیاء ممنوعات جنگ مروج ہو وہ نہایت صاف اور صریح ہے یعنی یہ کہ جسقہ رسا مان خوراک فریق جنگ کی فوج کے واسطے روانہ کیا جائے وہ ممنوعات جنگ میں شمار ہوگا اور جو اشیاء سودا گروں کے نام بغرض استعمال باشندگان اس ملک کے جس میں کہ جنگ جاری ہو روانہ کیے جائیں گے وہ ممنوعات نہ خیال کیے جائیں گے پس اس صاف قاعدہ پر عمل کرنا بہت آسان تھا اور جو نلوٹن فرانسیسی حکام سے ظاہر ہوا وہ یہ موقع تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس قدر اٹالکس مقام کو جارہا تھا لیکن کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ طرابلس کے اندر ہزاروں مخلوق ایسی ہو جو لڑائی میں شریک نہیں ہو کیونکہ کل عرب آبادی ایطالیوں کے خلاف نہیں لڑ رہی ہے اور طرابلس کے اندر ہزاروں بوڑھے بچے عورتیں ہیں جنکو یقینی جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے پس ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے یہ دلیل کیونکر پیش کی جاسکتی ہے کہ طرابلس کے اندر اشیاء ضروری محض اسوجہ سے نہ جانے پائیں کہ ایک غیر قوم نے بین الاقوامی قانون کے خلاف ڈاکہ زنی کر کے طرابلس کی بندرگاہوں پر سامان ضروری کی آمدورفت روک دی ہے اور یہ تمام مخلوق قانون مار ڈالی جائے۔ متذکرہ بالا حجت اس سبب بھی نامنصفانہ ہے کہ ایطالی بھی اسی طریقہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ جہاز کے جہاز میونس کی بندرگاہ سے بکریان اور بھیڑیں لاد کر طرابلس پہنچاتے ہیں میرا سوال یہ ہے کہ ان بھیڑوں کا گوشت کون کھا تا ہے؟ کیا یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ میونس کی بھیڑوں کا گوشت صرف شہر طرابلس کے وہ پہنے والے

استعمال کرتے ہیں جو شریک جنگ نہیں ہیں؛ علاوہ ٹیمونس کے اٹلی والے غیر ملکوں سے سامان رسد خرید کر اپنی فوج کو جو طرابلس کی بندرگاہوں میں محصور رہو بچاتے ہیں پس میرے نزدیک اٹلی کو کوئی حق نہیں ہو کہ وہ ملک طرابلس کے اندر آٹا پھونچ جائے نیز ناراض ہو اور اسکی روک تھام کے لیے اعتراض کرے۔ میں نے دیکھا کہ یہ عظیم الشان قافلہ آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے کیونکہ قافلہ کی حالت جنگی جہازوں کے بیڑے کی طرح ہوتی ہے جس طرح جنگی جہازوں کا بیڑا سب سے زیادہ سست رہو جہاز کی رفتار سے چلتا ہے اسی صورت سے اونٹوں کا قافلہ آگے بڑھتا ہے تاکہ کوئی اونٹ پیچھے نہ رہ جائے معلوم ہوتا تھا کہ قافلہ اس حساب سے روانہ ہوا ہے کہ ساحل کے قریب جہان کھلے میدان ہوں اور حملہ کا اندیشہ ہو ان مقامات سے قافلہ رات کے وقت گزر جائے ساتھ ہی میرا خیال یہ بھی ہے کہ اس قافلہ کی خیر ایطالیوں کو جاسوسوں کے ذریعہ سے ہو گئی ہو میں سمجھتا ہوں کہ بندرگاہوں میں آئے ہو خواہ وہ جہن جیکہ ذریعہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ قافلہ کس وقت روانہ ہوئے والا ہے اسی سبب سے اُنکے جنگی جہاز بوقمیش کے مقام پر اس قافلہ کی تاک میں لنگر انداز ہیں تاکہ دوبارہ وہ نہ اڑے گز کے فاصلہ پر اپنی نشانہ بازی کا امتحان کریں اگر ایطالی قادر انداز ہوتے تو بوجہ چاندنی اور برقی لالٹینوں کے اونٹوں کو رات کے وقت اچھی طرح دیکھ سکتے تھے لیکن ایسی صورت میں قافلہ والے یا تو گولے کھانا گوارا کرتے یا چند میل چکر کاٹ کر دشمن کی زد سے بچ کر نکل جاتے خیر اس حالت میں جو کچھ ہوتا لیکن اس وقت قافلہ میں کسی شخص کو ایطالیوں کے خشکی پر آنے کا خوف نہ تھا نہ کوئی شخص اس امکان کی خطرہ کی وجہ سے پریشان تھا کیونکہ ہر اونٹ والے کے پاس کسی نہ کسی قسم کی بندوق ضرور تھی واقعہ یہ ہوا تھا کہ یہ لوگ جب سرحد ٹیمونس کے اندر داخل ہوئے تھے تو شوشہ کے مقام پر ان سب کے ہتھیار رکھوا لیے گئے تھے اور یہ مقام پرانے اور عجیب و غریب

شکل کے ہتھیار جمع ہو جانے سے عجائب خانہ بن گیا تھا جب یہ لوگ واپس ہوئے تو انھوں نے اپنے نئے پرانے ہتھیار جو کچھ تھے سب واپس لے لیے اور طرابلس کی طرف روانہ ہو گئے اس قافلہ میں تقریباً بارہ سو آدمی ہو گئے جو بوجہ مسلح ہونے کے اچھی خاصی فوج کا کام دے سکتے تھے اور بزدل دشمن کے سپاہیوں کو جنکے خشکی پر اترنے کا احتمال تھا باسانی پسپا کر سکتے تھے۔

بنی غردان میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا یعنی یہ کہ جب زید مقام جنگ سے واپس ہو کر یہاں پہنچا تو ایک دو لہند عرب نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ اسکی دعوت کی دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ عرب آبادی کے قرب و جوار میں بہت بڑی جاؤں اور کھتاہی اور شہر کے معزز لوگوں میں خیال کیا جاتا ہے جب دعوت ہو چکی تو میں اس کے مکان کی تلاش میں نکلا تا کہ زید جیسی اس قدر حیرت انگیز سفر کے بعد اس قدر خاطر مدارات ہوئی تھی اس عرب کے مکان پر جا کر شکریہ ادا کر آئے لیکن مجھے معلوم ہوا کہ یہ عرب قید کر کے جیلخانہ بھیج دیا گیا جو الزامات اسپر لگائے گئے تھے وہ ظاہر میں مہل معلوم ہوتے تھے مگر میرے نزدیک جو کچھ مجھے حالات معلوم ہوئے اسے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس عرب پر ممنوعات جنگ طرابلس کی جانب بھیجنے کا شبہہ کیا گیا تھا قاعدہ بھی یہی ہو کہ جو شخص خطرناک کام کرتا ہو اسکا خمیازہ اٹھاتا ہو مگر مجھے نہایت رنج اور تعجب ہوا جبکہ میں نے اسی عرب قیدنی کو معمولی مجرموں کی طرح سڑک پر کام کرتے دیکھا یہ امر ہرگز قرین انصاف نہیں ہے کہ جو شخص کسی سیاسی جرم کا ارتکاب کرے اور اپنے ملک میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے جو معمولی قیدیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے میں نے بہت سے واقف کار لوگوں کی زبانی سنا جسکی صداقت میں مجھے کوئی شبہہ نہیں ہے کہ جتنے مقامات مثل بنی غردان کے سرحد کے قریب واقع ہیں وہاں فوجی ضابطہ رائج ہے اور بیچارے عرب باشندے فوجی عدالتوں کے ہاتھ میں ہیں کیونکہ ان کے فیصلہ یا حکم

سزا کا اپیل کسی عدالت میں نہیں ہو سکتا چاہے یہ سزا کیسی ہی نامنصفانہ اور سخت کیوں نہ ہو۔ اس عرب امیر کے مقدمہ کا حال معلوم ہوا کہ بغیر باضابطہ ثبوت و صفائی کے سزا دیکر جیل خانہ بھیج دیا گیا اور دفعۃً بلا کسی سبب کے رہائی دیدی گئی۔ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو حکومت فرانس کو بلا لحاظ اخلاقی نقصانات کے دیگر سیاسی مصلحتوں سے اپنی سرسری تحقیقات کے روتیہ کو بدلنا چاہیے کیونکہ اول تو ٹیونس کے عرب فرانسیسیوں کو بلے پانا سمجھنے لگینگے اور فرانسیسیوں کا اخلاق ایسے ناجائز حرکات سے خراب ہو جائیگا دیگر یہ کہ عربوں اور فرانسیسیوں کے درمیان دشمنی پیدا ہو جائیگی چنانچہ مجھے معلوم ہوا کہ عرب لوگ اپنی ہم قوموں پر زیادتیوں ہوتے دیکھ کر اور غیر منصفانہ سزائوں کی وجہ سے نہایت برہم ہیں اور کج بل فرانسیسیوں کے سخت دشمن ہو رہے ہیں۔

آج کل بنی غردان کی ایک خاص حالت تھی شہر میں ہر طرف جاسوسی کا چرچا تھا اور ہر شخص ایک دوسرے کو مشتبہ لگا ہوں سے دیکھتا تھا حالت یہ تھی کہ مجھے بعض لوگوں نے بتایا کہ فلان فلان شخص جاسوس ہی اور جن لوگوں پر جاسوسی کا الزام لگایا جاتا تھا انھوں نے اپنے مجرم ٹھہرانے والوں پر بھی تھمت لگائی چنانچہ ہمارے سامنے یہ لطیفہ پیش آیا کہ جس وقت ہم ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے اور فراغت کے بعد روانہ ہونے والے تھے اسی اثنا میں ایک شخص گھٹنوں سے اونچی پتلون پہنے پٹیان پیروں میں باندھے غرض پھٹے حالوں ہمارے کمرہ میں داخل ہوا واضح ہو کہ اس شخص کی بابت سن چکے تھے کہ ایطالی جاسوس ہی یہ شخص بہت ہی چرب زبان تھا اسلئے اُس کے ساتھ سلسلہ کلام قطع کرنے میں بہت دیر لگی آتے ہی اُس نے نہایت تپاک سے ہم سے باتیں کرنا شروع کیں ہمیں اُسکی یہ حرکت نہایت ہی موقع معلوم ہوئی کیونکہ شناسائی نہ تھی اُس نے ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی زبان میں کہا کہ وہ مالٹہ کا رہنے والا ہوا اور ہم لوگ اور وہ ایک ہی سلطنت کی رعایا ہونے کی حیثیت سے آپس میں تعلقات رکھتے ہیں اُس نے اس بات پر

بہت فخر کیا کہ تاریخ میں کوئی مثال ایسی نہیں پائی جاتی جس سے ثابت ہو کہ کسی مائتھ والے نے سلطنت برطانیہ کی حمایت سے نکل کر غیر سلطنت کی رعایا بننا گوارا لیا ہو اسکی باتوں سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ باتوں آدمی تھوڑی سی رشوت لینے کے بعد خود کو کسی سلطنت کی رعایا ہونا ظاہر کر سکتا ہو اور جتنے بھیس چاہے بدل سکتا ہو۔

بنی خردان کے عربوں میں عجیب دستور ہے کہ وہ بری باتوں کے لیے اکثر عمدہ الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً مکار اور دغا باز کے لیے لفظ صادق استعمال کیا جاتا ہے جسکے معنی راست باز یا امین کے ہو سکتے ہیں۔ کوئلہ کے واسطے لفظ بعض استعمال کرتے ہیں اسی طرح بہت سے الفاظ رائج ہیں میرے خیال میں اس رسم کے اندر وہی راز پوشیدہ ہے جو قدیم یونانیوں کے زمانہ میں تھا یونانیوں کا اعتقاد تھا کہ اگر مکر وہ اور پرخوشی کا نام عمدہ الفاظ میں لیا جائے تو شو موسومہ کا اثر بد اور خطرہ جو اس سے پیدا ہو سکتا ہو چلنا رہتا ہے۔ مثلاً اہل یونان طوفانی سمندر کو مہمان نواز سمندر یا چڑیلوں کو بیریاں کہا کرتے تھے۔

جب ہم بنی خردان سے روانہ ہوئے تو وہ راستہ چھوڑ دیا جس سے پہلے آئے تھے اور افسر اعلیٰ کی ہدایات کے بموجب زائیس میں روکے جانے کے خیال سے لیبان ہو کر بسفاکس اور ٹیونس کا راستہ لیا۔ ٹیونس کے اندر شمال و مغرب کی جانب سفر کرتے ہیں بہت دقتیں پیش آتی ہیں کیونکہ سوار یاں بہت خراب ملتی ہیں صرف گاڑی اور چھکڑوں پر راستہ طوکرنا پڑتا ہے چھکڑوں کی ٹیونس میں بہت کثرت ہو اور انکی قطع یہ جوتی ہے کہ لکڑی کا ٹوٹا بچہ دو بڑے پھتوں پر قائم کیا جاتا ہے اور ایک بچہ کھینچتا ہے اس قسم کی گاڑیاں اسباب کے لیے نہایت موزوں ہیں لیکن مسافر کے لیے بہت مکلف ہیں کیونکہ بوجہ کمائی نہ ہونے بہت ہچکچاتے لگتے ہیں اور اگر اتفاق سے کوئی شخص ایک جانب نہ لگھ کر گرے تو پھیس میں الجھ کر ہاتھ پیر ٹوٹنے کا اندیشہ رہتا ہے ٹیونس کے اندر لوگ کرایہ پر

چلانے کے لیے گاڑیاں نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ عموماً اور ملکوں میں رواج ہے نہ لوگ گاڑی چلانے کا پیشہ کرتے ہیں بلکہ ٹیونس میں ذاتی گاڑیاں ہوتی ہیں جن پر سرکاری نگرانی نہیں ہوتی یہ گاڑیاں بہت بھاری اور سست رو ہوتی ہیں اور عموماً رات کے وقت روانہ ہوتی ہیں۔ اس ملک میں اگر موٹر کرایہ پر کیا جائے تو بہت خرچ پڑتا ہے اس لیے ٹیونس حکم سمندر اور ریل کے ذریعہ سے جانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ لبنان سے سفاکس تک تقریباً نو سو بیس چار کرایہ ہے اور وہاں سے ٹیونس تک نو گھنٹہ کے اندر آدمی ریل پر پہنچ جاتا ہے۔

الغرض میں اور زید چوتھی جنوری کو بنی غردان سے روانہ ہوئے اور اپنا اسباب ایک چھکڑے پر لاد کر ساتھ لیبیا میں سے گیز ٹوٹ کا اور ہمارا ساتھ نہ ہو سکا کیونکہ بنی غردان میں اسکو چند خطوط کا انتظار کرنا تھا روانگی کے وقت بنی سلمی اور گیز ٹوٹ شہر کے باہر تک پہنچانے آئے اور بسلاست پہنچنے کی دعا دیکر واپس گئے مجھے اپنے دوست گیز ٹوٹ سے چھوٹنے کا بہت رنج تھا کیونکہ واپسی کا سفر اسکی صحبت میں بہت دلچسپی کے ساتھ گزارنا تھا لہذا میری تمنا تھی کہ ٹیونس سے روانہ ہونے کے پہلے اسکو ایک بار اور دیکھ لوں۔ یہاں سے روانہ ہو کر ہم بہت جلد مرہ پہنچ گئے کیونکہ یہ مقام بنی غردان سے بہت قریب تھا غالباً پانچ چھ میل ہوگا اور چونکہ ہم لوگ میلوں پیدل چلنے کے عادی ہو گئے تھے لہذا یہ راستہ کچھ بھی نہیں معلوم ہوا مرہ کے اندر صرف ایک جنگلی خانہ اور ایک گودی بنی ہوئی ہے اس کے سوا اور کوئی آبادی نہیں ہے یہ مقام سمندر کے کنارے جہاں حصہ زمین سے گھرا ہوا ہے اور ایک تالاب کی ہیئت رکھتا ہے واقع ہے میان کا سمندر بہت کم گہرا ہے اور ہر قسم کی پھلیوں کی بہت کثرت ہے تھوڑی دیر ہم ٹھہرے ہو گئے کہ فرانسسی جہاز ان کمپنی کا ایجنٹ سائمن نامے آگیا اور کمال مہربانی سے ہمیں ایک کشتی منگوادی جس پر سوار ہو کر ہم لبنان کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت کشتی ہموافق پاکر

پانی پر دوڑ رہی تھی اور صبح کی سردی میں آفتاب کا طلوع ہونا اور کشتی کا جھوٹے کی طرح سے حرکت کرنا نہایت لطف دے رہا تھا۔ ہم ایک گھنٹہ کے اندر لیبان پہنچ گئے یہ مقام نہایت عجیب اور دلچسپ موقع پر واقع ہے لیبان دراصل ایک چھوٹا جزیرہ ہے جس کے گرد تین طرف پہاڑیوں سے گھرا ہوا سمندر ہے لہذا بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جزیرہ تالاب کے اندر واقع ہے یہاں سٹریٹسٹین کا مکان ہے مچھلی پکڑنے والوں اور اپنی لکپنی کے جہازوں کی نگرانی اُس کے سپرد ہے اس مقام پر یہ شخص بڑا شاہی کرتا ہے یہاں کے جانور اور انسان سب اُس کے زیر فرمان ہیں۔ انسانوں میں یہاں چند عرب رہتے ہیں جنہوں نے سرکار سے مچھلیاں پکڑنے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ جانوروں میں سائیمین کے تین کتے اور چند خنزیر ہیں جو تمام جزیرہ پر مارے مارے پھرا کرتے ہیں اور مچھلیاں کھایا کرتے ہیں چنانچہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں کے سوروں کا گوشت خاص ذائقہ رکھتا ہے اور مزے میں خراب ہوتا ہے جزیرہ میں سمندر کے کنارے گھنی گھنی جھاڑیاں پانی اندر سے اُگی ہوئی تھیں اور جا بجا سمندر کے کنارے چھوٹے ٹیکرے نظر آتے تھے ان مقامات پر مچھلیاں کثرت سے جمع رہتی تھیں اور بگے جہازوں اور ٹیکروں پر بیٹھے رہتے تھے اور بلا خرمشہ مچھلیوں کا شکار کیا کرتے تھے لیبان کے مغربی کنارہ پر ہسپانیوں کا بنایا ہوا سوٹھویں صدی کے زمانہ کا ایک پرانا قلعہ تھا یہ قلعہ مسمار ہو گیا تھا صرف فصیلین اور زینہ باقی رہ گیا تھا میں نے غاریان کے قلعہ کے سوا اس سے زیادہ مضبوط عمارت نہیں دیکھی اس قلعہ کے اندر تین قدیم قسم کی توپیں پڑی ہوئی تھیں اور ہسپانیہ کی گزشتہ عظمت یا دوار ہی تھیں سائیمین اپنی تنہائی کا عالم نہایت خوشی کے ساتھ بسر کرتا تھا جیسا کہ میرا خیال تھا کہ غالباً اُس کا شغل کتب بینی ہو گا ویسا ہی ثابت ہوا سائیمین نے اپنے کتب خانہ کی مجھے سیر کرائی اس میں شک نہیں کہ کتب بینی ایسا مشغلہ ہے جسکی وجہ سے اعزاز و وطن کی یاد زیادہ پریشان نہیں کرتی ہیں

دیکھا کہ سائین اور اسکے عرب ملازم نے ملکر بہت سی کتابیں یعنی فرانس کے مشہور مصنفوں کی تصنیفیں جمع کر لی تھیں اور نیز پورے فرانسیسی بیچ اخباروں کے پرچے رکھے رہتے تھے اسلئے لیبان میں میرا دل نہیں گھبرا یا گو دس بجے سے چار بجے تک آگہوٹ کا انتظار کرنا پڑا لیکن یہ وقت دلچسپی کے ساتھ گزر گیا خدا خدا کر کے ایک جہاز پہونچا جو لیبان سے ایک گھنٹہ کے راستہ پر لنگر انداز ہوا یہاں کا سمندر گہرائی میں بہت کم ہو جہاز کو دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ پھر کشتی پر سوار ہو کر جہاز تک آہستہ آہستہ جانا پڑیگا لیکن خوشی اس بات سے ہوئی کہ چاندنی رات میں لہریں مارنے ہوئے سمندر کے اندر جہاز کا سفر فرحت انگیز ہوگا۔ آخر ہم روانہ ہوئے ہماری خوش قسمتی سے اسوقت ساحل کی بالونیں کھسکتی تھیں جیسا کہ عموماً افریقہ کے ساحلوں پر کنارے کی ریت کٹ کٹ کر سمندر میں آیا کرتی ہو لہذا اس لطیفان کی وجہ سے اور نیز منظر کی دل فریبی کے باعث سے ایک فوجوان سپاہی نے جو بنی غردان سے ٹیونس بنی بلٹن میں شامل ہونے جا رہا تھا اور ہمارے ساتھ ہو گیا تھا نہایت جوش میں آکر کہا کہ بنی غردان کے قیام نے اسے عاجز کر رکھا تھا لہذا ٹیونس پہونچکر اپنے ساتھیوں کو دیکھنے سے جو خوشی اُسکو ہوگی اسوقت اضطراب پیدا کر رہی ہو میرے نزدیک جوش کی اصلیت اور تھی جیسا کہ ہو ریس (قدیم رومی شاعر) نے کہا ہو یعنی اُسکا دل بجائے ساتھیوں کی ملاقات کے کسی نرم اور سیلی آواز سننے اور ناز بھرا تبسم دیکھنے کا مشتاق ہوگا۔ راستہ میں ہمیں زار ریس پڑا یہ جگہ بہت عمدہ موقع پر واقع ہو اور کثرت سے کھجور اور تازہ کے درخت لگے ہوئے ہیں اس مقام کی شادابی و سرسبزی دیکھ کر ہمارا بے اختیار دل چاہا کہ بستی کے اندر جائیں لیکن یہاں بھی جہاز ایک میل کے فاصلہ پر کھڑا ہوا سو ہم سے ہم نہ جاسکے علاوہ اسکے بوجہ و باکے بستی کے اندر کوئی شخص نہیں جاسکتا تھا زار ریس کے بعد جبرہ بین ہوا و جہاز ٹھہرا لیکن بوجہ اندھیرے کے اس جزیہ پر

ہم نہ اتر سکے اس مقام کو نہ رنجی اہمیت حاصل ہو کیونکہ ہومر (قدیم یونانی شاعر) نے اس جزیرہ کا ذکر کیا ہوا اور یہاں پر ایسی مخلوق کا وجود نظم کیا ہے جنکی غذا کنول کا پھول تھی بعد ازاں رومی مصنف پلینی نے اس جزیرہ کا ذکر اپنی تصنیفات میں بہت کیا ہوا اور یہ جزیرہ دور رومی شاہنشاہوں کی جاے پیدائش بھی ہو جب ہم پونچے ہیں اس وقت بہت سویرا تھا اس لیے جہاز کے اوپر سے صاف نہیں نظر آتا تھا۔

جزیرہ سے روانگی کے بعد ہوا تیز چلنے لگی اور ہمارا چھوٹا سا جہاز طوفانی سمندر کے متوج سے ہل بل کر آہستہ چلنے لگا۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ جب ہم لیبیا سے چلے ہیں تو ساحل سے بالوکا کھسکنا موقوف ہو گیا تھا لیکن اس وقت طوفان میں زور زور سے کنارے بھٹ بھٹ کر گر رہے تھے اس لیے ہمیں اور جہاز یوں کو کھانے کا کچھ طعت نہیں آیا۔ اس موقع پر چونکہ کھانے کا ذکر آگیا ہو لہذا ہمیں اس معمولی جہاز پر جس قسم کا کھانا تیار کیا جاتا ہو اسکا حال بیان کرنا مناسب ہو اس چھوٹے سے آگبوٹ میں مسافروں کے لیے اول و دوم درجہ نہ تھا نہ کوئی کوٹھری یا کمرہ بنا ہوا تھا غرض کہ کوئی سامان اس آتش جو جہازوں پر ہوا کرتا ہو موجود نہ تھا صرف ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی جس میں جہاز کے چار افسر رہتے تھے اور ہمیں سب کھانا کھاتے تھے قابل غور یہ امر ہو کہ جو کھانا ہمیں ایسے کم درجہ کے فرانسیسی جہاز میں ملتا تھا وہ اسکی حیثیت سے بدرجہا زیادہ تھا اس جہاز کا وزن فقط چار سو ٹن تھا مگر یہاں کے باورچہاند کا انتظام بمقابلہ ہمارے تیز رفتار آگبوٹوں کے یا اور وزنی جہازوں کے جو انگلستان اور فرانس کے درمیان مسافروں کو کیجاتے ہیں کہیں بہتر تھا۔ یہاں میسر پر سفید چاند بھی رہتی تھی قریب سے رومال و نفیس شراب کی بوتلیں رکھی رہتی تھیں کھانے کی طرح کے چُنے جاتے تھے مثلاً اڈے تیر کا گوشت وغیرہ اور قسم قسم کے میوے سے مثلاً انار کی انجیر وغیرہ سے میز آراستہ کیا جاتا تھا قہوہ نہایت اعلیٰ قسم کی تیار کی جاتی تھی غرض

کھانے کی تیاری اور انتظام دیکھ کر ہم نے نتیجہ نکالا کہ ہماری قوم کی نسبت فرامیسیون کو باورچینیانہ کے انتظام کا بہت اچھا سلیقہ ہے۔ میں نے جب کبھی فرامیسیون کا پکا یا ہوا کھانا کھایا اس وقت مجھے اپنے ملک کا کھانا جو مسافروں کو دیا جاتا ہے یاد آ گیا ہمارے یہاں ریل کے ہوٹلوں میں میلی چادرین کچھی رہتی ہیں رومالوں کا نام و نشان نہیں ہوتا صفائی کا یہ حال ہوتا ہے کہ روٹی کے ٹکڑے میز پر پڑے ہوتے ہیں اور خراب پکا ہوا گوشت اُبالے ہوئے آلو اور گو بھی جسکا پانی بھی خشک نہیں ہوتا کھانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ پینے کے لیے کڑوی اور سیاہ رنگ کی چائے یا نہایت بد مزہ قہوہ پیش کیا جاتا ہے مجھے حیرت ہو کہ انگریز کس طرح ریل ورک ہاؤس کے ہوٹلوں کا کھانا کھا لیتے ہیں اور کیونکر صبر کے ساتھ اس مصیبت کو برداشت کرتے ہیں میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ وہ بجائے ہوٹلوں کا بد مزہ کھانا کھانے کے چند بسکٹ کھا کر اور سوڈے کے ساتھ شراب پی کر سفر میں دن کاٹ دیا اور ہوٹلوں کا کھانا نہ کھایا یا حقیقت میں ایسے بد مزہ کھانے کے عوض اس ناشتہ کو ترجیح دینا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے۔

سفاس کے مقام پر زید پٹھر گیا اور میں اس کے ٹھہرنے وغیرہ کا انتظام کر کے زید سے رخصت ہوا مجھ سے اس کی آخری درخواست یہ تھی کہ میں ہوٹل والے سے تھوڑا سا بن مانگ کر اس کے ہنڈ کر دوں شیخص بہت اچھا آدمی تھا اس میں خاص صفت یہ تھی کہ بڑی ہمت والا تھا اس نے وہ کام کیا جس کے خیال سے لوگ طبر اٹھیں اس شخص کو بہت ہی مشکلات کا سامنا ہوا لیکن سب مصیبتیں اپنی ذاتی کوشش یا دوسروں کی مدد سے جو ایسی مصیبتوں کے عادی تھے برداشت کیں غیب اس بیچارہ میں یہ تھا کہ غیر مستقل مزاج تھا اس لیے اس نے اپنے متعلق کوئی امر طو نہیں کیا تھا کہ کیا کرے گا لہذا اس کے تلوں کی وجہ سے مجھے امید نہیں ہے کہ پھر کبھی ملاقات ہو لیکن اس کی بیغرضانہ ہمدردی جو اس نے زمانہ سفر میں

میرے ساتھ کی ہمیشہ یاد رہی۔ اسکی عنایت اور جفا کشی کو میں کبھی نہ بھولوں گا میری دعاوی اور مجھے امید ہو کہ انشاء اللہ زید خوش و خرم رہیگا۔

ٹیونس پہنچنے کے بعد میں ایطالی کا نسل کے پاس گیا اور اس سے شہر طرابلس جانے کی اجازت چاہی میرے پاس اخبار مانچسٹر گارڈین کے نامہ نگار ہونے کی سند اور پروٹو اراہداری سپریمین نے انگریزی کا نسل سے تصدیق کر لی تھی موجود تھا لیکن جب میں نے شہر طرابلس جانے کے اغراض بیان کیے تو ایطالی کا نسل نے میز سے ایک پرچہ نکال کر دیکھا اور جواب دیا کہ میں نے ایطالیوں کے خلاف مضامین لکھے ہیں اسلیے کا نسل مذکور کے نزدیک مجھے اجازت ملنے کی کوئی وجہ نہیں ہو میں نے اس سے صاف صاف بیان کر دیا کہ میں نے ایطالیوں کی اس حرکت کے خلاف مضامین لکھے ہیں اور اس طرز عمل پر نکتہ چینی کی ہے جو ایطالیوں سے غیر محفوظ مقاموں پر گولہ باری کرنے میں ہرزہ دہوا ہے یہ بھی میں نے کہا کہ میں نے ترک سپاہیوں اور ایطالی افسروں کی دلیری اور قابلیت کی تعریف لکھی ہے اس بیان پر کا نسل مذکور نے وعدہ کیا کہ وہ میرے متعلق رد و ماکو تار دیگا اور اجازت طلب کریگا کیونکہ آج کل شہر طرابلس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے ایطالی کا نسل نے مجھے سوال کیا اور سبب پوچھا کہ انگلستان کے اکثر اخبار ایطالیوں کے خلاف کیوں مضامین لکھتے ہیں در حالیکہ حکومت برطانیہ ایطالیوں کی ہمدرد اور حکومت اٹلی کے ساتھ عمدہ تعلقات رکھتی ہو؟ میں اسکی وجہ سمجھانے والا تھا مگر میں نے کہنا مناسب نہیں سمجھا اصل یہ یہ کہ زمانہ محال کی سیاسی چال بازیوں میں ایمان داری کو دخل نہیں دیا جاتا وزارت چاہے لبرل پارٹی کی ہو جو عموماً اصفا ئی اور سچائی کے لیے مشہور ہو مگر وزارت خارجہ کا عمل اپنی جماعت کے اصولوں پر نہیں ہوتا بلکہ اکثر وزیر خارجہ کی رائے اور نیت اپنی جماعت کے جسکی وجہ سے اسکو وزارت ملتی ہو خلاف ہوتی ہو بنسبت اور ملکوں کے انگلستان کے اندر وزیر خارجہ نیشنل خود مختار بادشاہ کے آزاد رہتا ہو کوئی ایسی انجمن

ملک میں نہیں ہو جسکی صلاح سے غیر سلطنتوں کے ساتھ تعلقات رکھے جائیں لہذا وزیر خارجہ کے دل میں جو آتا ہو وہ بغیر ایامے ممبران پارلیمنٹ کے جو قوم کے نائب ہیں کر گزرتا ہو الغرض میں ایطالی کا نسل کا شکریہ ادا کر کے خصمت ہوا اور یہ خیال اپنے ساتھ لیکر نکلا کہ تار کے ذریعہ سے میرے حق میں ممانعت کا پیغام آئیگا اور میں شہر طرابلس نہ جاسکو نگا میری دلی آرزو تھی کہ میں شہر طرابلس دیکھتا کیونکہ میں اس شہر سے چند میل پر ہفتوں اپنے خیمہ کے اندر پڑا ہوا اور بد توں ایطالی برقی لائینوں کی تیز روشنی میرے خیمہ پر پڑتی رہی مگر میں شہر کے اندر نہ جاسکا ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ مجھے ایطالی حکام سے کوئی شکایت کا موقع نہیں ہو کیونکہ میں نے ابتدا سے جنگ سے ایطالی ڈاکہ زنی کے خلاف اور ملک کی حفاظت کرنا والوں یعنی ترکوں کی حمایت میں مضامین لکھے اور جو چند خطوط اخبار مانچسٹر گارڈین میں شائع کر ائے ان میں اپنے خیالات کا بلا تصنع اظہار کیا اگر میں ایطالی حکام کی جگہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو ایطالیوں سے ظہور میں آیا کیونکہ جنے جپان اور شہنائی بجانا دونوں کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے یہ صرف ترک جیسے بہادر و کا کام ہو کہ وہ نامہ نگاروں کو کیا بلکہ اجنبیوں کو جنکے حالات سے واقف بھی نہیں ہوتے کھانا دیتے ہیں اور انکی سواری کے واسطے گھوڑوں کا انتظام کرتے ہیں اور باوجود تمام مشکلات اور خطرات کے اپنی فوجی چوکیوں کی سیر کرتے ہیں مجھے اس موقع پر ایطالیوں کے انتظام خبر رسانی کی تعریف کرنا لازمی ہو کیونکہ جب میں ایطالی کا نسل سے ملنے گیا ہوں تو اُسے میرے کل حالات قبل میرے بیان کرنے یا سامنے جانے کے معلوم تھے وہ میرے ترکوں کے ساتھ رہنے بنی غردان کی طرف سے آنے حتی کہ اُس ہوٹل کے نام سے جس میں کہ میں ٹھہرا ہوا تھا واقف تھا حکومت ایطالی اور تمام کانسولوں کے پاس کثرت سے پاسوں میں جنکے ذریعہ سے انکو تمام خبریں پہنچتی رہتی ہیں میں ایک شخص کو جانتا ہوں جو خود کو ترکوں کا ہمدرد ظاہر کرتا تھا اور

ایطالیوں کی گھم گھم مخالفت کرتا رہتا تھا لیکن دراصل ایطالیوں کا جاسوس تھا۔
 الغرض میرا سفر طرابلس تمام ہوا بہت لطف صحبت اٹھایا اور نہایت
 دلچسپی کے ساتھ یہ زمانہ گزارا۔ میں یہاں ہوں لیکن میرا دل ان بہادروں میں لگا ہوا ہے
 جنکا تسلسلہ نامہ و پیام ایطالیوں کی ظالمانہ کارروائیوں کی وجہ سے دنیا کے ساتھ
 قطع ہو گیا ہے مگر وہ اپنے سچے حق کی حفاظت کے لیے کثیر التعداد دشمن کے مقابلہ
 میں کلمہ بکھ لڑ رہے ہیں جن دوستوں کو میں طرابلس کے اندر چھوڑ آیا ہوں انھیں
 میں خدا کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ زمانہ جنگ کی نیرنگیان عجیب ہیں خدا معلوم کس کا
 بیمانہ حیات لمبریز ہو اور کون زندہ رہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ جنگ کی خصی کادانچ
 حاصل تر ہوتا ہے۔ عبد اللہ بے نے خوب کہا تھا

ابو جاتے ہیں بیکدہ سے میر پھر ملین گے اگر خدا والا یا

جن جن مقامات کی سیر میں نے اپنے ترک اور انگریز دوستوں کے ساتھ کی ہے وہاں
 کی یاد میرے دل سے کبھی نہ محو ہوگی اکثر میرا دل چاہیگا خصوصاً جبکہ میں اپنے گھر میں
 آرام سے زندگی بسر کرتا ہوں لگا کہ ایک بار پھر زوارہ کے باغات کی سیر کروں اور ہرے
 ہرے کھجور کے درختوں کا چاندنی رات میں تماشا دیکھوں اور بالو کے ٹیلوں کی جانب
 سے سمندر کے ہلکے ہلکے تھپیرون کی آواز سنوں۔ خدا کے فضل سے امید ہے کہ وہ
 مبارک دن جلد آئے گا جبکہ میں اپنے ترک میزبانوں سے ملوٹکا اور انکے ساتھ لطف
 صحبت اٹھاؤنگا۔ میری دعا ہے کہ پاک پروردگار انھیں اپنی کوششوں میں
 کامیاب کرے

ابن دعا از من از جملہ جان آہین باد

سرانجام

در تخطی ترجمہ

تمام شد

جس کتاب پر منہ رحم کے دستخط اور
 انجن کی ہر نوہ مال سرودہ ہے

ایک قیمتی صلاح

لکھنؤ کی ساخت۔ مثلاً بیتی تمباکو خوردنی و قوام خوردنی و تمباکو کشیدنی۔ عطر چکن۔ فرد
رضائی۔ فرد لحاف بختہ۔ زرد وزی۔ کامدانی۔ ظروف مسی۔ لچکا و پٹھا وغیرہ سید محمد
مکیشن ایجنٹ باغ قاضی لکھنؤ سے اوزان اور عمدہ دستیاب ہو سکتا ہے۔

بیتی تمباکو خوردنی فی تارہ عا ۱ للہ سے ۱۷۷

قوام تمباکو خوردنی فی تولہ ۲ ۱۲ ۱۸ ۱۷۷

تمباکو کشیدنی فی تارہ ۲ ۱۲ ۱۸ ۱۷۷

عطر ہر قسم فی تولہ عا ۱ للہ سے ۱۷۷

فرد رضائی و لحاف بختہ عا ۱ سے ۱۷۷ تک

لچکا سنہری فی تولہ عا ۱ سے ۱۷۷

لچکا روپلی فی تولہ ۱۲ ۱۷۷

